﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد23 | جمعۃ المبارک12/اگست و 19/اگست 2016ء | شمارہ

08 و 15/ذوالقعدہ 1437 ہجری قمری ❁ 12و19/ظہور 1395 ہجری شمسی | 33-34

نماز کے بعد کی دعائیں

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر امر پر قادر ہے۔ اے اللہ تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جو تو روک دے وہ کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بزرگی والے کی بزرگی تیرے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء بعد الصلوٰۃ حدیث نمبر5855)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

اگر تُو مبایعین کی ان فوجوں کو دیکھتا جو تمام روئے زمین پر پھیل گئی ہیں اور ان افواج کو بھی دیکھتا جو اللہ نے اپنے بندہ کے لئے جمع کی ہیں۔ جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور ان تحائف اور اموال کو دیکھتا جو دور و نزدیک کے ممالک سے اس کے پاس آتے ہیں۔ تو تُو ضرور یہ پکار اٹھتا کہ یہ سب کچھ محض اللہ کا فضل اور اس کی تائید و نصرت اور اس کی طرف سے عزت افزائی اور اس کی بڑائی کے اظہار کے طور پر ہے۔

”اور وہ اس کی سچائی پر ایسے نشانات سے گواہی پیش کرتا ہے جو صرف صدیقوں کو عطا کئے جاتے ہیں اور ایسی تائیدات سے جو صرف صادقوں کو مرحمت فرمائی جاتی ہیں اور وہ اس کی عمر اس کے انفاس اور اس کے کلمات اور اس کے دلائل اور اس کے نشانات میں برکت رکھ دیتا ہے۔ بہت سے نفوس اس کے ملفوظات و توجہات سے اس کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں اور وہ اسے اپنے نیک بندوں کا محبوب بنا دیتا ہے اور مخلصوں کی فوجیں اس کے گرد جمع کر دیتا ہے۔ اور وہ اسے ایسی کھیتی کی طرح ظاہر فرماتا ہے جس نے اپنی کونپل نکالی ہو جب کہ اس کے ساتھ لوگوں میں سے ایک فرد بھی نہ تھا۔ پھر وہ اسے ایسا عظیم تناور درخت بنا دیتا ہے جس کے سایہ اور پھلوں کے نیچے بہت سے لوگ پناہ لیتے ہیں۔

اور وہ اس کے ذریعہ دلوں کی زمین کو زندہ کرتا ہے پس وہ ہری بھری ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اس کی برہان کے ذریعہ چہروں کو تروتازگی بخشتا ہے۔ پس وہ سرخرو ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اے عزیزو! تم نے یہی مشاہدہ کیا ہے اور تم نے میری جماعت کے بعض افراد کو دیکھا کہ کس طرح انہوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض اس سلسلہ کی خاطر قتل کر دیئے گئے اور بعض سنگسار۔ اور بعض نے مصفّا شراب کی طرح جام شہادت نوش کیا اور مستانہ وار جان دے دی۔ یقیناً اس میں اس شخص کے لئے ایک بہت بڑا نشان ہے جس کی دو آنکھیں ہیں۔ اور اللہ کی قسم! اس بندۂ خدا نے آغاز جوانی سے اب تک رحمان خدا کی گوناگوں عنایتوں کا مشاہدہ کیا ہے جب اس سے کوئی ایک نعمت نازل ہونے میں تاخیر ہوئی تو دوسری نعمت نازل ہو گئی۔ اور جب بھی اسے کسی دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف آئی تو ہر بار اسے اللہ نے اس سے دور کر دیا اور اس نے ہر معرکہ میں فتح پائی حتّٰی کہ وہ وقت آ گیا کہ اسے اللہ کی مدد پہنچی اور حق واضح ہو گیا اور شک جاتا رہا اور لوگوں نے فوج در فوج اس کی طرف رجوع کیا اور جن لوگوں نے یہ پوچھا کہ یہ تجھے کہاں سے حاصل ہوا تو اللہ نے انہیں دکھا دیا کہ یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔ اور جنہوں نے اس کی رسوائی چاہی اللہ نے انہیں رسوائی اور تباہی دکھا دی اور ان پر تبر رکھ دیا۔ پھر جب بھی انہوں نے سر اٹھایا تو اللہ کے ہاتھوں ان پر وہ تبر ماری گئی۔ ایسا اس لئے ہوا تا انہیں ایسے دل میسر ہوں جن کے ذریعہ وہ سمجھ سکیں اور ایسے کان ہوں جن سے وہ سن سکیں۔ اور تا کہ وہ بیدار ہوں یا (ان کے) حواس تیز ہوں۔ ان میں سے کتنے ہی ہیں جنہوں نے مباہلہ کیا جس کے نتیجہ میں ان پر ذلّت کی مار ماری گئی۔ یا وہ ہلاک کئے گئے۔ یا ان کی نسل منقطع کر دی گئی تا کہ اللہ انہیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے۔

جب انہوں نے کوئی سازش کی تو اللہ نے اپنے بندہ کا دفاع کیا اگرچہ ان کی (وہ) تدبیر پہاڑوں کو (ان کی جگہ) سے ٹلا دینے والی تھی۔ اور اللہ نے ہر سازشی پر کوئی نہ کوئی عذاب نازل فرمایا اور جس نے اس کے بندے کے لئے بددعا کی تو اللہ نے اس کی بددعا اسی پر الٹا دی۔ اور کافروں کی دعا رائیگاں ہی جاتی ہے۔

اور مباہلہ کے وقت کمزوروں پر مہربانی کرتے ہوئے اور حقیقت حال سے ناواقف لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے اُس (اللہ) نے ان کے سرداروں کو ہلاک کیا۔ اور اس طرح اس نے شر کو دور کیا اور معاملہ نپٹا دیا اور یوں ان میں سے کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جسے مباہلہ کرنے کی مجال ہو اور اللہ نے انہیں وہ نشان دکھائے جو ان کے آباء اجداد کو نہیں دکھائے گئے تھے۔ تا مجرموں کی راہیں کھل جائیں اور تا اللہ ہدایت پانے والے اور گمراہ کے درمیان فرق کر دے اور اللہ نے ان کے علم اور پرہیزگاری اور ان کی قربانی، عبادت اور تقویٰ کے دعاوی کو باطل کر دیا۔ اور اعمال میں سے جو وہ چھپاتے ہیں وہ اس نے لوگوں پر ظاہر کر دیا اور ان کا لباس اتار دیا اس طرح ان کا دبلا پن ظاہر ہو گیا۔

اور وہ لوگ جو اللہ سے ڈرے اور ان کے دل لرزے، اللہ نے انہیں امان دی پس وہ وبال سے بچائے گئے۔ اور بہت سے ایسے زیادتی کرنے والے ہیں جو اس بندہ کو حکّام کے پاس گھسیٹ کر لے گئے تا کہ اسے قید میں ڈالا جائے یا اسے تختہ دار پر لٹکا یا جائے یا اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ پھر تم جانتے ہو کہ اس معرکہ میں اور انجام کار اللہ نے جو فیصلہ فرمایا۔ مصائب کے وقت اللہ کے اپنے اس بندہ پر جن انعامات اور احسانات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب انعام خدائے ذوالجلال کے اطلاع دینے پر قبل از ظہور شائع کر دیے گئے تھے۔ پس کیا تم آسمان کے نیچے مفتریوں میں اس کی نظیر جانتے ہو؟ (اگر علم ہے) تو اسے پیش کرو اور قیل وقال کو چھوڑ دو اور بلاشبہ لوگوں نے اس پر ہر طرح کے ظلم ڈھائے اور اس پر جور و جفا کیا اور انہوں نے اسے پہاڑوں کی طرح گھیر لیا تب اس کے پاس اللہ کی طرف سے فتح مبین آئی اور اونچوں کو نیچا کر دیا اور جو تیر انہوں نے چلائے تھے انہیں انہیں پر الٹا دیا گیا۔ پس وہ ان کی کھوپڑی اور گدی پر لگے اور اللہ نے اپنی مدد کامل طور پر دکھائی۔ اور کمینے لوگ خوب تیاری کے ساتھ اس کے دشمنوں کی مدد کے لئے آئے۔ پس اللہ کے حکم سے انہیں ہزیمت اٹھانا پڑی اور اللہ کا بول بالا رہا۔ اور جن پر ان کا تکیہ تھا وہ سب اکارت گئے۔ اور اس نے (یعنی اللہ نے) اپنے بندہ کی ہر معاملہ میں اور ہر جہت سے اور ہر حالت میں کامیابی اور نصرت فرمائی اور فتح عطا کی۔ اور اسے اس کے رب فعال کی طرف سے شوکت و ہیبت عطا کی گئی۔ اگر تو مبایعین کی ان فوجوں کو دیکھتا جو تمام روئے زمین پر پھیل گئی ہیں اور ان افواج کو بھی دیکھتا جو اللہ نے اپنے بندہ کے لئے جمع کی ہیں۔ جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور ان تحائف اور اموال کو دیکھتا جو دور و نزدیک کے ممالک سے اس کے پاس آتے ہیں۔ تو تُو ضرور یہ پکار اٹھتا کہ یہ سب کچھ محض اللہ کا فضل اور اس کی تائید و نصرت اور اس کی طرف سے عزت افزائی اور اس کی بڑائی کے اظہار کے طور پر ہے۔“

....(الاستفتاء مع اردو ترجمہ صفحہ 30 تا35۔ شائع کردہ نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 09 فروری 2014ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت مَیں دو نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ ملیحہ احمد، واقفۂ نو کا ہے، جو مکرم محمود احمد صاحب لندن کی بیٹی ہیں۔ یہ عزیزم شہزاد احمد مربی سلسلہ ابن مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب یوکے کے ساتھ اڑہائی ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

اسی طرح دوسرا نکاح عزیزہ حمدیٰ سطوت کریم کوکب بنت مکرم عبدالکریم طاہر صاحب سپین کا ہے جو عزیزم فاتح محمود ابن مکرم ملک خالد مسعود صاحب کے ساتھ دس ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: نکاح اور شادی یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو نہ صرف دنیاوی مقصد پورا کرنے کے لئے ہے بلکہ دینی ضرورت بھی ہے۔ لڑکی اور لڑکا جب اپنا رشتہ قائم کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن کریم کی ہدایات میں سے جو ہدایات فرمائیں، ان میں بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ تقویٰ پہ چلو، تقویٰ پہ چلو، تقویٰ پہ چلو۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ صرف دنیاوی رشتہ نہیں بلکہ ایک ایسا مقصد ہے، ایک اہم مقصد ہے جو تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بھی بنتا ہے اور آئندہ نسل کو بھی دین کی طرف راغب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی طرف توجہ دلانے والا بناتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: پس اس بات کو ہمیشہ ہر لڑکے کو، ہر لڑکی کو نظر میں رکھنا چاہئے کہ رشتے تقویٰ سے قائم ہوتے ہیں اور تقویٰ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات، احساسات کا خیال رکھو۔ ایک دوسرے کے رشتہ داروں کے جذبات، احساسات کا خیال رکھو۔ سچائی پر قائم رہو اور اپنی نسلوں کے لئے بھی یہ بات مدّ نظر رکھو کہ جو بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے، ان کو ہم نے دین پر قائم رکھنا ہے۔ اور اپنے بارہ میں بھی اس بات کو مدّ نظر رکھو کہ اگر ہم نیکیوں پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے اور آئندہ زندگی میں یہی دنیاوی نیکیاں جو ہیں ہمارے کام آنے والی ہوں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دونوں رشتے جو آج قائم ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرانے احمدی خاندانوں کے ہیں۔ اور ایسے بچوں کے ہیں جو لڑکی یا لڑکا واقف نو ہیں، یا واقفین زندگی کی اولاد میں سے ہیں۔ پس ان دونوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ صرف دنیاوی رشتہ نہیں بلکہ ایسا رشتہ قائم ہونے والا ہے جو دین کی ضروریات جو آئندہ ہونے والی ہیں، ان کو بھی پورا کرنے والا ہے۔ اور وہ دین کی ضروریات یہی ہیں کہ جو نسل آئندہ پیدا ہوگی وہ دین پر قائم ہونے والی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والی ہو۔

پس اس لحاظ سے دونوں فریقین کو، لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی ہمیشہ یہ بات مدّ نظر رکھنی چاہئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ رشتے نبھانے ہیں، یہ تعلق قائم رکھنا ہے۔ ایک دوسرے کے عزیزوں کا خیال رکھنا ہے اور آئندہ نسل کو بھی اس طرح تربیت دینی ہے کہ وہ جماعت کا ایک فعّال رُکن بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا: اب اِن الفاظ کے بعد مَیں نکاح کا اعلان کرتا ہوں جو عزیزہ ملیحہ احمد کا شہزاد احمد صاحب کے ساتھ طے پایا ہے جو مربی سلسلہ ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: یہ بچی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کی نسل میں سے ہے۔ بلکہ دو صحابہ ان کے خاندان میں تھے۔ اور شہزاد احمد کے دادا نے بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال جامعہ احمدیہ یوکے میں سے دوسرا Batch جنہوں نے پاس کیا ہے، اس میں یہ شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھے علمی ذوق رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کے علم کو بڑھاتا جائے اور جتنا جتنا علم بڑھے ان میں عاجزی اور انکساری بھی پیدا ہوتی چلی جائے۔

حضور انور نے فرمایا: دوسرا نکاح عزیزہ حمدیٰ سطوت کریم کوکب کا عزیزم فاتح محمود کے ساتھ ہے۔ عزیزہ حمدیٰ سطوت کریم، مکرم عبدالکریم طاہر صاحب سپین کی بیٹی ہیں اور حضرت صوفی غلام محمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے ان کی پڑنواسی ہیں۔

اسی طرح یہ لڑکا فاتح محمود جو ہے یہ مکرم ملک خالد مسعود صاحب ربوہ کا بیٹا ہے۔ اس وقت کینیڈا میں ہے۔ ملک خالد مسعود صاحب واقف زندگی ہیں۔ لمبا عرصہ ان کو سیرالیون میں بطور ٹیچر خدمت کی توفیق ملی۔ پھر ربوہ میں تحریک جدید میں خدمت کی توفیق ملی۔ پھر ربوہ میں ناظر امور عامہ رہے۔ آج کل ناظر اشاعت ربوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے علمی آدمی اور بڑے فعال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت دے۔ اللہ تعالیٰ ان کو (خدمت کی) توفیق بھی عطا فرماتا چلا جائے۔

حضور انور نے فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کروایا۔ اس دوران دولہے کے وکیل مکرم افضال احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضور فاتح نہیں آئے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا:۔

فاتح نہیں آئے، آپ ان کے وکیل کے طور پر ہیں؟

مکرم افضال احمد صاحب کے اثبات میں جواب پر حضور انور نے اس نکاح کے فریقین کے درمیان ایجاب و قبول کروایا۔

دونوں نکاحوں کے اعلان اور فریقین کے درمیان ایجاب و قبول کروانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رشتوں کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

(مرتبہ:۔ ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

نماز جنازہ حاضر وغائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ 15 جون 2016ء بروز بدھ 12 بجے دوپہر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرم شیخ منصور احمد ملہن صاحب (ابن مکرم شیخ محمد اسحاق صاحب مرحوم۔ نیو مالڈن۔ یوکے)** کی **نماز جنازہ حاضر** اور کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

آپ 11/جون 2016ء کو 68 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت شیخ مشتاق احمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم آف لاہور کے بھتیجے تھے۔ آپ 1971ء میں لاہور سے یوکے منتقل ہوئے۔ یہاں آکر محنت سے اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کی کفالت کی ذمہ داری پوری کی۔ مرحوم ضرورتمندوں کی دل کھول کر مدد کرنے والے نہایت نیک انسان تھے۔ مالی قربانی میں بھی نمایاں تھے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہے۔

نماز جنازہ غائب:

(1) مکرمہ طاہرہ تبسم صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب آف قلعہ کالر والا) 15 اپریل 2016ء کو 61 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـا لِلّٰـہِ وَاِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِـعُوْنَ۔ آپ حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ نیک سیرت، تہجد گزار، خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق رکھنے والی، مہمان نواز اور جماعت کی اطاعت کرنے والی خاتون تھیں۔ مالی قربانی میں پیش پیش اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ لمبا عرصہ لجنہ میں بطور صدر، نائب صدر اور نگران حلقہ مختلف جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرحومہ نے پسماندگان میں خاوند کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ دو داماد مربی سلسلہ ہیں۔

(2) مکرمہ زبیدہ ناہید صاحبہ (اہلیہ مکرم سید محمد ریاض صاحب آف جرمنی) 10 مارچ 2016ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت احمد دین صاحب زرگر کی پوتی تھیں۔ مرحومہ تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کی پابند، دعا گو، متوکل علی اللہ اور خلافت سے گہرا تعلق رکھنے والی نیک خاتون تھیں۔ مہمان نواز اور نہایت حوصلے والی خاتون تھیں۔ دوسروں کی تکلیف کا بڑا احساس کرتیں اور عزیز واقارب کی خاموشی سے مدد کیا کرتی تھیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں خاوند کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں۔

(3) مکرم ڈاکٹر ارشد محمود صاحب (ڈینٹل سرجن آف ملتان) 18 اپریل 2016ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّـا لِلّٰـہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے دس سال تک بطور صدر جماعت اور ایک طویل عرصہ تک بطور سیکرٹری تحریک جدید ضلع خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے اندر خدمت کا بے حد جذبہ تھا۔ ضرورتمندوں کی حسب استطاعت امداد کیا کرتے تھے۔ بہت سے احمدی بچوں کے تعلیمی اخراجات برداشت کیا کرتے تھے اور چند بچیوں کی شادیاں بھی اپنے اخراجات سے کروائیں۔ بہت خوش اخلاق، مہمان نواز، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔

(4) مکرمہ خالدہ مبشرہ صاحبہ (اہلیہ مکرم سید مبشر احمد صاحب۔ آف کینیڈا) 27 اپریل 2016ء کو 68 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـا لِلّٰـہِ وَاِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی پوتی اور حضرت حکیم مولوی شیر محمد صاحب یکے از 313 صحابہ کی نواسی تھیں۔ گیارہ سال جدہ میں رہیں۔ پھر 1989ء میں خاوند اور بچوں کے ساتھ کینیڈا آئیں۔ مسی ساگا میں چھ سال بطور صدر لجنہ نہایت محنت اور اخلاص سے خدمت کی توفیق پائی۔ خلیفۂ وقت کی محبت و اطاعت، جماعتی خدمت کی تڑپ، قرآن کریم سے محبت آپ کے نمایاں اوصاف تھے جو اپنے بچوں میں بھی منتقل کئے۔ تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تلاوت میں باقاعدہ، مالی قربانی میں پیش پیش، محنتی، سادہ مزاج اور بلند حوصلہ خاتون تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں خاوند کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں۔

(5) مکرم میاں عبدالشکور صاحب (آف سوئٹزرلینڈ) 19 مئی 2016ء کو 76 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْـہِ رَاجِعُوْن۔ آپ حضرت مستری میاں فیض احمد صاحبؓ ساکن ریاست جموں کشمیر کے پوتے تھے جنہیں اُس وفد کا رُکن ہونے کی سعادت حاصل تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی تحقیقات کے لئے تیار کیا تھا۔ آپ سوئٹزرلینڈ کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ نیشنل صدر انصاراللہ، نیشنل سیکرٹری ضیافت اور زیورک جماعت کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ ہر کسی کی خوشی وغمی میں سب سے پہلے پہنچتے۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحوم محترم مولوی ظہور حسین صاحب مبلغ روس و بخارا کے داماد تھے۔

(6) مکرمہ نسیم اختر صاحبہ (زوجہ مکرم ظفراللہ خان صاحب آف گھٹیالیاں) 3 مئی 2016 کو 79 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ 1958ء میں خاندان میں اکیلے بیعت کی توفیق پائی اور مخالفت کے باوجود استقامت دکھائی۔ خلافت سے بہت محبت تھی۔ بہترین داعیہ الی اللہ تھیں۔ اپنی زندگی میں ساٹھ بیعتیں کروائیں۔ جماعتی کاموں کی خاص لگن تھی۔ بائیس سال بطور صدر لجنہ خدمت کی توفیق پائی۔ چندہ جات سال کے شروع میں ہی ادا کر دیا کرتی تھیں۔ تین دفعہ جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی۔ فلاحی کاموں میں خاص دلچسپی تھی۔ مقامی قبرستان کے لئے راستے کا اپنی جیب سے انتظام کروایا۔ بڑی مہمان نواز اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ آپ کے پسماندگان میں چھ بیٹیاں ہیں۔

(7) مکرم ڈاکٹر شبیر احمد صاحب ناصر (ابن مکرم مولوی بشیر احمد صاحب بانگروی مرحوم درویش قادیان) 14 مئی 2016ء کو 70 سال کی عمر میں سڑک حادثے میں وفات پاگئے۔ اِنَّـا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ وہیں بطور استاد خدمت کی توفیق پائی۔ بعد میں ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کر دی۔ مرحوم کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ مسلسل کئی روز تک اپنا کلینک بند کر کے تبلیغی سفر پر نکل جاتے جس کی وجہ سے کئی سعید روحوں کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ قادیان میں انصاراللہ میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ صدر حلقہ نور بھی رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوش مزاج، ہمدرد اور خلافت سے والہانہ محبت رکھنے والے نیک انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ دو بیٹے قادیان میں سلسلہ کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(8) مکرمہ نسیم اختر صاحبہ (زوجہ مکرم چوہدری فتح محمد صاحب) 22 مئی 2016ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پاکستان ہجرت کے بعد اپنے خاندان میں اکیلی احمدی خاتون تھیں۔ عہد بیعت پر

باقی صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمائیں

مصالح العرب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 413

مکرم عبدالکریم ایت العربی صاحب

مکرم عبدالکریم ایت العربی سول انجینئر ہیں، ان کا تعلق مراکش سے ہے جہاں ان کی پیدائش 1981ء میں ہوئی، پھر انہیں 2013ء میں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ وہ احمدیت کی طرف اپنے سفر کا احوال کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

میری پیدائش دینی اور مالی لحاظ سے ایک بہت معمولی خاندان میں ہوئی۔ میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا۔ مالی حالات کی خرابی کی وجہ سے اہل خانہ نے بارہا مجھے تعلیم سے ہٹا کر کسی کام پر لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے مشکل حالات میں گزارا کرتے ہوئے پڑھائی کو جاری رکھا تا آنکہ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کر لی۔

علمی ترقی اور عملی تبدیلی

دنیوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے دینی علوم کی کمی کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی۔ اس کے لئے پہلے مَیں نے مختلف ٹی وی چینلز کا رخ کیا لیکن وہاں پر مولوی حضرات کی نصائح کے علاوہ مجھے کچھ نہ مل سکا۔ محض چند دنوں کے بعد ہی میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ ٹی وی چینل سے مولوی حضرات کے لیکچرز پر انحصار کر کے دین کا گہرا علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مجھے کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مَیں نے بے ترتیبی سے چند کتب کا مطالعہ تو کیا لیکن جلد ہی اُکتا گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید بہتر طریق یہ ہے کہ میں مختلف موضوعات کے تحت تحقیق کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کروں۔ چنانچہ میں نے مختلف عناوین لکھے جن میں سے پہلا عنوان تھا: اس نفس کی حقیقت کیا ہے جو انسان کو شر پر ہی اکساتا ہے اور لہو ولعب میں الجھا کر اسے اپنے ربّ کی عبادت سے غافل کرتا ہے۔ میں نے اس بارہ میں بہت سی کتب کو انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا، بہت کچھ پڑھا۔ مطالعہ سے میرے علم میں تو بہت اضافہ ہوا لیکن میرے دل کی حالت نہ بدلی۔

دوسرا موضوع شیطان کی ماہیت تھی۔ اس کے بارہ میں علم حاصل کرنے سے غرض شیطان کا مقابلہ کر کے اسے مغلوب کرنا تھا تا وہ خشوع وخضوع کی حالتوں میں مخل ہو کر عبادتوں کی لذتوں کو خراب نہ کر سکے۔

مَیں نے بہت سی کتب کا مطالعہ کیا۔ اس دوران شیطان کا آدم کے ساتھ قصہ بھی زیر بحث آیا، اور پھر یہیں سے جنّوں کے بارہ میں بھی پتہ چلا۔ میں نے دیکھا کہ ان تمام کتب میں جنوں کے بارہ میں منفی باتیں ہی لکھی تھیں کہ وہ عجیب وغریب اور خوفناک مخلوق ہیں، وہ کافر ہیں اور انسانوں کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں نیز ان کے دلوں میں آکر وسوسے پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس تحقیق کے دوران ہی مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جنّوں کی ایک جماعت نے قرآن بھی سنا تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائی تھی۔ اس بناء پر میرا خیال تھا کہ وساوس پیدا کرنے والے جنّوں کے بالمقابل مومن جنّوں میں سے بھی تو کچھ جن ایسے ہونے چاہئیں جو اچھے خیالات پیدا کرنے کے لئے وقف ہوں۔ لیکن مجھے زیر مطالعہ کتب میں ایسی کوئی بات نہ مل سکی۔

جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے کہ ان موضوعات کے مطالعہ سے میرا مقصد روحانی ترقی، خشوع وخضوع اور تقرب الیٰ اللہ کے حصول کے ذرائع کا علم حاصل کرنا تھا لیکن افسوس کہ اس بارہ میں عملی طور پر مجھے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ایک روز ایک مولوی کی تقریر کے دوران میں نے سنا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ایمان کے تقاضے مکمل ہوئے ہیں۔ یعنی اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر ایک عزیز وحبیب بلکہ انسان کی اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری نہ ہو جائے۔ میں جب جب اس بارہ میں غور کرتا اپنے نفس کو حقیر اور کوتاہ ہی پاتا۔ میں سوچتا کہ جو مال میں نے گاڑی خریدنے کے لئے جمع کیا ہوا ہے اس کے بارہ میں اگر کوئی مجھے کہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح یہ سارا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دے دو تو شاید میرے لئے اس پر عمل کرنا مشکل ہو جائے گا۔ میں تو سارا دن اپنے بیوی بچوں اور اہل وعیال کے بارہ میں سوچتا رہتا ہوں جبکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریمؐ ان سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ لیکن اس طرح کی محبت پیدا کیسے ہو؟ اور اس مقام کی طرف سفر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے میں نے بہت سی کتب کا مطالعہ کیا لیکن سابقہ تحقیق کی طرح اس تحقیق کا بھی علمی رنگ میں تو مجھے کسی قدر فائدہ ہوا لیکن عملی طور پر میں آگے نہ بڑھ سکا۔

ابوابِ جہنم کی طرف بلانے والے

اس کے بعد مَیں نے معرفت الٰہیہ کے مضمون کے بارہ میں تحقیق شروع کی۔ بہت سی کتب کا مطالعہ کیا اور بہت سے علماء کی تقاریر اور درس سنے۔ انہوں نے اس مسئلہ کو اصطلاحات میں اس حد تک الجھایا ہوا ہے کہ عام آدمی کے لئے تو اس کا سمجھنا بہت ہی مشکل ہو گیا ہے کیونکہ انسان اصول عقیدہ اور توحید الوہیت وتوحید ربوبیت، توحید الأسماء والصفات جیسی اصطلاحات میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ کے دوران مجھے علم ہوا کہ مولوی حضرات معمولی اختلاف کی بناء پر ہی ایک دوسرے کو مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں۔ ہر مولوی اپنے سوا باقی سب کو غلطی خوردہ گردانتا ہے۔ ایسی صورتحال دیکھی تو میں نے کہا کہ یہ بات تو اسلام کی موت کے مترادف ہے کیونکہ بڑے بڑے مولوی جب ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی بھی مسلمان نہیں رہا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے اسلام ایک مریض شخص کی طرح پڑا ہے اور مولوی حضرات ڈنڈے لے کر اسے جان سے مارنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد میرا دل مولویوں سے متنفر ہو گیا۔ میرے نزدیک مولویوں کے خطابات اور دروس وقت گزاری کا ذریعہ تو ہو سکتے تھے لیکن لوگوں کی روحانی اور دینی ترقی میں ان کا کوئی کردار نظر نہ آتا تھا۔

ہر طرف اختلاف اور تکفیر وتفریق کی فضا کو دیکھ کر مَیں اسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ آخری زمانے میں جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے جن لوگوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی وہ آج کے تکفیری مولویوں پر بعینہٖ صادق آتی ہے۔ نیز مجھے یقین تھا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ جب اس طرح کے اختلاف اور تفرقہ کا زمانہ آئے تو ہر فرقہ سے علیحدہ ہو جانا اور اپنا ایمان بچانے کی کوشش کرنا۔

علمِ غزیر، مضبوط دلائل اور گم گشتہ متاع

بہر حال تقریبًا اڑھائی سال کی اس بے نتیجہ تحقیق کے بعد ایک روز جولائی 2012ء میں مجھے میرے ایک دوست نے جنّوں کے موضوع پر ایک ٹی وی پروگرام کی ویڈیو دیکھنے کا مشورہ دیا۔ میں نے اسے دیکھا اور سنا۔ پھر اس کی دوسری قسط کو دیکھا تو حیرت میں ڈوب گیا کہ جن امور کی حقیقت جاننے کے لئے میں نے اڑھائی سال ضائع کر دیئے ان کو کس قدر آسانی اور وضاحت سے محض دو گھنٹوں میں بیان کر دیا گیا تھا۔ اس پروگرام کو دیکھنے کے بعد جنّوں کے بارہ میں میرے سارے سوال ختم ہو گئے تھے اور مجھے اس موقف سے مکمل اتفاق ہو گیا جو کہ جماعت احمدیہ کا موقف تھا۔ پھر جب مَیں نے مختلف موضوعات کے بارہ میں جماعت کی رائے پڑھی تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکتا کہ اگرچہ اس جماعت کو کافر کہنے والوں کی بہتات ہے لیکن ہر معاملہ میں ان کی بات سب سے جدا اور سب سے مضبوط ہے۔ پھر مختلف امور کے بارہ میں جاننے کے لئے میری پیاس بڑھتی گئی اور جماعت احمدیہ کی عربی ویب سائٹ پر میرے سوالوں کے اطمینان بخش جواب ملتے گئے۔ میں نے اپنے دوستوں کو ان تمام امور کے بارہ میں بتاتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور جو دلائل یہ پیش کرتے ہیں ان کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس تفسیر کو سن کر ہوئی جو جماعت احمدیہ آیت کریمہ (وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) کی پیش کرتی ہے۔ ہمارے خیال میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کسی شخص پر ڈال دی گئی تھی اور یہودیوں نے اس شخص کو عیسیٰ کا ہم شکل پا کر صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ جبکہ احمدیت کی تفسیر اس کی نفی کر رہی تھی اور اپنے موقف کے حق میں مضبوط دلائل پیش کر رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اگر جماعت احمدیہ کا موقف درست ہے تو پھر ہم حد درجہ غافل اور جاہل ہیں کیونکہ ہمارے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ ہی غیر منطقی ہے۔

مَیں نے دوبارہ چیک کرنے کی غرض سے قیامت کی نشانیوں کے عنوان سے مشہور مصری شیخ محمد حسان کے پرانے پروگرامز کی ویڈیو دیکھی تو بہت حیران ہوا کہ جملہ واقعات کے بارہ میں وہ کوئی نہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کے معاملہ میں کہتے ہیں کہ ایک فرقہ کا بیان ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ان کے ایک حواری پر ڈال دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اصل عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ جماعت احمدیہ کے وفات مسیح کے دلائل جاننے کے بعد مجھے شیخ حسان کی بات سن کر ہنسی آگئی کیونکہ اب ان کی یہ بات نہایت نامعقول لگ رہی تھی۔

اس کے بعد تو میری روٹین ہی بن گئی کہ ہر روز جماعت کی عربی ویب سائٹ کھول لیتا اور مختلف موضوعات پر مواد کا مطالعہ کرتا۔

میری اہلیہ بھی میری تحقیقات سے آگاہ تھی۔ میں نے اسے کہہ دیا کہ احمدیت کے علم غزیر اور منطقی دلائل پر مبنی ساحرانہ بیان میں اور مولویوں کے خرافانہ اقوال اور جاہلانہ فتاویٰ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے آج کے بعد مجھے کسی مولوی کی کتاب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ احمدیت کی شکل میں مجھے میری گم گشتہ متاع مل گئی ہے اور میں عنقریب احمدیت قبول کرنے والا ہوں۔

فتاویٰ کے تیر اور سیفِ تکفیر

قبول احمدیت کے اس فیصلہ سے میں نے اپنے بعض دوستوں کو بھی آگاہ کر دیا تھا جو ان کے لئے کسی صدمہ سے کم نہ تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں سے ایک دوست نے مجھے ایک بڑے عالم دین کا فتویٰ ارسال کیا جس میں اس نے کہا تھا کہ احمدیت کے بارہ میں سننا اور پڑھنا دونوں حرام ہے۔

مَیں نے کہا کہ ایسی بات تو وہ کرتا ہے جس کے پاس دلیل نہیں ہوتی، اور قرآن کریم کے مطابق یہ تو کفّار کا موقف ہے کیونکہ انہوں نے ہی قرآن سننے سے روکا تھا۔ نیز قرآن کہتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی دعا میں کافروں کی یہی صفت بیان کی تھی کہ میں نے جب بھی انہیں تبلیغ کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر سننے سے انکار کر دیا۔ نیز قرآن کریم سننے اور سمجھنے کی طاقتوں کو استعمال نہ کرنے والوں کی زبانی یہ گواہی بھی نقل کرتا ہے کہ وہ قیامت کے روز کہیں گے کہ اگر ہم سنتے اور عقل سے کام لیتے تو اہل جہنم میں سے نہ ہوتے۔ اس طرح کان بند کرنے کی مذمّت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم سننے کی ترغیب دلاتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھے حصے کو اپنا لیتے ہیں۔ اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح کا خلاصہ ہے کہ حکمت اور اچھی بات تو مومن کا گمشدہ متاع ہے وہ چاہے کہیں سے بھی ملے اسے لے لینا چاہئے۔ اس بناء پر کسی کی بات کو سننے سے روکنے کا فتویٰ سراسر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ احمدیت کے پاس ہے اس کا عُشرِ عَشیر بھی کسی اور فرقے کے پاس نہیں۔ جب یہ لوگ احمدیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو لوگوں کو اس سے روکنے کا یہی ذریعہ رہ جاتا ہے کہ فتاویٰ کے تیر چلا کے اور سیفِ تکفیر دکھا کر ڈرایا جائے۔ اور یہ اقدام بذات خود فتویٰ دینے والوں کے علمی اِفلاس کی علامت ہے۔

خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا

جماعت احمدیہ کے تمام عقائد کے بارہ میں پیش کئے جانے والے دلائل عقل ومنطق کے مطابق اور اس قدر مضبوط تھے کہ میرے پاس اس جماعت اور اس کے امام کی صداقت کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن بیعت کا مرحلہ بہت مشکل تھا۔ چونکہ میرا کسی احمدی کے ساتھ رابطہ نہ تھا اس لئے صحیح طور پر میری اس بارہ میں راہنمائی کرنے والا کوئی نہ ملا۔ اس کے بالمقابل جماعت کے خلاف ہر مقام پر پروپیگنڈہ بہت زیادہ تھا۔ تمام علماء ومشائخ اسے کافر اور یہود کی پروردہ اور فری میسن کی سازش قرار دیتے تھے۔

مجھے ایک طرف تو اس بات کی سمجھ نہ آتی تھی کہ احمدیت کے عقائد کی سچائی کے باوجود کسی بھی معروف مولوی یا عالم نے ابھی تک جماعت کے حق میں ایک بیان بھی نہیں دیا۔ دوسری طرف بہت خطرناک پروپیگنڈہ کو دیکھ کر شک گزرتا تھا کہ ہو سکتا ہے مولویوں کی بات میں کچھ صداقت ہو۔ یہ سوچ کر میں نے یہودیوں اور فری میسنز کی اسلام کے خلاف سازشوں اور سکیموں کے بارہ میں پڑھنا شروع کیا۔ ان کتب کو پڑھنے کے بعد مَیں نے کہا کہ احمدیت کے

باقی صفحہ نمبر 31 پر ملاحظہ فرمائیں

”خلافت سے عشق و محبت اور اطاعت، صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کی روشنی میں“

(طاہر احمد۔ مربی سلسلہ جرمنی)

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ جب دنیا میں اپنے گمراہ بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ انبیاء اور ماموروں کو مبعوث کرتا ہے تو وہ انہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ وہ نہ صرف خود انہیں اپنی مدد اور نصرت سے نوازتا ہے بلکہ ایسی نیک جماعت بھی عطا فرماتا ہے جس کے افراد ان کے اعضاء اور جوارح بن کر اس کی لائی ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی سنت کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِی اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ کا وعدہ دیا اور عملی طور پر ایسے صحابہ عطا فرمائے جنہوں نے آپ کے پیغام کی اشاعت میں اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا اور دنیوی حرص و آرزو کو چھوڑ کر دین کے ہی ہو رہے۔ خدا تعالیٰ ان کی مالی اور جانی قربانیوں کو دیکھ کر عرش پر خوش ہوا اور اپنے پاک کلام میں ان کی تعریف کی اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے قابل فخر سرٹیفکیٹ سے انہیں نوازا۔

یہ وہ جماعت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے اس دَور میں اسلام کے احیاء کا کام لیا اور وہ اپنے اعمال، افعال، اخلاق، عادات، اطوار اور خدمت دین کے جوش اور جذبہ کی بناء پر اسلام کے دَورِ اوّل کے صحابہ کے مثیل قرار پائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“۔ نیز فرمایا: ”میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوّت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔“ (فتح اسلام)

اسی طرح فرمایا: ”میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔“ (الذکر الحکیم نمبر 4 صفحہ 17)

وَ کَمْ مِّنْ عِبَادٍ اٰثَرُوْنِیْ بِصِدْقِھِمْ
عَلَی النَّفْسِ حَتّٰی خُوِّفُوْا ثُمَّ دُمِّرُوْا

بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی جان پر مجھ کو اختیار کر لیا یہاں تک کہ ڈرائے گئے اور پھر قتل کئے گئے۔

عِبَادٌ یَّکُوْنُ کَمُبْسِرَاتٍ وُجُوْدُھُمْ
اِذَا مَا اَتَوْا فَالْغَیْثُ یَاْتِیْ وَ یَمْطُرُ

یہ وہ بندے ہیں کہ مون سون کی ہوا کی طرح ان کا وجود ہوتا ہے جب آتے ہیں تو ساتھ ہی بارش رحمت کی آتی ہے۔

أَ تَعْلَمُ اَبْدَالاً سِوَاھُمْ فَاِنَّھُمْ
رُمُوْا بِالْحِجَارَةِ فَاسْتَقَامُوْا وَ اَجْمَرُوْا

کیا تو ان کے سوا کوئی اور لوگ ابدال جانتا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر پتھر چلائے گئے تو انہوں نے استقامت اختیار کی اور ان کی جمعیت باطنی بحال رہی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 329 تا 330)

یہی وہ صحابہ ہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ کا آغاز فرمایا۔ 26 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ نعش مبارک کے قادیان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو صحابہ نے اس وقت کیا وہ خلافت کے لئے حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ کا انتخاب تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سب دوستوں کے سامنے جو باغ میں اپنے محبوب آقا کی نعش کے پاس جمع تھے کھڑے ہوئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں بطور نمائندہ ایک تحریر پڑھ کر سنائی جس میں آپ سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ اس موقع پر تقریباً بارہ سو صحابہ نے آپ کی بیعت کی۔ مستورات میں سب سے پہلے حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (حضرت اماں جانؓ) نے آپ کی بیعت کی۔ قادیان کے بعد جوں جوں دوسری جماعتوں اور صحابہ کو اطلاع پہنچی سب نے بلا استثناء آپ کی اطاعت قبول کی۔ اور ایک نہایت ہی قلیل وقت میں سب صحابہ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ: ”مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“ یہ نظارہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں کے لئے نہایت روح فرسا تھا جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس اس سلسلہ کے مٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جماعت کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کر کے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے اور کسی انسان کو طاقت نہیں کہ اس کو اکھاڑ سکے۔

ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بعض لوگوں نے آہستہ آہستہ یہ سوال اٹھانا شروع کیا کہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ کا یہ منشا نہیں تھا بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سلسلہ کا سارا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے۔ جب یہ کیفیت بہت زیادہ بڑھ گئی تو حضرت خلیفہ اولؓ نے صحابہ کو قادیان میں جمع ہونے کی تلقین فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”آپ لوگ اس کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو اس وقت احمدیوں پر طاری تھی۔...... ہر ایک شخص اس امر کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال کولہو میں پیس دیئے جاویں بہ نسبت اس کے کہ وہ اختلاف کا باعث بنیں۔...... یہ رات عجیب رات تھی قریباً سب کے سب مسجد مبارک میں جمع ہو گئے اور اس قدر دردمندانہ دعائیں کی گئیں کہ مَیں یقین کرتا ہوں کہ عرشِ عظیم ان سے ہل گیا ہو گا۔ سوائے گریہ و بکا کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ صبح حضرت خلیفہ اولؓ تشریف لائے اور فجر کی نماز شروع ہوئی۔ اس وقت مسجد یوں معلوم ہوتی تھی کہ گویا ماتم کدہ ہے۔ لوگوں کی چیخیں اس زور سے نکل جاتی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس طرح کرب کا اظہار نہ کیا ہوگا۔“ (آئینہ صداقت صفحہ 190)

یہ ہلکی سی جھلک ہے محبت و عشق کی کیفیت میں ڈوبی ہوئی ان دعاؤں کی جو صحابہ خلافت کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور مانگتے رہے ہیں۔ اس دن ایک مرتبہ پھر ان جانثاروں نے شمعِ خلافت کو روشن رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو سینچا اور خلیفہء وقت کی بھی اسی جذبہ، شوق اور ولولہ کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا عزم باندھا جس شوق کے ساتھ مہدیٔ دوراں علیہ السلام کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے تمام صحابہؓ ہی خلافت احمدیہ کے ساتھ عشق و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ ذیل میں اس کے چند نمونے پیش کروں گا۔

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے خلافت اولیٰ کے بابرکت دور میں برصغیر کے طول و عرض میں اعلائے کلمۃ اللہ پہنچانے کے لئے ہزاروں میل کا سفر طے کیا۔ ہندوستان کے دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے جلسوں پر انتہائی مدلل اور مؤثر تقاریر کیں۔ 1913ء کا واقعہ ہے کہ دعوت الی اللہ کی مہم کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جماعت سے لندن مشن کے لئے وقف کی اپیل کی۔ اس موقع پر ایک نوجوان جس کا رنگ سرخ و سفید تھا، آنکھیں چمکدار اور گول چہرہ تھا آگے بڑھا اور اپنے پیارے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اشاعت دین اسلام کی اس عظیم مہم کے لئے اپنا نام پیش کیا۔ یہ نوجوان حضرت فتح محمد سیال صاحبؓ تھے۔

☆ حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ: ”آپ میری شاگردی اختیار کریں جس رستہ پر نورالدین آپ کو چلائے گا اس میں آپ کے لئے کامیابی ہے۔“ چنانچہ آپ نے خلیفہء وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ڈاکٹر بننے کے خیال کو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے دل سے نکال دیا۔ اور خدمتِ دین کا عہد باندھا اور دمشق اور بیروت میں کئی غیر معمولی دینی، علمی اور تربیتی کارنامے سرانجام دیئے۔ مسلسل کئی سال قادیان اور ربوہ میں کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ 30 کے قریب کتب تحریر کیں اور خلفائے احمدیت کی خوشنودی حاصل کی۔

☆ حضرت ابو عبداللہؓ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضورؓ نے فرمایا مولوی صاحب (مَیں) نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز کرنے کی ہو اور وہ آپ کر نہ چکے ہوں۔ اب تو حفظِ قرآن ہی باقی ہے۔ چنانچہ تقریباً 65 سال کی عمر میں آپ حافظ قرآن ہو گئے۔ (الفضل قادیان 19، 20 اپریل 1947ء)

☆ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ قدرتِ ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے۔ حضور کے خصوصی الطاف کا مورد بنتے رہے۔ اور دعائیں حاصل کرنے کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔ پہلی بار لندن روانہ ہونے کے موقع پر جو نصائح حضورؓ نے آپ کو فرمائیں ان میں یہ بھی تھی کہ: ”ہمیں خط لکھتے رہنا ہم تمہارے لئے دعا کریں گے۔“ آپ فرماتے ہیں کہ: ”خاکسار نے حتی الامکان آپ کی فرمودہ ہدایات کی پابندی کی اور بفضلِ تعالیٰ ان سے بہت فائدہ اٹھایا......... لندن کے قیام کے دوران میرے لئے یہ احساس اطمینان کا موجب رہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور میرے والدین میرے لئے بہت دعائیں کرتے ہیں۔“ نیز فرمایا کہ: ”میں جب بھی انگلستان سے باہر سفر پر جاتا تو حضورؓ سے اجازت حاصل کر کے جاتا۔“

(تحدیث نعمت)

غور کریں کہ صحابہ کس قدر گہرائی میں جا کر خلفائے وقت کی اطاعت کرتے تھے۔ یہی عشق و محبت اور اطاعت ہی تو تھی جس نے انہیں دونوں جہانوں میں سرخروئی عطا فرمائی۔

☆ خلافتِ اولیٰ سے قبل حضرت سیدنا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بے تکلف تھے اور گھنٹوں گفتگو کرتے رہتے تھے۔ لیکن قیامِ خلافت کے بعد آپ نہایت ادب سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں بیٹھتے اور ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے اور آہستہ آواز سے کلام کرتے تھے اور آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرنا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے تھے۔ بلکہ کوئی قدم آپ کی اجازت کے بغیر اٹھانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور جماعتی حالات سے آپ کو ہمیشہ باخبر رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ فرماتے ہیں: ”خلافت اولیٰ کے زمانہ میں مَیں نے دیکھا کہ جو احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔“ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی ایک تقریر میں جو آپ نے احمدیہ بلڈنگز لاہور میں کی فرمایا: ”میاں محمود بالغ ہے...... وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔“

احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ اپنے پیارے امام کی آواز پر جہاں صحابہؓ نے لبیک کہا وہاں صحابیاتؓ نے بھی دلی جوش سے ہر طرح کی قربانی پیش کر کے اپنے ایمانی جذبہ اور خلوص کا شاندار مظاہرہ کیا۔ یہ نقوش جہاں اَنمٹ ہیں وہاں قابلِ صد افتخار بھی ہیں۔ انہی نقوشِ پا پر چلتے چلتے آج احمدی مستورات ایک ایسے مقام پر آ پہنچی ہیں جہاں باقی دنیا کی عورتیں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔

☆ ایک مرتبہ حضرت اُمُّ المومنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو کہلا بھیجا کہ خدائے تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کا کوئی کام کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک طالب علم کی پھٹی پرانی رضائی مرمت کے لئے بھجوا دی۔ حضرت امّاں جان نے بشاشتِ قلب سے اس رضائی کی مرمت اپنے ہاتھ سے کی اور اسے درست کر کے واپس بھجوا دیا۔ مرمت شدہ رضائی واپس کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے طالب علم کو فرمایا کہ اپنے کپڑے صاف رکھا کرو۔ (تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 326)

یہ ہدایت اور نصیحت تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کی۔ طالب علم اس قسم کی غفلت تو کیا کرتے ہیں۔ مگر اس واقعہ میں حضرت امّ المومنین کی سیرت پر غور کریں کہ ایک نہایت گندی اور دریدہ رضائی کی مرمت آپ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حکم کی تعمیل میں کر رہی ہیں۔ رضائے مولا کیلئے اور خلافت سے عشق و محبت کی یہ طلب اور تڑپ جس دل میں ہو اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہی تو وہ دل ہیں جو خدا تعالیٰ کا عرش ہوتے ہیں۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ 18 نومبر 1910ء کو گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ پوری جماعت کے لئے دل ہلا دینے والا حادثہ تھا جس نے سب کو تڑپا دیا۔ صحابہ اور صحابیاتؓ حضرت مسیح موعودؑ دیوانہ وار اپنے محبوب آقا کی عیادت کے لئے کھنچے چلے آئے۔ جو نہ آ سکے وہ بکثرت خطوط لکھتے رہے۔ صحابہؓ کی جماعت نے خلیفہء وقت سے اس موقع پر جس فدائیت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں: ”مجھ پر جو ابتلاء اس وقت آیا ہے...... اللہ تعالیٰ نے بہت سے دلوں کی حالت کو جن کے ساتھ محبت میرے لئے ضروری تھی مجھ پر ظاہر فرما دیا۔ اس بیماری میں جو خدمت

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

واقفین زندگی جن کے سپرد جماعت کی خدمت کا کام ہے جن میں مربیان پہلے نمبر پر ہیں اپنی صحت کے قائم رکھنے اور سخت جانی پیدا کرنے کے لئے ورزش یا سیر کی باقاعدہ عادت ڈالیں۔ دوسرے ان مغربی ممالک میں غیر صحتمند غذا بھی بڑی عام ہے جس کو یہ لوگ خود بھی junk food کہتے ہیں۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بہرحال ہمیں صحتمند واقفین زندگی اور مربیان چاہئیں۔ اس لحاظ سے انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی صحت کے حوالے سے لاپرواہ اور سست نہ ہوں تا کہ اپنے کام کو احسن رنگ میں سرانجام دے سکیں۔

بعض دفعہ دینی خدمت کے لئے آواز کو بلند کرنا پڑتا ہے اس لئے اس لحاظ سے بھی جن کے سپرد یہ کام ہے ان کو اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔

حقیقت میں نیکیوں میں بڑھنے والے اور اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق قائم رکھنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو ماں کی طرح فکرمند رہتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں، دعاؤں میں کمی کہیں ان کی کسی کمزوری اور معصیت کے نتیجہ میں نہ ہو۔ اس وجہ سے انہیں ایسا روحانی مریض نہ بنا دے جو ناقابل علاج ہو جس کی بیماری بہت پھیل چکی ہو۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے محسنوں اور ان کی اولادوں کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں۔ خوشی اور غمی کے موقع پر ان کو محسوس کرنا چاہئے اور افراد جماعت کے لئے عمومی طور پر بھی ہمارے خوشی اور غمی کے اظہار ہونے چاہئیں کیونکہ جماعت بھی ایک وجود ہے اور اسی وقت احساس پیدا ہوتا ہے جب ہم ہر فرد جماعت کے درد کو اور اس کی خوشی کو محسوس بھی کریں اور یہ چیز ہے جو جماعت میں اکائی پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

بعض لوگ بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ اخباروں میں اشتہار دینے کا کیا فائدہ۔ اشتہار دینے کا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ان اخباروں کی سرکولیشن سے جماعت کا تعارف لوگوں میں پہنچتا ہے جبکہ لٹریچر آپ بڑی مشکل سے دو مہینے میں جتنا تقسیم کرتے ہیں بعض دفعہ ایک اخبار سے ایک دن میں وہ خبر اس سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جاتی ہے۔ آجکل اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخباروں کے ذریعہ جماعت کا تعارف ہوتا ہے جیسا کہ میں نے کہا بہت جگہ پہ ہو رہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ بعض روایات کا تذکرہ اور اسی حوالہ سے احباب کو نصائح

مکرم ڈاکٹر ادریس بنگورا صاحب نائب امیر اوّل سیرالیون اور مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم خالد سیف اللہ خان صاحب نائب امیر آسٹریلیا کی وفات۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22/جولائی 2016ء بمطابق 22 وفا 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔ لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محنت و مشقت کی عادت اور صحت کے قائم رکھنے اور جسم کو چست رکھنے کے لئے کیا آپ کا معمول تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ نہایت محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کسی سفر پر جانا پڑتا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پاپیادہ بیس پچیس میل کا سفر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے بلکہ اکثر اوقات آپ پیادہ ہی سفر کرتے۔ پیدل سفر کرتے تھے اور سواری پر کم چڑھتے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی اور ستّر سال سے متجاوز عمر میں جبکہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اکثر روزانہ ہواخوری کے لئے جاتے اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے اور بڑھاپے سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر سیر کے لئے چل پڑتے تھے اور وڈالہ تک پہنچ کر (جو بٹالہ کی سڑک پر قادیان سے تقریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے وہاں جا کر) صبح کی نماز کا وقت ہوتا۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز اردو نومبر 1916ء جلد 15 نمبر 11 صفحہ 402)

پس یہ نمونہ ہے ہمارے لئے، خاص طور پر واقفین زندگی کے لئے جن کے سپرد جماعت کی خدمت کا کام ہے جن میں مربیان پہلے نمبر پر ہیں کہ اپنی صحت کے قائم رکھنے اور سخت جانی پیدا کرنے کے لئے ورزش یا سیر کی باقاعدہ عادت ڈالیں۔ اگر وقت کی کمی کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے سیر نہیں کر سکتے تو کچھ وقت ورزش کے لئے ضرور نکالنا چاہئے۔ بعض مربیان جو ابھی نوجوان ہیں ان کے جسم بتا رہے ہوتے ہیں کہ ورزش نہیں کرتے۔ جب پوچھو تو کہتے ہیں کہ ورزش کرتے تھے۔ کچھ عرصے سے چھوڑی ہوئی ہے۔ جتنے بڑے کام ہمارے مبلغین کے سپرد ہیں، مربیان کے سپرد ہیں انہیں اپنے آپ کو چست اور صحتمند رکھنے کے لئے ورزش کی طرف باقاعدہ توجہ دینی چاہئے۔ ہمارے باہر کے جامعات کے مربیان اپنی تعلیم مکمل کر کے کچھ عرصہ ٹریننگ کے لئے ربوہ بھی جاتے ہیں وہاں ان کے طبی معائنے بھی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر نوری صاحب جو وہاں دل کے سپیشلسٹ ہیں انہوں نے مجھے لکھا کہ ماشاء اللہ ہر لحاظ سے بڑے اچھے مربیان ہیں لیکن ان میں بہت سے ایسے تھے جو وزن کے لحاظ سے خطرناک حد تک زائد وزن رکھتے ہیں۔ ان کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ میدان عمل میں جا کر تو اور بھی زیادہ اس لحاظ سے عدم توجہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پس ایک تو ہمارے مربیان اور واقفین زندگی کو کسی نہ کسی قسم کی ورزش ضرور کرنی چاہئے اور دوسرے

ان مغربی ممالک میں غیر صحت مند غذا ابھی بڑی عام ہے جس کو یہ لوگ خود بھی جنک فوڈ (junk food) کہتے ہیں۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ پس اس کا بھی خیال رکھیں۔ اگر اکیلے ہیں اگر فیملیاں ساتھ نہیں بھی تو بعض دفعہ جہاں جہاں مشن ہاؤس میں ہیں وہاں اتنا وقت تو مل ہی جاتا ہے کہ تھوڑا بہت کھانا پکانا بھی مربی کو آنا چاہئے۔ بہرحال اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ یہ میں صرف آپ کو نصیحت نہیں کر رہا بلکہ مَیں خود بھی اللہ کے فضل سے باقاعدہ ورزش کرتا ہوں۔ سائیکل ایکسر سائز پہ یا دوسری مشینوں پہ۔ خدا تعالیٰ ابھی تک تو توفیق دے رہا ہے۔ بہرحال ہمیں صحتمند واقفین زندگی اور مربیان چاہئیں۔ اس لحاظ سے انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی صحت کے حوالے سے لاپرواہ اور سست نہ ہوں تا کہ اپنے کام کو احسن رنگ میں سرانجام دے سکیں۔

ایک اور واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے حضرت مصلح موعود نے بیان کیا ہے۔ آجکل تو لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے ذریعہ سے ہم اپنی آواز ہر جگہ پہنچا لیتے ہیں اور اس وجہ سے ہم میں سے بہت سوں کو زیادہ اونچا بولنے کی عادت نہیں رہی یا ایک حد تک اونچا بول سکتے ہیں۔ خاص طور پر جو واعظین ہیں، مربیان ہیں جب میدان عمل میں جاتے ہیں تو بعض دفعہ تبلیغ کرنی پڑتی ہے ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان کو اونچا بولنے کی پریکٹس کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ ساؤنڈ سسٹم مہیا نہیں ہوتے خاص طور پر غریب ممالک میں۔ پرانے زمانے میں آواز پہنچانے کا ذریعہ نہیں تھا۔ مجمع کو آواز پہنچانے کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑتی تھی۔ بڑا مشکل تھا۔ اور اس لئے لوگ پریکٹس بھی کرتے تھے تا کہ آواز اونچی کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عام حالات میں تو بڑا دھیمی آواز میں مخاطب ہوا کرتے تھے لیکن بوقت ضرورت جب دنیا کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرنا ہو اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوتی تھی اس کا ایک نقشہ حضرت مصلح موعود نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں جب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو لاہور کا سب سے وسیع ہال (جہاں لیکچر دینا تھا) آدمیوں سے بھرا ہوا تھا اور اس قدر اژدہام تھا کہ دروازے کھول دیئے بلکہ باہر قناتیں لگائی گئیں اور وہ بھی سامعین سے بھر گئیں۔ فرماتے ہیں کہ شروع میں تو جیسا کہ عام قاعدہ ہے آپ کی آواز ذرا مدھم تھی اور بعض لوگوں نے کچھ شور بھی کیا مگر بعد میں جب آپ بول رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے کوئی بگل بجایا جا رہا ہے اور لوگ مبہوت بنے بیٹھے تھے۔ تو فرماتے ہیں کہ آواز کی بلندی دینی خدمات کے اہم حالات میں سے ہے۔“

(الفضل 2 مارچ 1960ء جلد 46/14 نمبر 49 صفحہ 2)

بعض دفعہ دینی خدمت کے لئے آواز کو بلند کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے بھی جن کے سپرد یہ کام ہے ان کو اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔

بعض دفعہ بعض لوگ بڑی فکر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہماری نیکی کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی۔ بڑی فکر ہے یہ اس لحاظ سے بڑی اچھی بات ہے کہ انسان اپنا جائزہ لیتا رہے کہ یہ حالت جو مجھ میں نیکی کی کمی کی ہے یا نیکی میں جو شوق یا عبادات میں جو شوق پہلے تھا اس میں جو کمی ہے اس کا یہ جائزہ لیتا رہے کہ یہ کیوں ہوئی اور یہ فکر ہو کہ زیادہ دیر نہ رہے اور اس کے علاج کی فکر کرے۔ تو بہرحال یہ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ کوئی برائی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ نیکی اور کم نیکی کی جو حالت ہے وہ آتی جاتی رہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ایک شخص آیا۔ آپ کے ایک صحابی آئے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو منافق ہوں۔ میں جب آپ کے پاس مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری حالت اور ہوتی ہے اور جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا ہوں تو میری حالت اور ہوتی ہے۔ یعنی نیکی کی اور دلی پاکیزگی کی حالت وہ نہیں رہتی جو آپ کی صحبت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو مومن کی علامت ہے۔ تم منافق نہیں ہو۔

(ماخوذ از سنن الترمذی ابواب القیامة والرقائق باب منه حدیث 2514)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا جو اثر ہے ظاہر ہے آپ کی قوت قدسی اور آپ کی صحبت نے وہ اثر تو ڈالنا تھا اور ڈالا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جو پاک دل ہو کر آ کر بیٹھتے تھے، کچھ سیکھنے کے لئے بیٹھتے تھے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کے درجے بلند کرنے کے لئے بیٹھتے تھے ان پر اثر ہوتا تھا۔ اور پھر باہر جا کر اس میں کمی بھی ہوتی تھی۔ لیکن بہرحال ان صحابی کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف تھا۔ اخلاص تھا۔ اس لئے ان کو فکر پیدا ہوئی کہ نیکی میں کمی کی حالت کہیں لمبی نہ ہوتی چلی جائے اور ہوتے ہوتے مجھے دین سے دور نہ کر دے۔ میرے اندر کوئی منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ سوچ تھی صحابہ کی اور جب یہ احساس ہوتا ہے تو پھر انسان دعا اور استغفار سے اپنی حالت بہتر کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض بچوں کی صحت عموماً ماؤں کے وہم کی وجہ سے ٹھیک رہتی ہے۔ بچے کو ذرا سی بھی تکلیف ہو تو ماں اسے انتہائی سمجھ لیتی ہے کہ پتا نہیں کیا ہو گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کا توجہ سے علاج کرواتی ہے اور بچہ بیماری کے مزمن ہو جانے سے بچ جاتا ہے۔ (زیادہ بڑھنے سے اور خطرناک ہونے سے بچ جاتا ہے۔) لیکن بعض مائیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں بچہ کی بیماری کا اس وقت علم ہوتا ہے جب وہ مزمن شکل اختیار کر لیتی ہے اور علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ غرض ماں کا وہم بھی بچے کی صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی ذات میں اس قسم کا وہم کہ شاید یہ کوئی بیماری نہ ہو بہت مفید ہے۔ (مثلاً روحانیت کا جہاں تک تعلق ہے اگر روحانیت میں کوئی کمی پیدا ہوتی ہے، عبادات میں کمی پیدا ہوتی ہے، کسی نیکی کے کرنے میں کمی پیدا ہوتی ہے اور یہ وہم ہو جائے کہ مَیں خدا تعالیٰ سے بالکل دُور تو نہیں ہٹ رہا تو ایسا وہم بھی مفید ہوتا ہے۔) فرمایا کہ اس طرح انسان خطرے کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے حملے سے محفوظ کر لیتا ہے۔“ (ماخوذ از الفضل 7 اگست 1949ء جلد 3 نمبر 180 صفحہ 4)

پس حقیقت میں نیکیوں میں بڑھنے والے اور اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق قائم رکھنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو ماں کی طرح فکرمند رہتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں دعاؤں میں کمی کہیں ان کی کسی کمزوری اور معصیت کے نتیجہ میں نہ ہو۔ اس وجہ سے انہیں ایسا روحانی مریض نہ بنا دے جو ناقابل علاج ہو جس کی بیماری بہت پھیل چکی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تو وہ خوش قسمت تھے کہ جب اپنی حالت پر غور کر کے فکرمند ہوتے تو آپ کی صحبت میں چلے جاتے تھے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے اپنا علاج کر لیتے تھے۔ لیکن ہمیں تو اس فکر میں رہتے ہوئے اپنی عبادتوں، دعاؤں اور استغفار کے ذریعہ کو ہمیشہ اختیار کئے رکھنا چاہئے اور اس ذریعہ سے اپنا علاج کرتے رہنا چاہئے۔ اگر ہمارا وہم بھی ہو تو یہ وہم بھی لاپرواہی کی نسبت بہتر ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لاپرواہی خدا تعالیٰ سے دور لے جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ دین سے بھی ہم دور ہٹ جاتے ہیں۔ پھر ناقابل علاج روحانی مریض بن جاتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے بہت توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ خوشی اور غمی کا تعلق احساسات سے ہے۔ مثلاً اگر کسی گھر میں شادی ہے تو وہ شادی کی اس خوشی کے لئے اگر قرض بھی لینا ہو تو قرض لے کر وہ خوشی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے قریبی بھی اس خوشی میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن جن کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ان کے لئے اس شخص کا خوشی کرنا یا اس کے خاندان والوں کا خوشی کرنا یا اس کے قریبیوں کا خوشی کرنا اور اس کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا یا قرض لینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ان کو اس سے کیا غرض ہے کہ کوئی خوشی مناتا ہے یا نہیں یا قرض لے کے مناتا ہے یا نہیں مناتا۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے خاندان کا کفیل ہو اگر وہ مر جائے تو گھر میں ایک ماتم ہوتا ہے لیکن دوسرے جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ان کے لئے اس کا فوت ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہزاروں لوگ روزانہ مرتے ہیں، وفاتیں ہوتی ہیں، اطلاعیں آتی ہیں لیکن جن کو ہم جانتے نہیں باوجود ان کے بارے میں علم میں آنے کے ان کا احساس نہیں ہوتا۔ جبکہ اپنا اگر کوئی قریبی فوت ہو تو بڑی شدت سے اس کا احساس ہوتا ہے۔ پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو لوگوں کے لئے بڑی تکلیف کا باعث بنے ہوتے ہیں۔ ظالم ڈاکو ہیں، دہشت گرد ہیں جن کے مرنے سے ایک طبقے کو افسوس کے بجائے خوشی ہو رہی ہوتی ہے لیکن ان کے قریبیوں کو اس کا غم بھی ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”یہ احساسات کا عجیب سلسلہ ہے اس پر غور کرنے سے عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ایک بات ایک کے لئے خوشی کی گھڑی اور راحت کی واحد ساعت ہوتی ہے مگر دوسرے کے لئے ماتم کا اثر رکھتی ہے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو نہ کسی کی خوشی میں حصہ ہوتا ہے نہ غم میں۔ (فرماتے ہیں کہ) یہ مضمون مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک فقرے میں سکھایا تھا۔ (فرماتے ہیں کہ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے۔ (اس میں بھی ہمارے ان لوگوں کے لئے جن کے سپرد دین کے کاموں کی ذمہ داری ہے ایک سبق یہ بھی ہے کہ ان کو باقاعدہ اخبار بھی پڑھنے چاہئیں اور چھوٹی چھوٹی خبروں کو بھی دیکھ لینا چاہئے۔ بہرحال فرماتے ہیں آپ باقاعدہ اخبار پڑھا کرتے تھے۔) ایک دن 1907ء کی بات ہے۔ اخبار پڑھتے ہوئے مجھے آواز دی۔ ”محمود!“ یہ آواز اس طرح دی کہ جیسے کوئی جلدی کا کام ہوتا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مصلح موعود کو آواز دی اور ایسی آواز تھی جیسے کوئی جلدی کا کام ہوتا ہے۔ کہتے ہیں) جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے خبر سنائی۔ ایک شخص (مجھے اس کا نام یاد نہیں کہ وہ) مر گیا ہے۔ (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں) اس پر میری ہنسی نکل گئی اور میں نے کہا مجھے اس سے کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس کے گھر میں تو ماتم پڑا ہو گا اور تم کہتے ہو مجھے کیا؟۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں) اس کی کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلق نہ ہو اس کے رنج کا اثر نہیں ہوتا“۔ اور اسی طرح اگر کوئی خوشی کی بات ہے تو اس خوشی کا اثر نہیں ہوتا۔ یہ بات حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیان فرمائی تو یہ اس موقع کی بات ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بیٹے میاں عبدالسلام صاحب کے نکاح کا موقع تھا اور پھر حضرت مصلح

موعود نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ زندہ ہوتے تو کس طرح خوشی مناتے۔ خود کس قدر دعائیں کرتے اور اس وجہ سے دوسروں کو بھی کس قدر دعاؤں کی تحریک ہوتی۔ فرمایا یہ موقع اور یہ سوچ ہمارے دلوں میں خاص حرکت پیدا کرتی ہے۔ کسی پیارے کے قریبی کی خوشی کا موقع ہو تو یہ خاص حرکت پیدا کرتی ہے۔ یہ سوچ خاص حرکت پیدا کرتی ہے۔ کس طرح وہ ہمارا پیارا اپنے قریبیوں کے لئے دعا کرتا ہوگا اور فرماتے ہیں کہ یہ بات خوشی کی لہر ہمارے جسم میں سر سے پیر تک دوڑاتی ہے۔

(الفضل 2 نومبر 1922ء جلد 10 نمبر 35 صفحہ 5)

پس اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے محسنوں اور ان کی اولادوں کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں۔ خوشی اور غمی کے موقع پر ان کو محسوس کرنا چاہئے اور افراد جماعت کے لئے عمومی طور پر بھی ہمارے خوشی اور غمی کے اظہار ہونے چاہئیں کیونکہ جماعت بھی ایک وجود ہے اور اسی وقت احساس پیدا ہوتا ہے جب ہم ہر فرد جماعت کے درد کو اور اس کی خوشی کو محسوس بھی کریں اور یہ چیز ہے جو جماعت میں اکائی پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اطاعت کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ”حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مجھے یاد ہے (کہ) وہ عبدالحکیم مرتد پٹیالوی سے جب وہ احمدی تھا بہت محبت کیا کرتے تھے اور وہ بھی آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا یہاں تک کہ جب اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی تو اس وقت بھی اس نے یہی لکھا کہ آپ کی جماعت میں (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں) سوائے مولوی نورالدین صاحب کے اور کوئی نہیں جو صحابہ کا نمونہ ہو۔ یہ شخص بیشک ایسا ہے جو جماعت کے لئے قابل فخر ہے۔ (حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ) عبدالحکیم پٹیالوی نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی اور اس میں بہت کچھ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ کر لکھا تھا۔ جب عبدالحکیم نے اپنے ارتداد کا اعلان کیا تو میں نے دیکھا آپ نے گھبرا کر اپنے شاگردوں کو بلایا (یعنی حضرت خلیفہ اول نے فوری طور پر اس کے ارتداد کے اعلان پہ اپنے شاگردوں کو بلایا) اور ان سے فرمایا کہ جاؤ اور جلدی میرے کتب خانے میں سے عبدالحکیم کی تفسیر نکال دو۔ (جو تفسیر اس نے لکھی تھی وہ آپ کی لائبریری میں پڑی ہوئی تھی ان سے کہا وہاں سے فوراً نکال دو۔ فرمایا کہ) ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے مجھ پر خدا کی ناراضگی نازل ہو۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) حالانکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر تھی اور اس کی بہت سی آیات کی تفسیر اس (شخص) نے خود آپ سے (یعنی حضرت خلیفہ اول سے) پوچھ کر لکھی تھی مگر اس وجہ سے کہ اس پر خدا کا غضب نازل ہوا (اس نے ارتداد اختیار کیا) اس کی لکھی ہوئی تفسیر کو بھی آپ نے اپنے کتب خانے سے نکلوا دیا اور اپنے ذوق کے مطابق سمجھا کہ یہ کتاب دوسری کتب کے ساتھ مل کر ان کو پلید کر دے گی۔“

(الفضل 21 جون 1944ء جلد 22 نمبر 143 صفحہ 1)

پس یہ دینی غیرت اور خدا تعالیٰ کا خوف ہے جو ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔

پھر بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ جماعتی طور پر مثلاً کسی کو سزا ملی ہے یا کسی شخص کے خلاف کارروائی ہوئی ہے تو وہ اپنے متعلق کہتا ہے کہ میرے خلاف جو فلاں کارروائی ہوئی ہے غلط ہوئی ہے اور فلاں شخص کے خلاف نہیں ہوئی اور اس کی حمایت کی گئی ہے۔ اس قسم کے اعتراض کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہر زمانے میں ایسے اعتراض ملتے ہیں۔ آج بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ پہلے بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

”حقیقت یہ ہے کہ نظام کی درستی کے لئے اتحاد خیالات کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک اختلاف بڑا نظر آئے لیکن اگر وہ کسی فتنے کا موجب نہ ہو تو اس اختلاف رکھنے والے کو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن ایک دوسرا شخص خواہ اس سے کم اختلاف رکھتا ہو لیکن اس کا اختلاف کسی فتنے کا موجب ہو تو اسے جماعت سے نکال دیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ ایک دوست نے پوچھا کہ میں ابھی شیعیت سے نکل کر (شیعہ تھا میں۔ اور شیعیت سے نکل کر) آیا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھتا ہوں (کیونکہ میرے پہ شیعیت کا اثر زیادہ ہے۔) پس کیا اس عقیدے کے ہوتے ہوئے میں آپ کی بیعت کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں لکھا کہ آپ بیعت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ چند آدمیوں کو (سزا کے طور پر) قادیان سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور ان کے بارے میں اشتہار بھی شائع کیا مگر وجہ صرف یہی تھی کہ وہ پنجوقتہ نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔“ (حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ) اب بتاؤ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھنے اور حقہ پینے میں کونسی بات بڑی ہے۔ لازماً ہر شخص یہی کہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھنا بڑی بات ہے اور حقہ پینا چھوٹی بات ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بڑا اختلاف رکھنے کے باوجود ایک شخص کو اپنی بیعت کی اجازت دے دی اور حقہ پینے اور ہنسی ٹھٹھا میں مشغول رہنے پر دوسروں کو مرکز سے چلے جانے کی ہدایت فرمائی۔ حالانکہ (آپ بیان فرماتے ہیں) ایک دعوت کے موقع پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ ترکوں کا سفیر حسین کامی جب قادیان میں آیا اور اس کے لئے دعوت کا انتظام کیا گیا۔ (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ) میں اس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مجلس میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ یہ لوگ سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے کوئی انتظام نہ کیا تو اسے تکلیف ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایسی حرام چیزوں میں سے نہیں جیسے شراب وغیرہ ہوتی ہے۔ پس آپ نے وہ چیز جو اس قسم کی حرمت نہیں رکھتی جیسی شراب اپنے اندر حرمت رکھتی ہے استعمال کرنے پر تو ایک شخص کو جماعت سے خارج کر دیا اور وہ جس نے یہ کہا تھا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علیؓ کو افضل سمجھتا ہوں باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں اسے بیعت کرنے کی اجازت دے دی۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) درحقیقت بعض باتیں وقتی فتنے کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہیں حالانکہ وہ اصل میں چھوٹی ہوتی ہیں اور بعض باتیں وقتی فتنے کے لحاظ سے چھوٹی ہوتی ہیں حالانکہ اصل میں وہ بڑی ہوتی ہیں۔

پس وقتی فتنے کے لحاظ سے کبھی بڑی بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی بات پر ایکشن لے لیا جاتا ہے مگر ان لوگوں نے (جو اعتراض کرنے والے ہیں) کبھی عقل سے کام نہیں لیا۔ ان کا مقصد صرف اعتراض کرنا ہوتا ہے۔“

(الفضل 13 ستمبر 1961ء جلد 50/15 نمبر 211 صفحہ 4)

اور بہت سارے لوگ دوسرے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ ان کے کچھ حمایتی پیدا ہو جاتے ہیں جن کو سزا ملتی ہے۔ ان کو پتا نہیں ہوتا کہ اصل بات کیا ہے کس وجہ سے سزا مل رہی ہے؟ تو اس لحاظ سے بلاوجہ دخل اندازیاں نہیں کرنی چاہئیں یا کسی کی سفارشیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ہاں جب نظام سمجھتا ہے جائزہ لیا جاتا ہے تو پھر ان کی معافی بھی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے معترضین جیسا کہ میں نے کہا آجکل بھی ہیں۔ غلط کام کرتے ہیں اور سزا ملے تو بجائے اصلاح کے مزید نظام کے خلاف بھی بولتے ہیں اور پھر یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے کہ ہم جیسے بھی ہیں ویسے ہی رہیں گے اس کے باوجود نظام جماعت ہمیں اپنا حصہ بنائے، ہم نے اصلاح نہیں کرنی۔

یہاں دوبارہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشک ترک سفیر کے لئے تو اس کی ضرورت کی چیز منگوا دی جو حرام تو نہیں جیسا کہ واقعہ میں بھی لکھا ہوا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقہ نوشی وغیرہ بڑی ناپسند تھی اور بعض دفعہ آپ نے اس سے بڑی نفرت کا اظہار کیا ہے۔

تبلیغ کے لئے کیا ذرائع استعمال کرنے چاہئیں اور کس طرح کرنی چاہئے اس بارے میں ایک موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”اس وقت نظارت دعوت و تبلیغ پمفلٹ کے ذریعہ تبلیغ کرتی ہے۔ (پمفلٹ تقسیم کئے جاتے ہیں، بروشر تقسیم کئے جاتے ہیں) لیکن پمفلٹ ایسی چیز ہے جس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھایا جا سکتا۔“ آپ فرماتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعہ ہوتی تھی۔ وہ اشتہارات دو چار صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے ملک میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی۔ اس زمانے کے لحاظ سے کثرت کے معنی ایک دو ہزار کی تعداد کے ہوتے تھے۔ بعض اوقات دس دس ہزار کی تعداد میں بھی اشتہارات شائع کئے جاتے تھے لیکن (فرماتے ہیں کہ) اب ہماری جماعت بیسیوں گنا زیادہ ہے۔ اب اشتہاری پروپیگنڈہ یہ ہوگا کہ اشتہارات پچاس پچاس ہزار بلکہ لاکھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں پھر دیکھو کہ یہ اشتہارات کس طرح لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اب تو بعض جگہ بعض خبریں کئی کئی لاکھ تک پہنچ جاتی ہیں، ملینز تک پہنچ جاتی ہیں اور اس کا اثر دوسرے ملکوں پر بھی ہوتا ہے۔ اب امریکہ سے ہی ایک اطلاع ہے کہ سویڈن کی نیوز ایجنسی ہے

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

یا ٹیلیویژن ہے انہوں نے وہاں ہمارے نمائندے سے رابطہ کیا کہ سویڈن میں اسلام کے بارے میں اب کافی توجہ پیدا ہورہی ہے تو ہم نے بھی اس لحاظ سے آپ کا انٹرویو لینا ہے کہ سنیں یہ کیا چیز ہے۔ یہ کس وجہ سے ہے؟ یہ بھی اللہ جانتا ہے۔ تو اس طرح بھی توجہ پیدا ہورہی ہے۔ میرے دورے کے دوران بھی وہاں لاکھوں لوگوں تک پیغام پہنچا۔ تو بہرحال اشتہارات کے ذریعہ سے یا خبروں کے ذریعہ سے یا پریس کے ذریعہ سے بہت وسیع پیمانے پر پیغام پہنچتا ہے جو عام لٹریچر کے ذریعہ سے (انسان) نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ''اگر اشتہارات پہلے سال میں بارہ دفعہ شائع ہوتے تھے تو اب خواہ سال میں تین دفعہ کر دیا جائے اور صفحات دو چار پر لے آئیں لیکن وہ لاکھ لاکھ دو دو لاکھ کی تعداد میں شائع ہوں تو پتا لگ جائے گا کہ انہوں نے کس طرح حرکت پیدا کی ہے''۔

(الفضل 11 جنوری 1952ء جلد 40/6 نمبر 10 صفحہ 4)

اور اب ہم دیکھتے بھی ہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں تو حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے بعض لوگ جو بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ اخباروں میں اشتہار دینے کا کیا فائدہ؟۔ (انہیں بتا رہا ہوں کہ) اشتہار دینے کا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ان اخباروں کی سرکولیشن سے جماعت کا تعارف لوگوں میں پہنچتا ہے جبکہ لٹریچر آپ بڑی مشکل سے دو مہینے میں جتنا تقسیم کرتے ہیں ایک اخبار سے ایک دن میں وہ خبر بعض دفعہ اس سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جاتی ہے۔ آجکل اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخباروں کے ذریعہ جماعت کا تعارف ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا بہت جگہ پہ ہورہا ہے۔

جماعت کا پریس اور میڈیا کا جو شعبہ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں بڑا کردار ادا کر رہا ہے اور یہ وسیع پیمانے پر دنیا میں ہر جگہ ہورہا ہے۔ پس شعبہ تبلیغ کا بھی کام ہے کہ اس تعارف سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اسلام کے حقیقی پیغام کو اس ذریعہ سے پھر آگے پہنچاتے رہیں۔ یہ نہ ہو کہ ایک دفعہ اخبار میں آگیا اور ختم ہوجائے بلکہ آگے پھر شعبہ تبلیغ کا بھی کام ہے کہ اس ذریعہ کو تبلیغ کے لئے بھی استعمال کریں۔ اس تعارف کو تبلیغ کے لئے بھی استعمال کریں اور اس کے لئے نئے نئے راستے ڈھونڈیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ بچوں کی تربیت کے لئے ایک مضمون لکھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کہانی کا ذکر کیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''جناب امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 5 ستمبر 1898ء کو بعد نماز عصر میری درخواست پر مجھے مندرجہ ذیل کہانی سنائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا اور سچا تقویٰ انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود اس کا کفیل ہوجاتا ہے اور ایسے طور اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں سفر پر جا رہے تھے اور ایک جنگل میں ان کا گزر ہوا جہاں ایک چور رہتا تھا اور جو ہر آنے جانے والے مسافر کو لُوٹ لیا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے موافق اس بزرگ کو بھی لُوٹنے لگا۔ بزرگ موصوف نے اسے فرمایا کہ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الذاریات:23) ''(یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو بشرطیکہ نیکیوں پہ قائم رہو۔) فرمایا کہ ''تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے۔ تم خدا پر بھروسہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ چوری چھوڑ دو خدا تعالیٰ خود تمہاری ضرورتوں کو پورا کر دے گا۔ چور کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے بزرگ موصوف کو چھوڑ دیا اور ان کی بات پر عمل کیا۔ (آگے کہانی کا قصہ یہ ہے کہ) یہاں تک کہ سونے چاندی کے برتنوں میں اسے عمدہ عمدہ قسم کے کھانے ملنے لگے۔ (کہاں تو وہ چوریاں کیا کرتا تھا اور کہاں چوری چھوڑ کے جب اللہ تعالیٰ پر توکل کیا تو کہانی یہ ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں میں اسے کھانا ملنے لگا۔) وہ کھانے کھا کر برتنوں کو اپنی جھونپڑی کے باہر پھینک دیتا تھا۔ اتفاقاً پھر وہی بزرگ کبھی ادھر سے گزرے تو اس چور نے جو اَب بڑا نیک بخت اور متقی ہوگیا تھا اس بزرگ سے ساری کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھے کوئی اور آیت بتلاؤ۔ تو بزرگ موصوف نے فرمایا کہ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (الذاریات:24) کہ یعنی آسمان اور زمین کے ربّ کی قسم یقیناً یہ حق ہے۔ یہ پاک الفاظ سن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال کا خیال کرکے تڑپ اٹھا اور اسی میں جان دے دی''۔

توحضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ دس سال کے ایک بچے کو یہ کہانی سنائی اور پھر وہ آگے مضمون میں بچوں کو ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ ''تقویٰ اختیار کرنے سے کیسی دولت نصیب ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ جو زمین اور آسمان کے رہنے والوں کی پرورش کرتا ہے کیا اس کے ہونے میں کوئی شک ہے۔ وہ پاک اور سچا خدا ہے جو ہم سب کو پالتا ہے پوستا ہے۔ پس اسی خدا سے ڈرو۔ اس پر بھروسہ کرو اور نیک بختی اختیار کرو''۔ (الحکم 6، 13 ستمبر 1898ء جلد 2 نمبر 27-26 صفحہ 11)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بچوں کی یہ حالت تھی کہ ان کو یہ سبق دیئے جاتے تھے جو آجکل کے بڑوں کے لئے سمجھنے میں مشکل ہیں۔ پس ہمیشہ ہم میں سے ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے کہ تقویٰ پر چلنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا یقین ہو اور اس پر قائم ہوں کہ وہی ہے جو ہماری پرورش کرنے والا ہے۔ وہی ہے جو ہمیں پالتا پوستا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی پاک اور سچا خدا ہے اور اسی سے ہمیں ڈرنا چاہئے اور اسی سے ہر وقت ہمیں مانگنا چاہئے اور اسی کے آگے ہمیں جھکنا چاہئے اور اسی پر ہمیں ہمیشہ بھروسہ کرنا چاہئے اور یہی نیکی ہے جو ایک مسلمان کے لئے اختیار کرنا ضروری ہے اور جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

پس بڑوں کے لئے بھی اس سبق کی بچوں سے زیادہ اہمیت ہے۔ آجکل کے دور میں جب ہم ان باتوں کو بھولتے جارہے ہیں اور تقویٰ سے بعض دفعہ بعض لوگ جو دُور ہٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کے بجائے لوگوں پہ بھروسہ زیادہ ہوجاتا ہے ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اصل بھروسہ خدا تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ پس اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سب میں یہ تقویٰ پیدا ہو۔

نماز کے بعد میں دو جنازے غائب پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ مکرم الحاج ڈاکٹر ادریس بنگورا صاحب نائب امیر اول سیرالیون کا ہے جو 3 مئی 2016ء کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے بو (Bo) شہر کے سکول میں دوران تعلیم احمدیت قبول کی۔ 1966ء میں مجلس عاملہ کے ممبر بنے اور تا وفات کسی نہ کسی عہدے پر جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ لمبا عرصہ بطور ڈپٹی امیر اول خدمات بجالا رہے تھے۔ کامیاب مبلغ تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ مسجد سے گھر دور ہونے کے باوجود فجر اور مغرب وعشاء کی نمازیں مسجد میں آکر ادا کیا کرتے تھے۔ چھٹی والے دن صبح سے عصر تک کا وقت مسجد میں گزارتے اور قرآن شریف کی تلاوت اور نوافل میں وقت صرف کرتے۔ نماز جمعہ کے پابند اور ایم ٹی اے اور خلیفۂ وقت کا خطبہ بڑی باقاعدگی سے سنتے۔ ہر وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی نہ کوئی کتاب زیر مطالعہ رکھتے۔ مدد کے طالب ہر شخص کی مدد کرتے۔ پیشہ کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر تھے لیکن اس کے باوجود جماعت کے لئے انہوں نے ہمہ وقت زندگی ایک لحاظ سے وقف ہی کی ہوئی تھی۔ عقیل احمد صاحب ریجنل مشنری بو نے لکھا ہے کہ کسی بھی وقت احباب جماعت مدد کی درخواست لے کر آتے اور بجٹ میں گنجائش نظر نہ آتی تو آپ یعنی مشنری ایسے لوگوں کو ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جاتے اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی آپ کے پاس مدد کے لئے آیا ہو اور اس کی مدد نہ کی ہو۔ مرحوم نہایت شفیق ومہربان انسان تھے۔ واقفین زندگی کا بڑی توجہ سے علاج کرتے۔ جو دوائیں میسر ہوتیں اپنے پاس سے دے دیتے اور انہیں دعا کے لئے کہتے۔ غرباء کا مفت علاج کرتے بلکہ آنے جانے کا خرچ بھی خود ادا کیا کرتے تھے۔ بہت سے مریضوں کے ہرنیا کے آپریشن مفت کئے۔ جب صحت ٹھیک نہ رہی اور کوئی مریض آجاتا تو اسے ہسپتال بھیجتے اور فیس خود ادا کرتے تھے۔ آپ کے ذریعہ ایک مخلص احمدی ڈاکٹر الحاج شیخو تامو صاحب نے بیعت کی اور جماعت کو زمین کا ٹکڑا بطور تحفہ پیش کیا۔ جب ڈاکٹر بنگورا صاحب کو پتا چلا کہ یہ بعد میں آکر قربانی میں آگے بڑھ گئے ہیں تو شہر کے درمیان میں مسجد کے لئے ایک جگہ جماعت کو دی۔ اسی طرح مسجد کی تعمیر کے لئے پینتیس ملین لیون کی خطیر رقم بھی دی۔ مرحوم احمدیت کے عاشق اور خلفاء احمدیت کے لئے نہایت اخلاص سے دعائیں کرنے والے بزرگ انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے اور دیگر تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دور دراز ملکوں میں رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب ایمان لائے تو اس میں ترقی کرتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں میں بھی احمدیت کو قائم رکھے اور ہمیشہ وفا کا تعلق رکھے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ خالد سیف اللہ خان صاحب نائب امیر آسٹریلیا کا ہے جو 21 جولائی 2016ء کو آسٹریلیا میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نمازوں کی پابند، دعا گو، تہجد گزار، احمدیت کے لئے غیرت رکھنے والی، خلافت سے انتہائی پیار کا تعلق رکھنے والی، نیک بزرگ خاتون تھیں۔ ہسپتال میں بھی نماز کی فکر رہتی تھی۔ آخری بیماری کی وجہ سے نماز بھول جاتی تھیں تو اپنے خاوند کو کہا کہ میرے ساتھ دہرا دیا کریں (اور اس طرح نماز) پڑھ لیا کرتی تھیں۔ آپ کو بطور صدر لجنہ اماء اللہ آسٹریلیا، صدر لجنہ اماء اللہ لیبیا، اسی طرح پاکستان میں تربیلا اور حلقہ سول لائن لاہور میں خدمت کی توفیق ملی۔ اپنی ٹیم بنا کے کام کیا کرتی تھیں۔ قرآن کریم سے پیار تھا۔ باقاعدگی سے تلاوت کیا کرتی تھیں۔ اپنے بچوں کے علاوہ غیر احمدی بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھانے کی توفیق ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ بڑی فکر سے اپنا چندہ ادا کیا کرتی تھیں۔ حصہ جائیداد اور حصہ آمد جولائی 2016ء تک ادا شدہ تھا۔ پسماندگان میں خاوند کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ سبھی مختلف رنگ میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ان کے ایک بیٹے عمر خالد صاحب یہاں رہتے ہیں اور لندن کے ایک حلقے کے صدر جماعت بھی ہیں۔ ان کے ایک بیٹے آسٹریلیا میں نیشنل سیکرٹری وقف جدید ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی نسلوں میں بھی ہمیشہ اخلاص و وفا قائم رہے۔

جماعت احمدیہ صاموآ (Samoa) کے پہلے جلسہ سالانہ کا انعقاد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

مختلف تعلیمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر۔ مجلس سوال و جواب۔ بیعتیں

(رپورٹ مرتبہ: مستنصر احمد قمر۔ مبلغ سلسلہ۔نیوزی لینڈ)

صاموآ (Samoa)، جنوبی بحر الکاہل کے Polynesian Region میں واقع ایک چھوٹے سے ملک کا نام ہے جو جزائر فجی کے شمال مشرق میں نیوزی لینڈ سے تقریباً ساڑھے تین گھنٹہ کی فلائٹ کی مسافت پر واقع ہے۔ صاموآ، دس چھوٹے بڑے جزائر پر مشتمل ہے جن میں سے صرف چار پر آبادی موجود ہے اور ان کی کل آبادی تقریباً دو لاکھ ہے۔ صاموآ اکثر ویسٹرن صاموآ (Western Samoa) کے نام سے جانا جاتا ہے کیونکہ اس کے کچھ ہی فاصلہ پر کچھ اور جزائر پر مشتمل ایک علیحدہ ملک امریکن صاموآ (American Samoa) واقع ہے جو کہ امریکن Territory شمار ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہاں امریکن ڈالر اور امریکن قوانین بھی رائج ہیں۔ جبکہ ویسٹرن صاموآ میں ان کی اپنی کرنسی صاموئن تالا (Tala) استعمال ہوتی ہے اور یہاں پر گاڑیاں نیوزی لینڈ کی طرح سڑک کے بائیں طرف چلتی ہیں۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ باوجودیکہ ان دونوں ممالک میں صرف پینتیس منٹ کی فلائٹ کا فاصلہ ہے ان کے وقت میں پورے ایک دن کا فرق ہے۔ کیونکہ 2011ء سے صاموآ انٹرنیشنل ڈیٹ لائن کی دوسری طرف آ گیا تھا اور اس طرح وقت کے لحاظ سے صاموآ دنیا میں وہ ملک ہے جہاں پر سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور امریکن صاموآ دنیا میں وہ ملک ہے جہاں سب سے آخر پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

انیسویں صدی میں عیسائیوں نے یہاں پر لندن سے مشنریز بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا۔ انہی کی محنت کی وجہ سے یہاں پر صاموآ کی زبان (Samoan) کے حروف بنائے گئے اور زبان کو تحریری شکل دی گئی اور بالآخر بائبل کا ترجمہ کیا گیا۔ اس طرح اس قوم کو پڑھنے لکھنے کی طرف بھی توجہ ہوئی اور مذہب کی طرف بھی رجحان بڑھا۔ نیز یہاں پر لوکل مشنریز کی ٹریننگ کا انتظام کیا گیا اور بالآخر عیسائیت کا یہاں پر ایسا غلبہ ہؤا کہ اب تقریباً اٹھانوے فی صد آبادی عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ باوجودیکہ اس ملک میں کافی غربت ہے یہاں پر ہر گاؤں میں اور اکثر جگہوں پر کچھ ہی فاصلہ پر بڑے بڑے چرچ نظر آتے ہیں اور اتوار کے روز سب کاروبار اور بازار وغیرہ بند رہتے ہیں اور اکثر فرقوں کے پیروکار اتوار کے روز ہی چرچ جاتے ہیں۔

مذہبی دنیا میں صاموآ کی ایک اور خصوصیت اور شہرت کی وجہ یہ ہے کہ تا حال دنیا میں قائم سات بڑی بہائی عبادتگاہوں میں سے ایک بڑا خوبصورت temple یہاں موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ دنیا کے ہر Continent کیلئے temple بنائے گئے ہیں اور Polynesia کیلئے یہ سنٹر ہے۔ بہائیت سے تعلق رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ صاموآ میں ان کے تقریباً ایک ہزار ماننے والے موجود ہیں۔

صاموآ ایک Tropical ملک ہے اس لئے یہاں پر سال بھر موسم گرم رہتا ہے اور اوسطاً درجہ حرارت بیس سے تیس ڈگری کے درمیان رہتا ہے اور نومبر سے اپریل کے دوران بارش کا season ہوتا ہے۔ یہاں کے کھانے

پینے میں ناریل کے علاوہ کچھ رُوٹ کراپس (Root Crops) مثلاً تارو، بریڈ فروٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ملک کی آمد کا زیادہ تر انحصار سیاحت (Tourism) اور ماہی گیری (Fishing) پر ہے۔

صاموآ (Samoa) میں اسلام احمدیت کا نفوذ اور مختصر تاریخ

1984ء۔1986ء: مکرم مبارک احمد خان صاحب، اعزازی واقف زندگی، بطور ٹیچر Samoa میں تقریباً تین سال قیام پذیر رہے تھے اور ان کی کوششوں سے جنوری 1986ء میں پہلی بیعت ہوئی تھی۔ مکرم مبارک

احمد خان صاحب کے یہاں سے جانے تک تقریباً دس بیعتیں ریکارڈ ہوئی تھیں۔

1987ء۔1988ء کے عرصہ میں مکرم مولانا عبدالعزیز وینس صاحب (امیر و مشنری انچارج فجی) کے دورہ جات کے نتیجہ میں یہاں دو درجن سے زائد بیعتیں ریکارڈ ہوئیں۔ محترم مولانا صاحب کے ذریعہ سے جو پہلے مقامی دوست 1987ء میں اسلام احمدیت میں داخل ہوئے وہ الیکی شوسٹر احمد (Aleki Schuster Ahmed) تھے۔ ان کے ذریعہ مستقبل میں مزید بیعتیں بھی ہوئیں۔ بدقسمتی سے بیعت کرنے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یہ دوسرے مسلمانوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ چنانچہ فجی مسلم لیگ والے 1989ء میں انہیں اسلام کی ٹریننگ کی خاطر چند ماہ کیلئے فجی لے گئے۔ پھر ان کو ٹریننگ کے لئے ملائشیا بھی بھجوایا گیا۔ اسی طرح Aleki صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے بھی گئے۔ تاہم مستقبل میں ان کی حیثیت Samoa میں جماعت کے لئے contact person کے طور پر قائم رہی۔

1992ء۔1994ء: اس عرصہ میں ایک احمدی ڈاکٹر مکرم نصیر الدین صاحب UNDP کے تحت Samoa میں کام کی غرض سے مقیم رہے۔ ان کے ذریعہ جو بیعتیں ماضی میں ہوئی تھیں ان کی تلاش اور رابطہ کی کوشش کی گئی۔ جنوری 1994ء میں Aleki Schuster نے دوبارہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ احمدیت میں شمولیت اختیار کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں اطلاع اور دعا کے لئے خط بھی لکھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مزید بیعتیں بھی ہوئیں اور محترم ڈاکٹر نصیر الدین صاحب نے Aleki صاحب کے ساتھ مل کر جماعت کو Samoa میں رجسٹر کروایا۔ ڈاکٹر صاحب کی یہاں موجودگی تک جمعہ اور نماز باجماعت کی ادائیگی کا اہتمام ہوتا رہا لیکن ان کے جانے کے بعد پھر ان لوگوں سے آہستہ آہستہ رابطہ منقطع ہوگیا۔ جماعت کا مسلسل رابطہ نہ رہنے کی وجہ سے یہ نومبائعین ضائع ہوتے گئے۔

2010ء میں مبلغ سلسلہ محترم حافظ جبریل سعید صاحب (مرحوم)، نائب امیر گھانا، نے مرکز کی ہدایت پر خصوصی طور پر Samoa کا دورہ کیا۔ محترم حافظ جبریل صاحب نے بھی مکرم Aleki صاحب سے رابطہ کیا اور ان کے قیام کے دوران انہیں اس خاندان کا خصوصی تعاون حاصل رہا، بالخصوص Aleki صاحب کے چھوٹے بیٹے عیسیٰ بن نصیر شوسٹر (Eisa bin Nasser Schuster) نے کافی وقت دیا اور تعاون کیا۔

محترم حافظ جبریل صاحب کی سفارش پر Aleki صاحب کے چھوٹے بیٹے Eisa bin Nasser کو فجی جماعت نے دسمبر 2010ء میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر فجی بلایا اور یہاں ان کو بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

مرکز کی ہدایت پر جماعت نیوزی لینڈ نے Aleki صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں جلسہ یوکے 2011ء میں شرکت کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کیا۔ بعد ازاں 2012ء میں انہیں جلسہ یوکے میں شمولیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

محترم حافظ صاحب کی تجاویز اور مرکز کے فیصلہ کے مطابق 2011ء کے آغاز میں جزائر صاموآ کی نگرانی اور ذمہ داری فجی جماعت کی بجائے نیوزی لینڈ کی جماعت کے سپرد کی گئی۔

2011ء سے جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کو ان جزائر کے متعدد دورہ جات کی توفیق مل چکی ہے۔ دس سے زائد ان دورہ جات میں مکرم شفیق الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ، صدر جماعت نیوزی لینڈ مکرم محمد اقبال صاحب، مکرم محمد یاسین چوہدری صاحب، مکرم مبارک احمد منہاس صاحب، مکرم محمد طاہر صاحب، مکرم شکیل احمد خان صاحب اور مکرم نعیم احمد اقبال صاحب مربی سلسلہ فجی شامل ہوتے رہے ہیں۔

اس سلسلہ کے دوسرے دورہ، جون 2012ء میں، جو کہ مکرم محمد یاسین چوہدری صاحب اور مکرم مبارک احمد منہاس صاحب کے ذریعہ ہوا، اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جماعت نیوزی لینڈ کو امریکن صاموآ میں احمدیت کا پودا لگانے کی توفیق ملی۔

دسمبر 2014ء میں خاکسار (مستنصر احمد قمر) کی تقرری نیوزی لینڈ کیلئے ہوئی۔ نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق صاموآ اور امریکن صاموآ کی ذمہ داری بھی بطور مربی سلسلہ خاکسار کے سپرد ہوئی۔

جون 2015ء میں نیوزی لینڈ پہنچنے کے بعد اگست میں خاکسار کا پہلا دورہ (دو ہفتوں کا) صاموآ اور امریکن صاموآ کا ہوا جس میں مکرم نعیم احمد اقبال صاحب (مربی سلسلہ فجی) بھی ہمراہ تھے۔

اب تک ویسٹرن صاموآ میں جماعت کی تجنید 80 سے تجاوز کر چکی ہے، جبکہ امریکن صاموآ میں جماعت کی تجنید تقریباً 25 ہے۔

جلسہ سالانہ صاموآ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مؤرخہ 26 اور 27 مارچ 2016ء کو صاموآ میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔

صاموآ میں ممبران جماعت کے نظام جماعت سے عدم تعارف اور پوری طرح عقائد وغیرہ کے متعلق علم میں کمی نیز عیسائیت کے گہرے اثر کی وجہ سے فیصلہ ہوا کہ خاکسار اور صدر صاحب جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ مکرم محمد اقبال صاحب کو دورہ کرنا چاہئے تا کہ جلسہ کیلئے احباب جماعت کو دعوت دیں۔ اس طرح فروری 2016ء میں دو ہفتوں کا دورہ کیا گیا جس میں انتظامی کاموں کے علاوہ گھر گھر جا کر تعلیمی اور تربیتی نشستیں کی گئیں نیز جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کیلئے احباب کو دعوت دی گئی۔

بعد ازاں مارچ کے شروع میں خاکسار دوبارہ صاموآ آیا تا کہ احباب جماعت کی شمولیت کو یقینی بنایا جاسکے اور کچھ انتظامات اور جلسہ کی تیاریاں شروع کی جاسکیں۔

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان کتاب ''سرمہ چشم آریہ''

(وجہ تالیف، انقلابی اثرات، غیروں کے تأثرات اور سرقہ کی کہانی)

عبدالسمیع خان۔ ایڈیٹر روزنامہ الفضل

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی کتاب 'سرمہ چشم آریہ' روحانی خزائن کی جلد2 میں شامل ہے۔ یہ دراصل ایک مباحثہ کی روداد ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اور لالہ مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر آریہ سماج ہوشیار پور کے درمیان منعقد ہوا۔

اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ پسر موعود کے متعلق 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی شائع کرکے ابھی ہوشیار پور میں ہی مقیم تھے کہ ہوشیار پور کے آریہ رکن ماسٹر مرلی دھر صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ وہ دینی تعلیمات پر چند سوالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدس نے اسے خوش دلی سے قبول فرمایا۔ اس دینی مذاکرہ کو غیر جانبدار بنانے کے لئے یہ تجویز کی کہ ماسٹر صاحب ایک نشست میں اسلام پر اعتراض کریں اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ان کے جوابات دیں گے۔ اور دوسری نشست میں حضرت اقدس آریہ سماج پر سوال کریں گے اور ماسٹر صاحب ان کا جواب دیں گے۔ ماسٹر صاحب نے اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا۔

بحث کے لئے حضرت اقدس کا مکان جہاں آپ رہائش پذیر تھے تجویز ہوا اور مباحثہ کی دونشستوں کے لئے 11 اور 12 مارچ 1886ء کے دن قرار پائے۔ لیکن پہلی نشست میں ہی معاہدہ کے خلاف محض زیادہ رات ہوجانے کے بہانے کی وجہ سے ماسٹر صاحب نے راہ فرار اختیار کی اور دوسری نشست میں بھی فضول جھگڑا اور بلاجواز عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کچھ کارروائی کے بعد ماسٹر صاحب اپنے رفقاء سمیت اٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ پر صاف کھل گیا کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام تر کارروائی سرتاپا گریز اور کنارہ کشی کے لئے ایک بہانہ تھی۔ اس نشست میں سامعین کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ صدہا لوگ اپنا کام چھوڑ کر محض مباحثے کی کارروائی دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے اور مکان کا صحن حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

وجہ تسمیہ

سرمہ چشم آریہ کا مطلب ہے آریوں کی آنکھ کے لئے سرمہ یعنی ان کی روحانی آنکھیں کھولنے کے لئے علمی علاج۔ حضور نے اس کتاب کے ٹائٹل پر دو فارسی شعر بھی لکھے ہیں جن میں خود یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔

1۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ جواہرات کا سرمہ راستی اور صدق کے پہاڑ سے ظاہر ہوگیا۔

2۔ اگر تجھے آنکھ کی روشنی درکار ہے تو سرمہ سے انکار مت کر کیونکہ عقلمند جان و دل سے چشم بینا کو پسند کرتا ہے۔

اشاعت اور انعامی چیلنج

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مباحثہ چند ماہ بعد ہی ستمبر 1886ء میں 'سرمہ چشم آریہ' کے نام سے شائع فرمادیا۔ اس کے علاوہ وہ جوابات بھی جو مباحثے میں ناتمام رہ گئے تھے۔ اس خوبصورتی سے شامل کر دیئے کہ کتاب کو ایک تاریخی شاہکار کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ حضورؑ نے اس کتاب میں آریہ سماج پر زبردست تنقید کی اور معجزات وخوارق قرآنی، عجائبات عالم، روح کے خواص، کشف قبور، انسان کامل اور قانون قدرت جیسے اہم مسائل پر بھی بڑی لطیف روشنی ڈالی اور بالخصوص بتایا کہ خدائی قانون کا احاطہ جب کسی انسان کے لئے ممکن نہیں تو کسی معجزہ کو قانون قدرت کے منافی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ کتاب کا رد لکھنے والے کے لئے حضورؑ نے 500 روپے کا انعامی اشتہار بھی دیا۔

مالی تنگی کے ایام

معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تالیف وتصنیف تو حضور نے اپریل 1886ء تک مکمل کر لی تھی مگر حضور کی بیماری اور طباعت کی متعدد مشکلات کے باعث اس کے چھپنے کا کام ستمبر میں ختم ہوا۔ ان مکتوبات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو آٹھ سو روپیہ جمع تھا وہ سب ''سرمہ چشم آریہ'' کی طباعت پر صرف ہوگیا۔ (الحکم 7 فروری 1938ء صفحہ 5)

اس کتاب کی اشاعت کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے مالی حالات ناگفتہ بہ تھے۔ آپ نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کے نام 20 ستمبر 1886ء کو ایک خط لکھا اور اس میں فرمایا۔

''سرمہ چشم آریہ میری بار بار کی علالت کے توقف سے چھپا اور اب پانچویں دن تک اس کی جلدیں یہاں پہنچ جاویں گی۔ تب بلاتوقف آپ کی خدمت میں ایک جلد بھیجی جائے گی۔ چونکہ اس کے بعد رسالہ سراج منیر چھپنے والا ہے اور جو اس کے لئے روپیہ جمع تھا وہ سب اس میں خرچ ہوگیا ہے اس لئے آنمخدوم بھی اپنے گردونواح میں دلی توجہ سے کوشش کریں کہ دست بدست اس کے خریدار پیدا ہو جائیں۔ اس پر پانچ سو روپیہ کا کاغذ قرضہ لے کر لگایا گیا ہے۔ منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ شملہ نے یہ پانچ سو روپیہ قرضہ دیا۔ چار سو روپیہ اور تھا جو اسی پر خرچ ہوا۔ یہ موقعہ نہایت محنت اور کوشش کرنے کا ہے تا سراج منیر کے طبع میں توقف نہ ہو۔ اس رسالہ سرمہ چشم کی قیمت ایک روپے بارہ آنے ہے۔ اگر آپ کی محنت سے سو رسالہ بھی فروخت ہو جاوے تب بھی ایک حق نصرت آپ کے لئے ثابت ہوجائے گا''۔ (مکتوبات احمد جلد2 صفحہ 17)

کتاب حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

حضرت مسیح موعودؑ اپریل 1889ء میں علی گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں مولوی اسماعیل صاحب کی خواہش پر جمعہ کی نماز کے بعد حضور کی تقریر تجویز ہوئی۔ مگر تقریر سے پیشتر حضور نے اعلام الٰہی کے تحت تقریر کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مولوی صاحب نے لکھا کہ بہ سبب عجز بیانی اور خوف امتحانی انکار کر دیا۔ اس کے جواب میں حضور نے سرمہ چشم آریہ کے مباحثہ کو بھی اپنی عالمانہ تقریر کے ثبوت میں پیش فرمایا۔ لکھتے ہیں:

اگر میں تقریر کرنے سے عاجز ہوتا تو وہ کتابیں جو میری طرف سے تقریری طور پر عین مجلس میں اور ہزارہا **موافقین اور مخالفین کے جلسہ میں قلمبند ہو کر شائع ہوئی ہیں جیسے سرمہ چشم آریہ** وہ کیونکر میری ایسی ضعیف قوت ناطقہ سے نکل سکتی تھیں اور کیونکر یہ میرا عالیشان سلسلہ زبانی تقریروں کا جس میں ہزاروں مختلف طبع اور استعداد آدمیوں کے ساتھ ہمیشہ مغز خوری کرنی پڑتی ہے آج تک چل سکتا۔ (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد3 صفحہ 19)

نامور اہلحدیث عالم جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مدیر اہلحدیث (1868ء-1948ء) کا ایک بیان ان کی زندگی میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے قلم سے اخبار الفضل مورخہ 11 نومبر 1941ء کی زینت ہوا۔ حضرت مولانا صاحب کی روایت ہے کہ:۔

''لائل پور سے واپسی پر 3 نومبر 1941ء کو پونے بارہ بجے دن لاہور سے جس گاڑی میں سوار ہوا حسن اتفاق سے اس میں مولوی ثناء اللہ بھی آ گئے۔ ایک گھنٹہ تک خوب گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب اس وقت بہت اچھی طرح باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ ان کی تفسیر کی بناء پر علماء مکّہ نے کیونکر اور کیا کیا فتوے دیئے۔ اپنی تعلیم کے اپنے ابتدائی حالات سناتے ہوئے کہا استاد نے مجھے کافیہ حفظ کرنے کو کہا۔ میں نے حفظ تو کرلیا مگر اس کا میرے دماغ پر بہت اثر ہوا۔ اس موقعہ پر **مولوی ثناء اللہ صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں اپنی ایک روایت بھی قلمبند کرائی۔**

''میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ میں قادیان گیا تھا (یعنی قریباً 1886ء۔ ناقل) مجھے ضعف دماغ کے لئے مرزا صاحب نے ایک نسخہ بتایا تھا کہ بکرے کے جوڑوں کی ہڈیوں کی یخنی پیا کریں۔ چنانچہ میں نے اس نسخہ کا استعمال کیا اور مفید پایا۔ جب میں قادیان گیا تھا تو اس وقت صرف ایک خادم مرزا صاحب کے پاس تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میری کتابوں کی اشاعت کریں میں کتابیں تم کو دیا کروں گا۔ چنانچہ **سرمہ چشم آریہ آپ نے خود مجھے دی تھی**۔ میں ان کی کتابیں سناتا رہتا ہوں اسی لئے میرا دعویٰ ہے کہ میں آنزیری مربی ہوں''۔

جب مولوی ثناء اللہ صاحب اترنے لگے تو میں نے پوچھا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تاریخ بھی لکھی گئی ہے یا نہیں؟ کہنے لگے ان کا لڑکا نابینا ہوگیا ہے اور کسی نے نہیں لکھی۔'' (الفضل 11 نومبر 1941ء)

ایک بار حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ موسم گرما کی رخصتوں میں قادیان تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب قریباً سارا وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مطب میں گزارتے تھے۔ ایک دن حضرت اقدس اکیلے وہاں تشریف لے آئے ہاتھ میں کچھ کتابیں تھیں آپ بے تکلفی سے اسی چٹائی پر بیٹھ گئے جہاں آپ کے دو غلام بیٹھے تھے۔ آپ نے حضرت حکیم صاحب سے فرمایا کہ ''یہ چند نسخے 'سرمہ چشم آریہ' کے میرے پاس پڑے ہوئے تھے میں لایا ہوں کہ حسب ضرورت آپ تقسیم کردیں''۔ حضرت مفتی صاحب نے عرض کی کہ ایک مجھے چاہئے۔ تو آپ نے ایک نسخہ عنایت فرمایا۔

(ذکر حبیب صفحہ 45)

غیروں کی آراء اور تبصرے

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے معترف تھے۔ انہوں نے اس کتاب پر تبصرہ بھی لکھا اور اس کی خریداری کی بھی تلقین کی، اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں:

یہ کتاب لاجواب مؤلف ''براہین احمدیہ'' مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے ...... اس میں جناب مصنف کا ایک ممبر آریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم وید پر بمقام ہوشیار پور ہوا تھا۔ اس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں آریہ سماج کی کتاب (وید) اور اس کی تعلیمات وعقائد (تناسخ وغیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے......حمیت وحمایت اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو، مسلمانوں میں تقسیم کرے۔ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کارروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔ ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک سراج منیر کا طبع ہونا عدم موجودگی زر کے سبب معرض التوا میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لئے آمد قیمت سرمہ چشم آریہ کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا ہے پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کو یہ خیال ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائیداد جس کو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر انعام دینے کے لئے رکھا ہوا ہے فروخت کر کے صرف کرلیں تو پیچھے کو وہ ان کو مالی مدد دیں گے۔ ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی افسوس کے لائق ہے۔

(اشاعۃ السنہ جلد9 نمبر6 ص 158,145)

مشہور عیسائی اخبار نور افشاں (6 جنوری 1887ء) نے ''سرمہ چشم آریہ'' پر ان الفاظ میں تبصرہ لکھا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب نے آریہ سماج کو پورے طور پر بے نقاب کرتے ہوئے اسے پاش پاش کر دیا ہے۔ کتاب کے فیصلہ کُن دلائل کا رد کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔

(بحوالہ لائف آف محمد صفحہ 121)

سرمہ چشم آریہ میں آریہ سماج کے بنیادی اصولوں کی جس طرح دھجیاں اڑائی گئی ہیں اس کی یاد خود ماسٹر مرلی دھر آخر دم تک بھلا نہیں سکے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق اس رائے کا اظہار کیا کہ ''مرزا صاحب غیر معمولی علم رکھتے ہیں۔ میں نے علمائے اسلام میں وہ چیز نہیں دیکھی جو ان میں ہے''۔ ''سرمہ چشم آریہ'' سے متعلق جواب دیا۔'' واقعات درست ہیں نتائج اپنے طرز پر مرزا صاحب نے پیدا کر لئے ہیں اور ہر شخص رائے قائم کرسکتا ہے''۔ حضرت عرفانی ؓ نے کہا کہ نتائج ان واقعات سے ہی پیدا ہوتے ہیں تو کہا کہ اپنا اپنا خیال ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ ردّ کریں۔ تو کہا ضرورت نہیں۔

(حیات احمد جلد2)

ایک غیر احمدی عالم (مولوی سید ابوالحسن علی ندوی) نے اس عظیم الشان کتاب کے متعلق اپنی یہ رائے شائع کی کہ ''1886ء میں مرزا صاحب نے ہوشیار پور میں مرلی دھر آریہ سماج سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کے بارے

میں انہوں نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''سرمہ چشم آریہ'' ہے یہ کتاب مناظرہ مذاہب وفرق میں ان کی دوسری تصنیف ہے۔

پہلے دن کے مناظرہ کا موضوع بحث ''معجزہ شق القمر کا عقلی ونقلی ثبوت'' تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف اس معجزہ بلکہ معجزات انبیاء کی پُرزور ومدلّل وکالت کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ معجزات وخوارق کا وقوع عقلاً ممکن ہے۔ محدود انسانی عقل اور علم اور محدود انفرادی تجربات کو اس کا حق نہیں کہ وہ ان معجزات وخوارق کا انکار کریں اور اس کائنات کے احاطہ کا دعویٰ کریں۔ وہ بار بار اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ انسان کا علم محدود مختصر اور امکان کا دائرہ بہت وسیع ہے ان کا اس پر بھی زور ہے کہ مذاہب وعقائد کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے اور اس میں اور عقل میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ عقل غیر محیط ہے''۔ (قادیانیت صفحہ 62)

(مندرجہ بالا تمام حوالے تاریخ احمدیت جلد اول سے لئے گئے ہیں)۔

مولوی کرم الدین صاحب جو بعد میں حضورؑ کے شدید مخالف ہوگئے۔ پہلے آپ سے عقیدت رکھتے تھے ان کا ایک خط حضورؑ نے اپنی کتاب نزول المسیح میں درج فرمایا ہے اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

آپ کے اصلاح وتورع کا میں قائل ہوں۔ میں نے اگلے روز آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کی ابتداء میں چند اشعار فارسی اور چند اردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذابوں کی کلام میں کبھی بھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 454)

حکیم ابوتراب عبدالحق صاحب ایڈیٹر اہلسنت امرتسر نے اخبار ''اہلسنت'' (20 فروری و یکم مارچ 1921ء) میں لکھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جیسے قرآن مجید خود معجزہ عطا کیا ویسے دیگر معجزات بھی عطا فرمائے تھے جیسے معجزہ شق القمر جس کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مناظرہ پنڈت مرلی دھر سے ہوا تھا جس کی تفصیل ''سرمہ چشم آریہ'' میں موجود ہے اور پنڈت جی لاجواب ہوگئے تھے اور شکست اٹھائی تھی''۔

(بحوالہ الفضل 17 مارچ 1921ء صفحہ 4)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اپنی ایک تقریر میں بیان کرتے ہیں:

1875ء میں سوامی دیانند سرسوتی کی تصنیف ستھیارتھ پرکاش کی اشاعت سے یہ فتنہ گویا عروج کو پہنچ گیا۔ اس کے جواب کے لئے علماء حق بھی میدان میں آئے۔ لیکن بدقسمتی سے اس میدان میں نمایاں حیثیت آنجہانی غلام احمد قادیانی کو حاصل ہوگئی۔ جس نے 1883ء (درست 1886ء۔ ناقل) میں اپنی تالیف سرمہ چشم آریہ ہی کے ذریعہ وہ ہردلعزیزی حاصل کی تھی۔ کیونکہ باقی علماء میں یہ استعداد نہیں تھی یا ان کا شغف نہیں تھا، ذوق نہیں تھا۔ اس میدان کے اندر جو Experties ہیں یا مہارت تھی وہ حاصل کی اور آریوں کے ساتھ مناظرے کئے اور انہیں شکست دی اور کتاب لکھی سرمہ چشم آریہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں Popular ہوگیا۔ ظاہری بات ہے مسلمانوں کی طرف سے جواب دے رہا ہے۔ مدافعت کر رہا ہے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں آتا ہے۔ اہل حدیث ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں میں اس کا وضو کروانا باعث سعادت سمجھتا تھا اور بڑے بڑے علماء نے اس کی تعریفیں کیں۔ علامہ اقبال نے کہا کہ **اگر کسی کو صحیح اسلام دیکھنا ہو تو قادیان میں جاکر دیکھے۔**

ڈاکٹر اسرار صاحب نے اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر حضور کے مناظروں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

انقلابی اثرات

☆ **حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ** کپورتھلوی تحریر فرماتے ہیں کہ جب سرمہ چشم آریہ طبع ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چار نسخے مجھے اور چار منشی چراغ محمد صاحب کو کپورتھلہ بھیجے۔ چراغ محمد صاحب دینا نگر گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ محمد خاں صاحب، منشی اروڑا صاحب، منشی عبدالرحمٰن صاحب اور خاکسار سرمہ چشم آریہ مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر محمد خاں صاحب، منشی اروڑا صاحب بعد میں قادیان گئے۔ منشی اروڑا صاحب نے کہا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہیں جایا کرتے۔ چنانچہ تین چار روپیہ کی مٹھائی ہم نے پیش کی۔ حضور نے فرمایا یہ تکلفات ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمیں آپ کی تواضع کرنی چاہئے۔ ہم تینوں نے بیعت کے لئے کہا کیونکہ **'سرمہ چشم آریہ' پڑھ کر ہم تینوں بیعت کا ارادہ کرکے گئے تھے۔** آپ نے فرمایا مجھے بیعت کا حکم نہیں۔ لیکن ہم سے ملتے رہا کرو۔ پھر ہم تینوں بہت دفعہ قادیان گئے اور لدھیانہ میں بھی کئی دفعہ حضور کے پاس گئے۔

(سیرت المہدی جلد 4 صفحہ 30)

☆ حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ بھاگلپوری حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی ملاقات کے لئے 1887ء میں قادیان آئے۔ آپ حضور سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''غرض میں مرزا صاحب سے رخصت ہوا۔ چلتے وقت انہوں نے اس کمترین کو ''براہین احمدیہ'' اور ''سرمہ چشم آریہ'' کی ایک ایک جلد عنایت کی۔ انہیں میں نے پڑھا۔ ان کے پڑھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب بہت بڑے رتبے کے مصنف ہیں۔ خاص کر ''براہین احمدیہ'' میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت مرزا صاحب کی ذہانت پر ہوئی''۔

اس کے بعد حضور سے دوسری ملاقات کے لئے آپ 1894ء میں قادیان آئے اور بیعت کرلی۔

(اصحاب احمد جلد 14 صفحہ 118)

☆ حضرت قاری غلام یٰسین صاحب فرماتے ہیں:

خاکسار قریباً سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ جب میں نے 'سرمہ چشم آریہ' جو ان دنوں ہی شائع ہوئی تھی۔ اتفاقاً مجھے اس کے پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ اس کے پڑھنے سے دل پر اثر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں قادیان آیا۔ نماز کے وقت حضور تشریف لائے۔ بعد نماز حضور نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کھاریاں ضلع گجرات سے آیا ہوں۔ کیونکہ کھاریاں میں مَیں اس وقت قافیہ پڑھتا تھا مولوی فضل الدین صاحب کے پاس۔ پھر میں نے عرض کیا۔ **میں نے آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ پڑھی ہوئی ہے۔** اس میں میں نے پڑھا ہے کہ جو شخص صدق دل سے میرے پاس آئے اسے بھی الہام ہوسکتا ہے۔ اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ مجھے بھی الہام ہو۔ آپ نے فرمایا پھر تم میرے پاس رہو۔ میں نے عرض کیا۔ کتنی دیر۔ فرمایا دو سال۔ مگر میں نے طالب علم ہونے کا عذر کیا اور ایک ہفتہ ٹھہرا۔ اس کے بعد بھی رابطے قائم رہے اور 1887ء میں بیعت کرلی۔

(رجسٹر روایات جلد 8 ص 238)

☆ **حضرت میر مہدی حسین صاحبؓ** شیعہ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ 1886ء میں آپ کو سرمہ چشم آریہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا تعارف ہوا۔ 1889ء میں سبز اشتہار کی وساطت سے آپ کو حضور کے دعویٰ سے آگاہی ہوئی۔ پھر آپ نے براہین احمدیہ پڑھی اور حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جس کا جواب آنے پر آپ نے استخارہ کیا اور مارچ 1893ء میں بیعت کی توفیق ملی۔

(ماہنامہ تحریک جدید اگست 2010ء)

☆ مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان بیان فرماتے ہیں کہ جب میں قریباً آٹھ دس سال کی عمر کا تھا۔ (اس وقت میری عمر پچپن سال کی ہے) ایک دفعہ میرے حقیقی چچا حافظ حکیم خدا بخش صاحب احمدی جو اوائل سے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے مصدّق تھے اور بیعت میں صرف اس خیال سے دیر کرتے چلے گئے کہ میں بہت ہی گنہگار اور آلودہ دامن ہوں۔ میرا وجود سلسلہ حقہ کے لئے ایک بدنما داغ ہوگا اور اس کی بدنامی کا باعث ہوگا اور آخر حضور کی رحلت کے بعد اوائل 1909ء میں انہوں نے تحریری طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کسی لمبے سفر سے واپس آئے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں ان سے ملنے کے لئے ان کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جسے لے کر میں بہت خوش ہوا۔ اس کتاب کے مجھے دینے سے ان کو مقصد یہ تھا کہ میرے والد صاحب اسے دیکھ لیں۔ دوسرے روز میں شوق سے وہ کتاب ہاتھ میں لئے مسجد کی طرف قرآن کریم کا سبق پڑھنے کے لئے جا رہا تھا۔ اتفاق سے میرے والد صاحب راستہ میں ہی ایک چھوٹی سی مجلس میں بیٹھے تھے۔ میرے ہاتھ میں وہ کتاب دیکھ کر انہوں نے لے لی اور دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کتاب ہے۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ یہ ایک بزرگ ولی اللہ کی کتاب ہے۔ جن کی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں اور ساتھ ہی بیان کیا کہ میں ایک دفعہ فساد خون کے عارضہ سے دیر تک بیمار رہا تھا۔ ان ایام میں مجھے ان بزرگ ولی اللہ کے متعلق اطلاع ملی اور یہ بھی کہ ان کی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ میں اس وقت بغرض علاج لاہور (یا امرتسر اس وقت خاکسار کو صحیح یاد نہیں رہا کہ کس شہر کا نام لیا تھا) گیا ہوا تھا۔ وہیں یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی۔ جس پر میں نے ان کی خدمت میں اپنی صحت یابی کے لئے دعا کے واسطے عرض کیا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت بخشی۔ یہ واقعہ بچپن میں میں نے غالباً متعدد دفعہ اپنے والد صاحب (مولوی محمد بخش صاحب) سے سنا تھا۔ اس کے بعد وہ کتاب میرے والد صاحب نے مجھے واپس دے دی اور وہ مدت تک میرے پاس رہی۔ جب میں بڑا ہوا تو اس کے نام وغیرہ کی شناخت ہوئی۔ یہ کتاب سرمہ چشم آریہ تھی جو 1886ء کی تصنیف ہے۔

(سیرت المہدی جلد 4 صفحہ 21)

☆ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

...... باوجودیکہ پرائمری کا طالبعلم تھا۔ مگر سرمہ چشم آریہ جیسی دقیق کتاب کا مطالعہ کرکے حظ اٹھانا مجھے یاد ہے۔ درثمین کی نظم

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

خوب ورد زبان رہا کرتی تھی۔ ایک دو سال ان حالات کے بعد جب عقل وشعور کا زمانہ قریب آیا تو دل نے خواہش کی کہ براہ راست بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کی درخواست لکھی جائے۔ چنانچہ عملی طور پر بیعت کا خط لکھ دیا اور وہ درخواست منظور ہوگئی اور جب منظوری کی اطلاع خط کے جواب کی صورت میں موصول ہوئی اس دن بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ غالباً 1901ء کا واقعہ ہے۔ (روایات اصحاب احمد جلد 6 صفحہ 151)

غیروں کا استفادہ اور سرقہ

یہ کتاب ایسے عظیم الشان مضامین پر مشتمل ہے کہ غیر اور مخالف بھی اس کے کئی حصے حضرت مسیح موعودؑ اور کتاب کے نام کے بغیر اپنی کتب میں شائع کرتے رہتے ہیں۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے اپنی ایک کتاب میں اس کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ سرمہ چشم آریہ سے متعلق سرقہ کی دو مثالیں ذیل میں پیش ہیں۔

☆ مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی صاحب ایک مایہ ناز سوانح نگار تھے۔ آپ کی قیمتی تالیف ''خزینہ معرفت'' جو میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی سوانح اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ مذہبی حلقوں میں بہت مشہور اور مقبول ہے اور تصوف کا گہرا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ کتاب پہلی بار متحدہ ہندوستان میں ربیع الاول 1350ھ مطابق جولائی 1931ء میں جناب مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد رانجھے خاں قصور نے شائع کرائی تھی۔ اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ مولانا صاحب نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان تحریر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے بھرپور استفادہ آپ کے ذکر کئے بغیر کیا ہے اور مندرجہ ذیل تین تصانیف کے کئی صفحات (چند تصرفات کے ساتھ) لفظاً لفظاً شامل کتاب فرمائے ہیں۔

1۔ سرمہ چشم آریہ تالیف 1886ء

2۔ آئینہ کمالات اسلام تالیف 1893ء

3۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم تالیف 1905ء

'خزینہ معرفت' کا حسب ذیل اقتباس سرمہ چشم آریہ کے حاشیہ صفحہ 188 تا 204 سے معمولی کمی بیشی کے ساتھ لفظاً لفظاً اخذ کیا گیا ہے۔

''عادت اللہ۔ یا تم یونہی سمجھ لو۔...... پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے۔ مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ وکمال ہے''۔

(خزینہ معرفت صفحہ 267,264)

☆ پاکستان کے معروف اہل قلم جناب اسرار الرحمان بخاری صاحب جن کی ضخیم تالیف ''اسلام اور مذاہب عالم'' ہے جس میں مذاہب عالم کا نہایت خوبی سے تقابل وموازنہ کیا گیا ہے پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے طلباء میں دلچسپی سے مطالعہ کی جاتی ہے۔ یہ کتاب نیو بک پیلس اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے مؤلف کتاب صفحہ 333 پر تحریر فرماتے ہیں۔

''رسول اکرم اتم الوہیت ہیں۔ ان کا کلام خدا کا کلام ان کا ظہور خدا کا ظہور ہے''۔

یہ پُرمعرفت فقرہ جس میں شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع اور وجد آفریں تخیل پیش کیا گیا ہے دراصل سرمہ چشم آریہ صفحہ 233,229 کے حاشیہ سے ماخوذ ہے۔ حضرت اقدس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

''کئی مقام قرآن شریف میں اشارات وتصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے''۔

ایک ایمان افروز واقعہ

اس کتاب کے حوالہ سے ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرنا بھی مقصود ہے جو حضور کے وسعت مطالعہ اور الٰہی

باقی صفحہ نمبر 34 پر ملاحظہ فرمائیں

دوسمندروں کے ملائے جانے سے متعلق

ایک عظیم الشان قرآنی پیشگوئی کا ظہور

(نہر سویز اور نہر پانامہ کے وجود میں آنے کی تفصیل)

ڈاکٹر مرزا سلطان احمد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الرحمٰن میں فرماتا ہے۔

’’وہ دوسمندروں کو ملا دے گا جو بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ (سرِ دست) ان کے درمیان ایک روک ہے (جس سے) وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ پس اے (جن وانس!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ دونوں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ پس اے (جنّ وانس!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ اور اسی کی (صنعت) وہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند کی جائیں گی۔ پس اے (جنّ و انس!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔‘‘

(سورۃ الرحمٰن آیت 20 تا 26)

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان میں فرماتا ہے:

’’اور وہی ہے جو دوسمندروں کو ملا دے گا۔ یہ بہت میٹھا اور یہ سخت کھارا (اور) کڑوا ہے۔ اور اس نے ان دونوں کے درمیان (سرِ دست) ایک روک اور جدائی ڈال رکھی ہے جو پاٹی نہیں جاسکتی۔‘‘ (سورۃ الفرقان آیت 51)

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں یہ بنیادی پیشگوئی بیان فرمائی گئی ہے کہ دوسمندر ہیں جن کے درمیان سرِ دست ایک رکاوٹ موجود ہے جو انہیں علیحدہ کئے ہوئے ہے لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں یہ سمندر آپس میں ملا دیئے جائیں گے۔ اور سورۃ رحمٰن کی آیاتِ کریمہ میں موتیوں اور مرجان کے ذکر سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ سمندروں کے ملنے کی پیشگوئی کی جارہی ہے۔ جیسا کہ سورۃ رحمٰن کی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مرجان (corals) نکلتے ہیں۔ اور اس عظیم پیشگوئی کے معاً بعد ایسی کشتیوں یا سمندری جہازوں کا ذکر ہے جو کہ پہاڑوں کی طرح بلند ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم تبدیلی کا بنیادی تعلق سمندری جہازوں کی صنعت سے بھی ہے۔ سورۃ الفرقان میں بیان کردہ پیشگوئی میں یہ ذکر موجود ہے کہ ان میں سے ایک کا پانی بہت نمکین اور دوسرے کا پانی میٹھا ہے۔

دو ایسے مقامات ہیں جہاں پر دوسمندروں کے درمیان زمین کے نسبتاً مختصر حصے حائل ہیں۔ بحیرہ احمر (Red Sea) اور بحیرہ روم (Mediterranean Sea) کے درمیان 125 کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور اسے Isthmus of Suez کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بحراوقیانوس (Atlantic Ocean) اور بحرالکاہل (Pacific Ocean) کے درمیان Isthmus of Panama حائل ہے جس کی چوڑائی 77 کلومیٹر ہے۔

ماضی میں نہر سویز بنانے کی کوشش

گزشتہ ادوار میں جب کسی بحری جہاز کو جنوبی ایشیا سے یورپ کا سفر کرنا ہوتا تو وہ افریقہ کے جنوب سے ہوکر یورپ پہنچتا اس طرح ان جہازوں کو اندازاً سات ہزار کلومیٹر کا زائد سفر کرنا پڑتا اور یہ امر ان براعظموں کے درمیان تجارت میں ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ قدیم زمانہ میں بحیرہ احمر اور بحیرہ روم کے درمیان ایسی مکمل نہر جو ان دو سمندروں کو براہ راست ملا دے مکمل طور پر تو کبھی نہیں بن سکی تھی لیکن مختلف زمانوں میں اس علاقہ میں ایسی مکمل یا جزوی نہریں ضرور بنتی رہی تھیں جو کہ بحیرہ احمر اور دریائے نیل کو ملاتی تھیں۔ ایسے شواہد موجود ہیں کہ ڈیڑھ ہزار سے دوہزار سال قبل مصر کے ایک فرعون، غالباً Sensuret II یا رعمسیس ثانی نے بحیرہ احمر اور دریائے نیل کے درمیان ایک چھوٹی نہر تعمیر کروائی تھی جو کہ غالباً نامکمل رہی تھی۔ پھر جب یہ نہر ختم ہوگئی تو پھر ایک اور فرعون نیکو ثانی (Necho II) نے پرانی نہر کے ایک حصہ کو شامل کرکے ایک نہر تعمیر کروائی۔ پھر جب ایران کے بادشاہ دارا (Darius I) نے مصر پر قبضہ کیا تو اس نے بحیرہ احمر اور دریائے نیل کے درمیان ایک بہتر نہر مکمل کروائی۔ پھر یہ نہر بھی استعمال کے قابل نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں بھی اس نہر کو مختصر عرصہ کے لئے استعمال کے قابل بنایا گیا۔

پھر فرانس کے حکمران نپولین نے ایک ایسی نہر بنانے میں دلچسپی ظاہر کی جو کہ بحیرہ احمر اور بحیرہ روم کو ملادے اور سمندری جہازوں کو ایشیا اور یورپ کے درمیان سفر کرتے ہوئے افریقہ کے جنوب کا نہایت طویل چکر لگا کر نہ جانا پڑے۔ لیکن پھر یہ ارادہ اس لئے ترک کرنا پڑا کہ جائزہ لینے والوں نے غلط حساب لگایا کہ بحیرہ احمر کی سطح بحیرہ روم سے بلند ہے اس لئے یہ نہر بنانا مشکل ہوگا۔ بعد میں ماہرین نے ثابت کیا کہ یہ بات درست نہیں تھی کہ بحیرہ احمر کی سطح بحیرہ روم سے بلند ہے۔ ان دوسمندروں کے درمیان نہر بنانے کے لئے کچھ تجاویز بھی تیار کی گئیں لیکن ان پر عملدرآمد نہیں ہوسکا۔

نہر سویز کی تعمیر

فرانس کے ایک سابق سفارتکار Ferdinand de Lesseps نے 1854ء میں مصر اور سوڈان کے حکمران خدیو سعید پاشا سے ان دوسمندروں کے درمیان نہر بنانے کا اجازت نامہ حاصل کیا اور اس نہر کی تعمیر کے لئے مختلف ممالک میں شیئر فروخت کئے گئے۔

جب وہ یہ عظیم کام مکمل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ایک مرتبہ کسی نے اس شخص سے دریافت کیا کہ انہوں نے یہ کارنامہ کس طرح سرانجام دیا۔ انہوں نے جواب دیا:

Nothing useful is done without cause, without study, and without reflection.

ترجمہ: کوئی بھی مفید کام مقصد، تجزیہ اور غوروفکر کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

اور پھر کہا: ترجمہ: میں نے پانچ سال تنہائی میں اس کے بارے میں حساب کتاب کیا اور اس پر غوروفکر کیا، پھر پانچ سال معلومات اکٹھی کی گئیں اور اس مقام پر کام شروع کرنے کے لئے محنت کی، اور پھر گیارہ سال تک اس منصوبے پر عملدرآمد کیا۔ تب جاکر ہم نے اپنے کام کو انجام تک پہنچایا۔

(The History of The Suez Canal, by Ferdinand de Lesseps, published by William Blackwood and Sons, p 3)

اس وقت مصر ترکی کی سلطنت عثمانیہ کے ماتحت تھا۔ De Lesseps نے پہلے سلطنت عثمانیہ کی مرکزی حکومت کو اس منصوبے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ عہدیدار اس منصوبے کی اہمیت کو ہی نہیں سمجھ پائے تھے۔ وہ واپس فرانس آ گئے۔ ایک روز انہوں نے اخبار میں خبر پڑھی سلطنت عثمانیہ کی طرف سے مصر میں مقرر کردہ حکمران کی وفات کے بعد محمد سعید کو مصر کا حکمران مقرر کیا گیا ہے۔ وہ محمد سعید کو ان کی جوانی سے جانتے تھے اور ان کے والد کو بھی جانتے تھے۔ یہ خبر پڑھ کر وہ مصر روانہ ہوئے تاکہ مصر کے نئے حکمران کو اپنے منصوبے کے لئے قائل کرسکیں اور انہوں نے مصر کے نئے حکمران کو قائل کرلیا۔ لیکن اب صحراء کا جائزہ لینے کا مرحلہ شروع ہونا تھا۔ یہ ٹیم اپنے انجینئرز اور ساٹھ اونٹوں کے ساتھ روانہ ہوئی۔ ان میں سے پچیس اونٹ صرف پانی لے جانے کے لئے تھے۔ ان کو اپنی خوراک بھی ان سفروں میں اپنے ساتھ لے جانی پڑتی تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ قرآن کریم کی پیشگوئی میں دوسمندروں کے ملائے جانے کا ذکر ہے جبکہ ماضی میں اس جگہ پر تمام نہریں اس لئے بنائی گئی تھیں کہ بحیرہ احمر کو دریائے نیل سے ملایا جائے۔ اس جائزہ کی مہم کا ایک مقصد یہ جائزہ لینا بھی تھا کہ کیا یہ ممکن بھی ہے کہ ان دوسمندروں کو نہر کے ذریعہ آپس میں ملایا جائے کہ نہیں یا پھر پہلے کی طرح بحیرہ احمر اور دریائے نیل کو ملانا بہتر ہوگا۔ ایک طویل جائزہ کے بعد اس ٹیم نے یہ فیصلہ کیا کہ ان دوسمندروں کو ملانا ممکن ہے۔ یہ خبر اتنی اہم تھی کہ جب مصر کے حکمران نے اسے سنا تو سنانے والے کو جذبات میں آ کر گلے لگا لیا۔ اس کے بعد یہ مرحلہ تھا کہ کمیشن کی یہ رپورٹ یورپ میں شائع کی جائے تاکہ حکومتیں اور لوگ اس منصوبے کے حصص خریدیں اور اس کو مکمل کرنے کے لئے مالی وسائل پیدا کیے جائیں۔

ان مراحل سے گزر کر اس نہر کی تعمیر دس سال سے زیادہ عرصہ جاری رہی اور مختلف ممالک کے 15 لاکھ افراد نے مختلف اوقات میں اس نہر کی تعمیر پر کام کیا۔ ایک وقت میں تیس ہزار لوگ اس پر مزدوری کررہے ہوتے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد سے جبری مزدوری کرائی جاتی تھی۔ چونکہ اس پراجیکٹ کے روح رواں فرانس سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے برطانیہ کی طرف سے اس کی مخالفت کی جارہی تھی۔ ایک مرحلہ پر کچھ بدّو ایجنٹ بھجوا کر مزدوروں میں بغاوت بھڑکانے کی کوشش بھی کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نہر پر جبری مزدوری کرتے ہوئے ہزاروں لوگ موت کا شکار ہوگئے۔ بہرحال تمام مراحل سے گزر کے 17 نومبر 1869ء کو اس نہر کا افتتاح ہوا۔ اس کا نظم ونسق اس وقت فرانس کے تحت تھا۔ اب بحری جہاز اس نہر سے گزر رہے تھے۔ قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق دوسمندر مل چکے تھے اور جیسا کہ سورۃ رحمٰن کی پیشگوئی میں بڑے سمندری جہازوں کا ذکر تھا، اس نہر کا بنیادی مقصد بحری جہازوں کے لئے ایشیا اور یورپ کے درمیان مختصر ترین راستہ پیدا کرنا تھا۔

یہ نہر اب تک عالمی تجارت میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ دنیا کی بحری تجارت کا تقریباً سات فیصد اس نہر سے گزر رہا ہے۔ روزانہ کم وبیش پچاس بحری جہاز اس نہر سے گزرتے ہیں۔ گزشتہ سال اس نہر کی وسعت کا ایک بڑا پراجیکٹ مکمل کیا گیا۔ اس وسعت کے منصوبے میں اس نہر میں 72 کلومیٹر کے نئے راستے اور بائی پاس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اب زیادہ بڑے جہاز زیادہ تعداد اور کم وقت میں اس نہر سے گزر سکتے ہیں۔

نہر پانامہ بنانے کی ناکام کوششیں

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ دوسرا مقام جہاں پر دوسمندروں کے درمیان زمین کا مختصر حصہ حائل ہے بحرالکاہل اور بحراوقیانوس کے درمیان وسطی امریکہ میں Isthmus of Panama ہے۔ یہاں پر ان دو سمندروں کے درمیان صرف 77 کلومیٹر کی زمین حائل ہے۔ اس نہر کے بننے سے قبل بحری جہازوں کو ان دو سمندروں کے درمیان سفر کرنے کے لئے جنوبی امریکہ کے جنوب سے چکر لگا کر جانا پڑتا تھا۔ اس طرح ان جہازوں کو 12 ہزار کلومیٹر سے بھی زائد سفر کرکے یہ سفر مکمل کرنا پڑتا تھا۔ امریکہ کی دریافت کے ساتھ ہی ایسے مختصر قدرتی بحری راستہ کی تلاش شروع ہوگئی تھی جس پر سفر کرکے براہِ راست بحراوقیانوس سے بحرالکاہل تک جایا جاسکے اور جنوبی امریکہ سے چکر لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ چنانچہ کولمبس نے 1502ء میں ایک طویل بحری سفر کرکے ایسے قدرتی راستہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ اگلے چند برسوں میں سپین کے کچھ اور مہم جوؤں نے ایسے آبی راستہ کو ڈھونڈنے کی کوششیں کیں لیکن یہ بھی ناکام ہوئے۔ پرتگال کے مہم جو MAGELLAN نے ایک ایسا آبی راستہ دریافت کیا لیکن وہ اتنا جنوب میں تھا کہ اس سے بحری سفر کی طوالت میں کوئی خاطر خواہ کمی نہیں ہوتی تھی۔ وسطی امریکہ میں ایسا راستہ ڈھونڈنے کے علاوہ قدرے شمال میں بھی ایسا راستہ تلاش کرنے کی کوششیں ہوئیں مگر انہیں بھی ترک کرنا پڑا۔

پھر 1517ء اور 1529ء کے درمیان ہونے والے جائزوں کے نتیجہ میں Alvaro de Saavedra Ceron, نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر قدرتاً ایسا آبی راستہ موجود نہیں ہے تو پھر ایک نہر کی تعمیر کے ذریعہ ان دونوں سمندروں کے درمیان راستہ بنانا چاہئے۔ اس کے ذریعہ بحری تجارت میں بہت زیادہ سہولت ہوجائے گی۔ اس کے لئے چار ممکنہ راستے بھی تجویز ہوئے۔ سپین کے بادشاہ فلپ دوئم کو بھی اس نہر کے بارے میں تجویز پیش کی گئی لیکن پھر اس کے انجینئر نے اس منصوبے کے خلاف رپورٹ دی جس پر اس منصوبے پر کام شروع نہ ہوسکا۔ سترہویں صدی کے آخر میں برطانیہ کے ایک شخص نے اس بارے میں منصوبہ پیش کیا لیکن تفصیلی جائزہ کی باری بھی نہیں آئی۔ 1780ء میں برطانیہ نے نکاراگوا (Nicaragua) پر حملہ کیا۔ اس کے دو مقاصد تھے ایک تو یہ کہ سپین کی اس نوآبادی پر قبضہ کرکے براعظم امریکہ میں سپین کے قدم اکھیڑ دیئے جائیں، دوسرے یہ کہ اس علاقہ پر قبضہ کرکے بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کے درمیان نہر بنائی جائے۔ لیکن حملہ کے کچھ عرصہ کے بعد برطانوی فوجی بیماریوں کا شکار ہونے لگے اور ان کی تعداد کم اور حوصلے پست ہونے لگے اور یہ حملہ مکمل طور پر ناکام ہوگیا۔

1825ء کے لگ بھگ وسطی امریکہ کی کنفیڈریشن نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے یہ نہر بنانے کی اپیل کی۔ لیکن امریکی نمائندے نے اس منصوبے کے خلاف رپورٹ دی۔ پھر ایک فرانسیسی کو اس نہر کی تعمیر کے لئے اجازت نامہ دیا گیا لیکن مالی وسائل نہ مہیا ہونے کی وجہ سے یہ کام شروع نہ ہوسکا۔ پھر ہالینڈ کے بادشاہ نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا لیکن یورپ میں جنگ شروع ہونے کی وجہ سے یہ کام پھر کھٹائی میں پڑ گیا۔

1835ء میں امریکی سینٹ نے نکاراگوا کے مقام پر اس نہر کو بنانے کے لئے قرارداد منظور کی لیکن جس شخص کو اس کے جائزہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ نکاراگوا جانے کی بجائے پانامہ چلا گیا اور اس نے پانامہ کے مقام پر دو

سمندروں کے درمیان ریل بچھانے کی تجویز پیش کردی۔
1838ء میں برطانیہ نے ایک بار پھر اس نہر کے لئے جائزہ لیا لیکن یہ منصوبہ ایک بار پھر شروع نہ ہوسکا۔ اس کے بعد ایک بار پھر ایک فرانسیسی ماہر نے اس بارے میں ایک رپورٹ تیار کی لیکن اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر آئرلینڈ کے ایک ماہر نے رپورٹ تیار کی لیکن ایک بار پھر کچھ نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ اس طرح اس نہر کے بارے میں صدیوں تک منصوبے بنتے رہے، کوششیں ہوتی رہیں لیکن کام شروع بھی نہ ہوسکا۔ سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ دو سمندروں کے درمیان ایک روک ہے جو پاٹی نہیں جاسکتی اور ان صدیوں میں اس روک کو عبور کرنے کی بار بار کوششیں ہوتی رہیں لیکن ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

De Lessep کی ناکامی

ان تمام کوششوں میں ناکامی تو ہوئی لیکن اس نہر کی اشد ضرورت تو بہر حال موجود تھی اور اس کے بننے کی صورت میں عظیم الشان فوائد بھی واضح نظر آرہے تھے۔ 1875ء میں Geographical Sciences کی کانفرنس پیرس کے مقام پر منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اس نہر کے مسئلہ پر غور کیا گیا اور اس کے نتیجہ میں ایک کمپنی بنائی گئی جس نے مقامی حکومت سے اس نہر کو بنانے کے لئے چودہ سال کے لئے مراعات حاصل کر لیں۔ پانامہ کے مقام پر اس نہر کو بنانے کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ نہر سویز کے برعکس یہاں پر دو سمندروں کے درمیان علاقہ ہموار نہیں تھا بلکہ یہ سطح سمندر سے کافی بلند تھا۔ اس مسئلہ سے نمٹنے کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ بلند زمین کے مقام پر زیادہ گہری کھدائی کر کے ایک ہی سطح پر نہر بنائی جائے۔ دوسرا ممکنہ طریق یہ تھا کہ نہر میں locks لگائے جائیں جن کے ذریعہ سفر کرنے والے جہاز مرحلوں میں بلند سطح پر چڑھیں۔ 1879ء میں پیرس میں ہی ایک اور بین الاقوامی کانفرنس میں اس مسئلہ پر غور کیا گیا۔ اس کانفرنس میں سب سے قد آور شخصیت نہر سویز کو بنانے والے ہیرو Ferdinand de Lesseps کی تھی۔ ان کی سابقہ کامیابی کی وجہ سے سب کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں اور ان کی قد آور شخصیت کے زیر اثر ہی فیصلہ کیا گیا کہ سمندر کی سطح پر بغیر locks کے نہر بنائی جائے اور چھ کروڑ پاؤنڈ کی رقم سے ایک کمپنی بنائی گئی جس نے سابقہ کمپنی سے اس کی حاصل کردہ مراعات خرید لیں۔ چوٹی کے انجینئر اس حکمت عملی کے خلاف تھے۔ لیکن اس وقت سویز کے ہیرو کی قد آور شخصیت کے سامنے ان کی پیشہ وارانہ آراء کو خاطر میں نہیں لایا جا رہا تھا۔ لوگوں نے دھڑا دھڑ اس کمپنی میں سرمایہ کاری شروع کردی اور بہت سے ماہرین کے تحفظات نظر انداز کردیئے گئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا تھا خود De Lesseps نے کہا تھا کہ کوئی کام غور وفکر اور جائزہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ خود سویز کی نہر کے لئے انہوں نے پانچ سال صرف تجزیہ اور اتنی ہی مدت سروے میں صرف کی تھی۔ لیکن اس وقت تک خود اعتمادی اتنی ترقی کرچکی تھی کہ پانامہ کی نہر کے لئے بغیر مناسب جائزہ اور بغیر مکمل سروے کے عجلت میں کام شروع کیا جا رہا تھا۔ ہزاروں مزدوروں کو کام کے مقام تک بغیر مناسب سہولیات مہیا کئے بھجوایا گیا اور ایک بڑی تعداد ملیریا اور yellow fever کا شکار ہوکر جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ بغیر مناسب جائزہ کے مشینوں کو خریدا گیا جن سے مناسب کام نہیں لیا جاسکا۔ اعلیٰ افسران کو شاہانہ تنخواہوں سے نوازا گیا۔ خفیہ کمیشنوں پر بے تحاشہ رقم خرچ کی گئی۔ بعد میں ہونے والی تحقیقات نے ثابت کیا کہ عملاً ایک تہائی رقم کو بھی اصل کام پر خرچ نہیں کیا جا رہا تھا۔ 1887ء میں بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک سطح پر یعنی سمندر کی سطح پر نہر بنانا بہت مشکل ہوگا اس لئے اس نہر کو locks کے ساتھ بنایا جائے۔ 1889ء کے آخر تک کام جاری رہا لیکن پھر اس کمپنی کے پاس اتنی رقم بھی نہ رہی کہ وہ تنخواہوں کی ادائیگی کرسکے۔ اس لئے اس کمپنی کو دیوالیہ قرار دے دیا گیا۔ ساڑھے آٹھ سالوں میں نہر کا چوتھائی حصہ بھی مکمل نہ ہوسکا تھا۔ فرانس میں اس سکینڈل پر شور مچ گیا۔ کمپنی کے کرتا دھرتا افراد کے خلاف مقدمات چلائے گئے۔ بعض افسران نے خودکشیاں کرلیں۔ De Lessep کو پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کے باعث اور سابقہ ریکارڈ کی بناء پر اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ اس کمپنی کے بچے کھچے اثاثوں کو ملا کر اور مزید رقم شامل کر کے ایک اور کمپنی بنائی گئی اور اس کے کام کی مراعات کی مدت میں اضافہ بھی کیا گیا۔ اس کمپنی نے کام کو آگے بڑھانا شروع کیا لیکن سرمایہ کی کمی کی وجہ سے یہ ممکن نہیں نظر آرہا تھا کہ یہ کمپنی اس کام کو مکمل کرسکے گی۔

امریکی حکومت کا نہر مکمل کرنے کا ارادہ

1897ء میں امریکہ کی کانگرس نے ان دو سمندروں کے درمیان نہر کی تعمیر کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن بنایا۔ پہلے یہ فیصلہ ہوا کہ نکارا گوا (Nicragua) کے مقام پر نئی نہر تعمیر کی جائے لیکن پھر پانامہ کی نہر کی کمپنی سے اس کا کیا ہوا کام اور مراعات خرید لی گئیں اور یہ فیصلہ ہوا کہ پانامہ کے مقام پر اسی نامکمل نہر کو مکمل کیا جائے۔ اس نہر پر نئے سرے سے کام کے آغاز سے قبل یہ جائزہ لینا ضروری تھا کہ گزشتہ کوشش بری طرح ناکام کیوں ہوئی تھی۔ ناکامی کی وجوہات میں ایک بڑی وجہ مزدوروں کی بڑی تعداد میں ہلاکت تھی۔ اس علاقہ میں مچھر بہت زیادہ تعداد میں موجود تھے، جس وجہ سے ہزاروں مزدور ملیریا اور yellow fever کا شکار ہوگئے تھے۔ اس مرتبہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پہلے اس مسئلہ کا سدِ باب ضروری ہے۔ ماہرین سر جوڑ کر بیٹھے کہ مچھروں پر کس طرح قابو پایا جائے۔ مچھر کی پیدائش لاروا سے ہوتی ہے اور لاروا کھڑے پانی میں موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ کھڑے پانی کے مقامات کی سطح پر مچھر مار دوائی کے علاوہ تیل پھینکا گیا تاکہ نئے مچھر جنم نہ لے سکیں۔ ہر سال سوا لاکھ گیلن مچھر مار دوائی اور سات لاکھ گیلن تیل اس غرض کے لئے استعمال کیا گیا۔ علاقہ میں لمبی گھاس کو بار بار کاٹ کر چھوٹا کیا گیا تاکہ مچھر چھپے ہوئے مقامات پر پرورش نہ پاسکیں۔ اس کے علاوہ آنے والے مزدوروں کے لئے حفظان صحت کی ہر ممکن تدابیر اختیار کی گئیں۔ اس علاقہ میں کام کرنے والوں کے لئے معیاری ہسپتال قائم کئے گئے۔
(History of The Panama Canal, By Ira E. Bennett, p 130-132)

اس نہر کا سارا کام امریکی صدر تھیوڈر روزویلٹ کے تحت ہو رہا تھا۔ کچھ ابتدائی تجربوں اور تبدیلیوں کے بعد انہوں نے فوج کے ایک انجینئر Colonel Goethals کو اس منصوبے کا انچارج مقرر کیا۔ De Lesseps کی انتظامیہ کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کے اعلیٰ افسران کام کی جگہ پر وقت گزارنے کی بجائے وقت کا بڑا حصہ قریب کے شہر میں سیر اور آرام پر صرف کرتے تھے۔ لیکن Colonel Goethals کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ کام کی جگہ پر خود موجود ہوتے تھے اور ایک سیاہ فام مزدور سے انجینئر تک کی بات خود سن کر رائے قائم کرتے اور فیصلہ کرتے۔ دو سمندروں کے درمیان پہاڑوں کا سلسلہ حائل تھا۔ ان کو کاٹ کر نہر بنانا ایک ایسا کارنامہ تھا جس کے لئے انتہائی محنت ضروری تھی۔ دو سمندروں کو ملانے کے لئے یہ منصوبہ بنایا گیا تھا کہ اس علاقہ میں Chagres کا دریا پہاڑوں سے ٹکرا کر راستہ بدلتا تھا اور بحر اوقیانوس میں داخل ہوکر ختم ہوجاتا تھا۔ اس دریا کے پانی کو دو سمندروں کے درمیان ایک وسیع جھیل Gatun Lake بنانے کے لئے استعمال کیا گیا جس کا رابطہ دونوں سمندروں سے بنانا ممکن تھا۔ ایک بٹن دبا کر اس کے پانی کو دونوں سمندروں میں سے کسی بھی سمندر کی طرف پھیرا جاسکتا ہے۔ اب جہاز ایک سمندر سے اس جھیل میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اس جھیل سے دوسرے سمندر میں جاسکتے ہیں۔ یہ جھیل 425 مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ پانامہ کی نہر سے گزرتے ہوئے سمندری جہاز 33 کلومیٹر کا سفر اس جھیل میں طے کرتے ہیں۔ یہ جھیل سطح سمندر سے 85 فٹ بلند سطح پر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں سمندروں سے جب کوئی بحری جہاز اس جھیل کی سطح پر آتا ہے تو وہ locks کی مدد سے پچاسی فٹ اوپر چڑھ کر اس جھیل تک پہنچتا ہے۔ دونوں سمندروں کے درمیان دریا کے آنے والے پانی سے یہ جھیل بنانے کے لئے تین ڈیم تعمیر کرنے پڑے تھے۔

مختلف ممالک سے آنے والے لاکھوں مزدوروں کی محنت، انجینئروں کی مسلسل کوششوں اور بے تحاشہ مالی وسائل خرچ کرنے کے بعد 1913ء میں نہر کا زیادہ تر حصہ زیر آب آچکا تھا۔ آخر ایک دھماکہ کے ذریعہ آخری رکاوٹ کو اڑا دیا گیا اور پانی نے آگے بڑھ کر باقی نہر کو بھرنا شروع کیا اور نہر کے locks نے کام شروع کردیا۔ مزید کام جاری رہا اور اگست 1914ء میں جہازوں نے اس نہر کو عبور کرنا شروع کیا۔ قرآن کریم کی یہ عظیم پیشگوئی ایک مرتبہ پھر پوری ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ پھر دو سمندر آپس میں مل چکے تھے اور بحری جہاز ان میں سفر کر رہے تھے۔

میٹھے اور کھارے پانیوں کا ملاپ

سورۃ فرقان کی مذکورہ آیت میں ذکر ہے کہ ان سمندروں میں سے ایک بہت میٹھا اور ایک بہت کھارا اور تلخ ہے۔ یہاں قدرتاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں کہ
”اس میں بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کا ذکر ہے۔

باقی صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیں

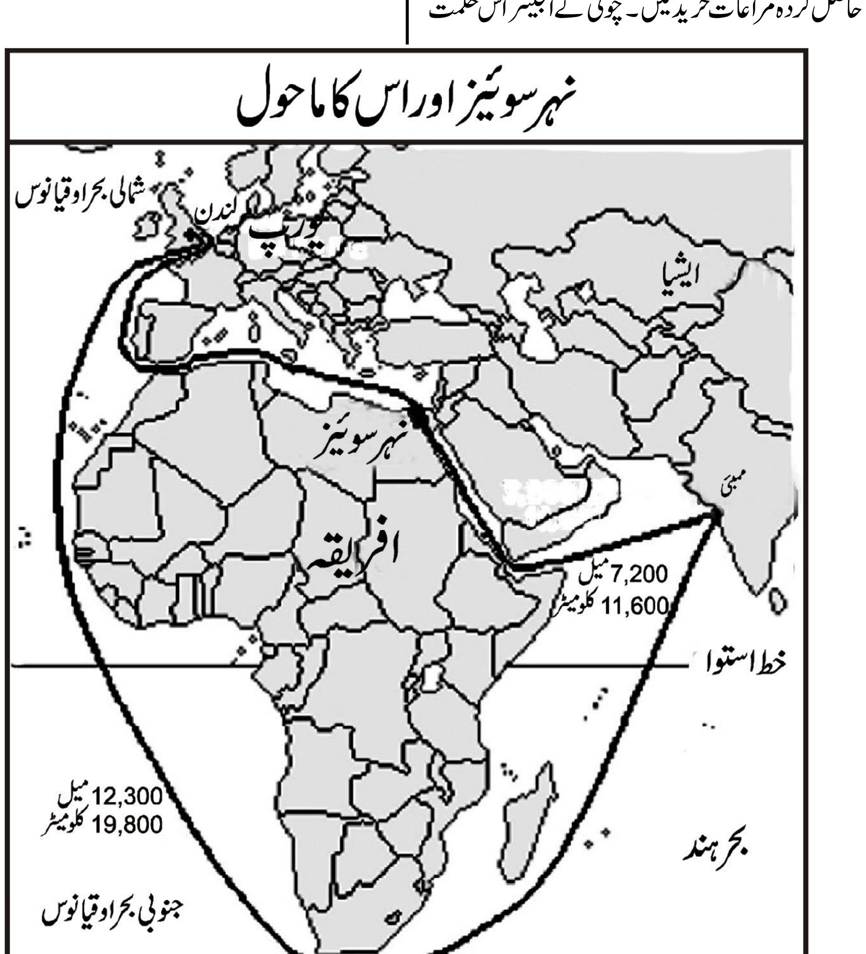

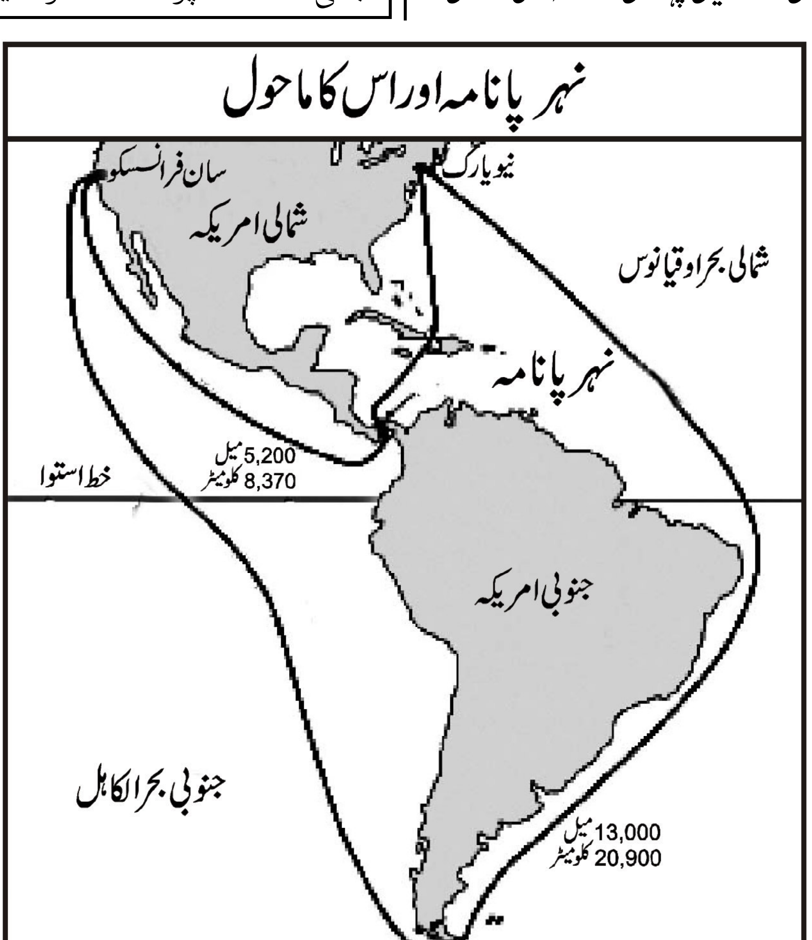

مختصر عالمی جماعتی خبریں

مرتبہ: فرخ راحیل ۔ مربی سلسلہ

اس کالم میں الفضل انٹرنیشنل کو موصول ہونے والی جماعت احمدیہ عالمگیر کی تبلیغی و تربیتی مساعی پر مشتمل رپورٹس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

﴿ بنگلہ دیش ﴾

جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کے فارغ التحصیل طلباء کی تقریب تقسیم اسناد کا بابرکت انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کو 19 فروری 2016ء بروز جمعۃ المبارک اپنی تقریب تقسیم اسناد منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب مبلغ سلسلہ امریکہ تھے۔ آپ کی صدارت میں تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ناصر احمد صاحب طالبعلم درجہ ثانیہ نے کی۔ درثمین میں سے مکرم قاسم حسین صاحب درجہ رابعہ نے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں مکرم مولانا محمد امداد الرحمٰن صدیقی صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش نے رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کا آغاز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر 2006ء میں ہوا۔ 2013ء میں 8 طلباء نے سات سالہ کورس مکمل کیا اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد 2014ء میں بھی 8 طلباء اور امسال بھی 8 طلباء کامیاب ہوئے ہیں۔ 2015ء میں فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مکرم ہزاری احمد منعم صاحب (مربی سلسلہ)، 2۔ مکرم سید مظفر احمد صاحب (مربی سلسلہ)، 3۔ مکرم نوید الرحمٰن صاحب (مربی سلسلہ)، 4۔ مکرم محمد الحق صاحب (مربی سلسلہ)، 5۔ مکرم جنید الاسلام صاحب (مربی سلسلہ)، 6۔ مکرم محمد صالح صاحب (مربی سلسلہ)، 7۔ مکرم زبیر احمد صاحب (مربی سلسلہ)، 8۔ مکرم مستفیض الرحمٰن صاحب (مربی سلسلہ)۔

آپ نے بتایا کہ درجہ خامسہ 5 ہفتوں کے لئے قادیان کا ایک تعلیمی سفر کرتی ہے۔ ڈھاکہ، کلکتہ اور دہلی سے ہو کر قادیان پہنچتی ہے۔ یہ تعلیمی سفر مکرم پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ قادیان کے زیر انتظام ہوتا ہے۔ اس پروگرام میں لدھیانہ، ہوشیار پور وغیرہ مقامات کا وزٹ بھی کروایا جاتا ہے۔

مکرم یاسین احمد صاحب وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق مکرم شمشاد احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ امریکہ نے فارغ التحصیل طلباء کو شاہد کی ڈگری عطا کی۔

آخر پر آپ نے مختصر خطاب کیا اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

☆......☆......☆

جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش سے 2015ء میں شاہد کی ڈگری پانے والے طلباء

﴿ نائیجر (مغربی افریقہ) ﴾

نائیجر کے ریجن مارادی میں احمدیہ مسجد کا کامیاب افتتاح

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ نائیجر نے 10 اپریل 2016ء بروز اتوار کو ریجن مارادی میں احمدیہ مسجد کا افتتاح کیا۔ الحمد للہ۔ یہ مسجد ریجن مارادی کے ایک گاؤں الکالی میں تعمیر کی گئی ہے جو شہر سے 49 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ 49 کلومیٹر میں سے 30 کلومیٹر پکی سڑک ہے۔ باقی 19 کلومیٹر صحرائے اعظم صحارا میں واقع ہے۔ 19 کلومیٹر دلدل میں پھنسنے والی ریت کی وجہ سے مسجد کی تعمیر کا سامان پہنچانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ 2 مرتبہ ویرانہ میں گاڑی بھی خراب ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالآخر ہر مشکل آسان ہوگئی۔

مکرم محمد جمال صاحب مبلغ سلسلہ مارادی ریجن کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق مسجد کی تعمیر کا کام یکم مارچ 2016ء کو شروع ہوا اور دس دنوں کے قلیل عرصہ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ الحمد للہ

مسجد کا نام بیت القاضی ہے اور اس کا کل رقبہ 8×6 مربع میٹر ہے۔ اور اتنا ہی آگے برآمدہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ علاقہ کی جامع مسجد ہے اور اس مسجد میں تربیتی پروگرام کے تحت مدرسہ بھی جاری کیا گیا ہے۔ 70 بچے روزانہ قرآن کریم پڑھنا سیکھ رہے ہیں۔

15 اپریل بروز جمعہ مسجد بیت القاضی کا افتتاح مکرم شاکر مسلم صاحب امیر جماعت احمدیہ نائیجر نے دعا کے ساتھ کیا۔ اس موقع پر قرب و جوار سے تقریباً 400 احباب موجود تھے جن میں علاقہ کے چیف کا نمائندہ اور میئر کا نمائندہ بھی شامل ہیں۔ سب نے مسجد کی تعمیر کو سراہا اور خوشی کا اظہار کیا۔ خطبہ جمعہ کے بعد تمام شاملین کو کھانا پیش کیا گیا اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

☆......☆......☆

مسجد بیت القاضی مارادی ریجن نائیجر

﴿ سوئٹزرلینڈ ﴾

مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کے بابرکت سالانہ اجتماع کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کو مورخہ 28 تا 29 مئی 2016ء اپنا 32واں سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

اجتماع سے ایک روز قبل مکرم ولید طارق تارتر صاحب امیر جماعت سوئٹزرلینڈ اور مکرم عبد الباسط طارق صاحب مربی سلسلہ نے انتظامات کا معائنہ کیا اور ہدایات سے نوازا۔ بعد ازاں تمام منتظمین کے ساتھ عشائیہ ہوا۔

28 مئی 2016ء بروز ہفتہ اجتماع کا آغاز پرچم کشائی سے ہوا۔ بعد ازاں افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد مکرم عبد الباسط طارق صاحب مربی سلسلہ نے اپنے خطاب میں خدام کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور انہیں اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن سرانجام دینے کی تلقین کی۔

مکرم شاہد اقبال صاحب نائب صدر خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق علمی مقابلہ جات اور ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ خدام کی دلچسپی کے لئے مختلف شعبہ جات نے معلوماتی سٹالز بھی لگائے جن میں احمدیہ بائیکنگ کلب، IAAAE، Humanity First، تبلیغ سٹال، اشاعت سٹال وغیرہ شامل تھے۔

دوسرے روز بھی بقیہ علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ اختتامی اجلاس سے قبل مکرم امیر صاحب سوئٹزرلینڈ اور مکرم مربی صاحب نے سوال و جواب کے سیشن میں خدام و اطفال کے سوالات کے جوابات دیئے۔

اختتامی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد کے بعد مکرم طلحہ Tatnutzer صاحب ناظم اعلیٰ اجتماع نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔ بعد ازاں مکرم راشد وڑائچ صاحب صدر خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ نے اختتامی خطاب کیا۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ایک خطاب بعنوان ''خدا کے ایک بندے کو آپ کی تلاش ہے'' سے مختلف نکات پیش کئے جن میں خدام الاحمدیہ کے لئے زرّیں ہدایات ہیں۔

نیشنل اجتماع کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت اپنا خصوصی پیغام بھی بھجوایا جو صدر صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ حضور انور کا یہ پیغام انگریزی میں تھا۔ اس کا اردو مفہوم اپنی ذمہ داری پر درج ذیل ہے۔

پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

میرے پیارے خدام مسیح موعود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت جبکہ اسلام پر اندرونی حملے کئے جا رہے ہیں اور غیر مسلم دنیا بھی اس پر حملہ آور ہے مَیں خدام کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہر قوم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی حقیقی اسلام کی طرف رہنمائی کرنا اُن کی ذمہ داری ہے۔ یہ مقصد صرف دعاؤں اور انتھک محنت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم نے تمام دنیا کو ابدی تعلیم دی ہے۔ اس میں مستقبل کے بارہ میں بہت سی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ اللہ قرآن کریم کو ہر تحریف سے محفوظ رکھے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کو نازل ہوئے 1400 سال گزر چکے ہیں اس کا ایک حرف بھی نہ بدلا۔ اس بات کی تصدیق حال ہی میں دریافت ہونے والے چھٹی صدی کے ایک نسخہ سے ہوتی ہے۔ مستقبل سے متعلق ایک اور پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی ہے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعاوی میں سچے تھے اور یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی بھیجے گئے تھے۔ ایک اور پیشگوئی خلافت علیٰ منہاج نبوت کے بارہ میں ہے۔ لیکن اس وعدہ کے ساتھ چند شرائط تھیں جن کا پورا ہونا ضروری تھا تا کہ خلافت مومنوں کے لئے بطور نعمت قائم رہے۔ خلافت ان لوگوں کو دی جائے گی جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو نماز قائم کرتے ہیں۔ انہیں لازماً نمازوں میں باقاعدہ ہونا ہے اور عبادتوں کے حق ادا کرنے کی طرف پوری توجہ کرنی ہوگی۔ انہیں زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہے اور خدا تعالیٰ کے تمام احکامات کی پابندی کرنی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔

آپ سب کو نماز قائم کرنی ہے اور اپنے ایمان کی خاطر مالی قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ جب ایسا ہوگا تب ہی آپ خدا تعالیٰ کے اس انعام کے حقدار ہوں گے۔ پس ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ خدا نے ہم احمدیوں پر یہ انعام نازل فرمایا۔ یہ امر احمدیوں کو مسلسل اپنے محاسبہ کی طرف توجہ دلانے کا باعث ہونا چاہئے کہ کیا وہ اس حوالہ سے خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟ یہ ہمارے نوجوانوں اور آئندہ نسلوں کا کام ہے کہ وہ دنیاوی لذات اور خواہشات کو ایک طرف رکھ کر اپنے آپ کو ایمان کے لئے وقف کریں تا کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اسی انعام کی وارث ٹھہریں جو ہمیں نصیب ہوا ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ ہمارے نوجوانوں میں سے ایک بھی اپنے ایمان سے دُور ہو کیونکہ یہ اسے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کر دے گا۔ بیشمار مثالیں ہمیں ملتی ہیں کہ کس طرح روحانی طور پر لوگوں کا رجحان احمدیت کے پیغام کی طرف ہوا ہے۔ دنیا

نے اس بات کو تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے کہ صرف احمدیہ مسلم جماعت ہی ہے جو آج دنیا کو اسلام کا سچا چہرہ دکھا رہی ہے اور مذہب اور انسانیت کی بہبود کے لئے عظیم خدمات بجالا رہی ہے۔

مَیں احمدی نَوجوانوں کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی ترجیحات بدلیں اور ایم ٹی اے کے پروگراموں کو باقاعدگی سے دیکھا کریں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی ایسے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں جو عصرِ حاضر سے متعلق ہیں جو آپ کے دینی علم کو بڑھائیں گے۔ آپ پھر اسلام کا دفاع کرسکیں گے اور لوگوں کو تبلیغ کرسکیں گے۔ آج آپ اسلام کے حقیقی خادم بن کر آگے بڑھیں۔ آپ سب نے اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ آپ اللہ کے فضلوں کے حقیقی وارث ہیں۔ آپ ایسے بنیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے توقع کی ہے۔ آپؑ ہم سے یہی چاہتے تھے کہ ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے اجتماع کو بھرپور رنگ میں کامیاب کرے۔ آمین۔

والسلام

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

....

اس کے بعد انعامات تقسیم کئے گئے ۔ اجتماع کا اختتامی خطاب مکرم ولید طارق تارنتسر صاحب امیر جماعت سوئٹزرلینڈ نے کیا جس میں آپ نے رمضان المبارک کی برکات اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ دعا کے ساتھ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

امسال اطفال، خدام اور مہمانوں کی کُل حاضری 230 رہی۔ الحمدللہ۔

☆......☆......☆

﴾کینیا (مشرقی افریقہ)﴿

کینیا کے ریجن کسومو میں ’’مسجد مسرور‘‘ کے افتتاح کی بابرکت تقریب

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کینیا کو 27 مئی 2016ء بروز جمعۃ المبارک کسومو ریجن کے ایک قصبہ بنام کمبیوا (Kombewa) میں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ یہ قصبہ ایک خوبصورت سرسبز وادی میں واقع ہے۔ اس کے ایک طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا دلکش سلسلہ ہے اور دوسری طرف سڑک کے ساتھ چلتی ہوئی جھیل وِکٹوریہ ہے جو میٹھے پانی کی مشرقی افریقہ میں سب سے بڑی جھیل ہے۔

مکرم محمد افضل ظفر صاحب مربیٔ سلسلہ کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق کمبیوا کا علاقہ عیسائی علاقہ ہے اور جماعت احمدیہ کا پیغام سال 2000ء میں یہاں پہنچا۔ 2001ء میں مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب انچارج کسومو ریجن کی زیرنگرانی برلب سڑک ایک قطعہ زمین خرید کر 30x20 فٹ کی ایک پختہ مسجد تعمیر کی گئی جو علاقہ میں جماعت کا سنٹر تھا۔ 2008ء میں مسجد کے احاطہ میں ایک کنوآں کھدوایا گیا جس سے مسجد میں آنے والے نمازیوں کے علاوہ اردگرد کے تمام لوگوں کو بھی پانی کے حصول میں بہت سہولت ہوگئی۔ اس علاقہ میں بارشوں کی شدّت اور جگہ کے نشیبی علاقہ میں ہونے کی وجہ سے مسجد کی بنیادوں کو شدید نقصان پہنچا جس کی وجہ سے کافی عرصہ سے اس کی تعمیرنو کی ضرورت محسوس ہورہی تھی۔ امسال مکرم مولانا فہیم احمد لکھن صاحب مبلغ سلسلہ و انچارج کسومو ریجن کی زیرنگرانی اس مسجد کی تعمیرنو کا کام شروع ہوا اور ایک مختصر عرصہ میں 20x25 فٹ کے رقبہ پر مسجد تعمیر کی گئی۔

مسجد کا افتتاح 27 مئی 2016ء کو مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر و مشنری انچارج کینیا نے جمعہ سے قبل یادگار تختی کی نقاب کشائی اور دعا سے کیا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد افتتاحی تقریب منعقد کی گئی جس میں دیگر جماعتوں سے بھی احباب جماعت کے علاوہ مقامی غیر از جماعت احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

اس تقریب کا باقاعدہ آغاز مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر و مشنری انچارج کینیا کی زیرصدارت تلاوت قرآن کریم مع سواحیلی ترجمہ سے ہوا۔ سواحیلی نظم کے بعد ریجنل انچارج مکرم مولانا فہیم احمد لکھن صاحب مبلغ سلسلہ نے مسجد کی تعمیر کی تفصیلی رپورٹ پیش کی۔

بعد ازاں مکرم ایڈوین اچوئین صاحب سابق چیئرمین CDF.Holo نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ بلاتفریق لوگوں کی خدمت کرتی ہے اور اس علاقہ میں بھی جماعت طلباء کی مدد اور غریبوں یتیموں اور مستحقین کی خدمت میں پیش پیش ہے۔ جماعت نے اس علاقہ میں پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لئے مختلف جگہوں پر کنویں بھی کھدوائے ہیں اور نلکے بھی لگوائے ہیں۔ یہ سب کچھ جماعت کے اس موٹو Love for All, Hatred For None کی تصویر ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ آئندہ بھی خدمت کے اس سلسلہ کو جاری رکھے گی۔

موصوف آجکل سابق وزیر میڈیکل سروسز اور اسی حلقہ سے منتخب سینیٹر آنریبل پروفیسر ایونگ یونگ کے سیکرٹری ہیں۔ تقریب کے دوران ہی انہیں مکرم سینیٹر صاحب موصوف کا پیغام موصول ہوا کہ میری طرف سے جماعت کو اس مسجد کے افتتاح پر مبارکباد پیش کریں۔ یاد رہے کہ سینیٹر صاحب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے لندن میں ملاقات کر چکے ہیں اور جماعت احمدیہ سے بخوبی واقف ہیں۔ احمدیہ مسلم ہسپتال شیانڈا کا افتتاح بھی موصوف نے ہی کیا تھا۔

مسجد مسرور کمبیوا (Kambewa) کینیا

آخر پر مکرم طارق محمود ظفر صاحب امیر جماعت کینیا نے خطاب کیا۔ آپ نے مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تمام مالی و عملی معاونین کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے اسلام میں عبادت کی اہمیت، مسجد کے مقام اور اس کی تعمیر کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے احباب جماعت کو مسجد میں باقاعدگی سے پانچوں نمازیں ادا کرنے کی تلقین کی۔ اور بتایا کہ مسجد کی تعمیر کا حق صحیح رنگ میں مسلسل عبادت بجا لانے سے ہی ادا کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے جماعت کے ماٹو ’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘ کے حوالہ سے بھی بتایا کہ مسجد اس کا حقیقی مظہر ہے۔ اس کا اظہار خاص طور پر اس وقت ہوتا ہے جب لوگ بلاتفریق رنگ و نسل ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔

دعا کے بعد حاضرین کو کھانا پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں 170 مرد و زن نے شرکت کی۔ تقریب کے آخر پر انٹرنیٹ کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ سنایا گیا۔

مسجد کی تعمیر کا بیشتر خرچ مکرم شمس الدین بھائی نے ادا کیا جو کینیا کے رہنے والے ایک مخلص احمدی ہیں اور آجکل کینیڈا میں مقیم ہیں۔ لوکل احباب نے بھی مسجد کے لئے مالی قربانی کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

﴾بینن (مغربی افریقہ)﴿

بینن کے ایک گاؤں Bozinkpe میں مسجد کا بابرکت افتتاح

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بینن کو کوفو ریجن میں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ یہ کوفو ریجن کی ایک نومبائع جماعت ہے جو اخلاص اور وفا میں بڑھ رہی ہے۔

Bozinkpe گاؤں کمیون Aplahoue میں واقع ہے۔ جو اس کمیون شہر سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور آزووے شہر سے مغرب کی طرف دو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں گزشتہ سال (2015ء میں) معلم مکرم کوفی محمد صاحب کے ذریعہ احمدیت کا پیغام پہنچا۔ جن احباب کو قبول احمدیت کی توفیق ملی وہ سب مسلمان تھے۔ جب مولویوں کو پتہ چلا کہ ان افراد نے احمدیت قبول کی ہے تو غیر احمدی مولوی نے ان کو بہکانا شروع کر دیا اور جماعت کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ تو اس گاؤں کے احمدیوں نے مولوی کو یہ جواب دیا کہ ہم ایک عرصہ سے مسلمان ہیں اور آپ لوگوں نے کبھی ہماری خبر نہیں لی اور نہ کبھی آکر ہمارے بچوں کو پڑھایا ہے۔ اب جبکہ جماعت احمدیہ کے معلّم صاحب آتے ہیں اور ہمیں دین سکھا رہے ہیں، ہمارے بچوں کو پڑھا رہے ہیں۔ تو آپ لوگ آکر ان کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی حضرات یہ پیغام سن کر وہاں سے چلے گئے۔

جب جماعت نے اس گاؤں میں مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا تو گاؤں والوں نے ہی پلاٹ دیا۔ تعمیر کا آغاز جنوری 2016ء میں ہوا۔ اور ایک ماہ کے اندر مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ مسجد کی تعمیر کے لئے گاؤں والوں نے بڑی قربانی کی اور خدا کے گھر کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ ایک خاتون نے مسجد کی تعمیر کے لئے اینٹیں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

جب مسجد کی تعمیر آخری مراحل میں تھی تو مقامی جماعت نے فیصلہ کیا کہ مسجد میں ٹائلیں لگوائی جائیں۔ چنانچہ احباب جماعت نے اپنے خاندان کے مخیّر حضرات سے اس قربانی کا مطالبہ کیا جو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ اور مسجد مکمل ہونے سے قبل ہی ٹائلوں کی خریداری کے لئے رقم دے دی۔

یہ مسجد سات میٹر چوڑی اور نو میٹر لمبی ہے جس میں ایک سو پچاس افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسجد کی افتتاحی تقریب کے لئے مکرم رانا فاروق احمد صاحب امیر جماعت بینن اور مکرم ثانی رحمان صاحب تشریف لائے۔ 25 مارچ 2016ء کو دوپہر دو بجے تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد صدر جماعت نے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور مسجد کی تعمیر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پروگرام میں میئر کے نمائندہ کے طور پر پیرا ماؤنٹ چیف، Gendarmerie کا نمائندہ اور علاقے کے سینٹرل امام صاحب شامل ہوئے۔ سب نے جماعت احمدیہ کو مسجد کی تعمیر پر خراج تحسین پیش کیا اور جماعت کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

تقریب کے آخر پر رانا فاروق احمد صاحب امیر جماعت بینن نے مختصر تقریر میں مسجد کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے فیتہ کاٹا اور دعا کروائی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ مسجد کے افتتاح کی خبر ڈیپارٹمنٹ کوفو کے FM ریڈیو پر تین دن تک نشر ہوتی رہی۔ اور بینن کے نیشنل اخبار La Nation نے بھی خبر شائع کی۔

احمدیہ مسجد Bozinkpe بینن

☆......☆......☆

MOT

CLASS IV: £48

CLASS VII: £56

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

بقیہ: خلافت سے عشق ومحبت اور اطاعت، صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کی روشنی میں

..............................از صفحہ نمبر 4

رات دن انہوں نے کی ہے۔ اس سے ان کے اخلاص کا اظہار ہوا ہے۔‘‘ (حیات نور صفحہ 480)

....

جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے محسوس کیا کہ اب میرا آخری وقت قریب ہے تو آپ نے 4 مارچ 1914ء کو ایک وصیت تحریر فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ مہلت نہ پائی اور 13 مارچ 1914ء کو جمعہ کے دن اس جہانِ فانی سے کوچ فرما کر اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضر ہوگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے وقت وہ اختلاف جو عرفاً مخفی تھا مگر حقیقۃً اب مخفی نہیں رہا تھا، یکدم پھوٹ کر باہر آ گیا۔ قادیان گویا میدانِ حشر بن گیا۔ بیشک حضرت خلیفہ اولؓ کی جدائی کا غم بھی ہر صحابی کے دل پر بہت بھاری تھا مگر اس دوسرے غم نے جو جماعت کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے صحابہ کے دلوں کو کھائے جا رہا تھا اس صدمہ کو سخت ہولناک بنا دیا تھا۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے انتخاب میں تقریباً 26 گھنٹے کا وقفہ تھا جو صحابہ کی جماعت پر قیامت بن کر گزرا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’وہ دن جماعت (صحابہ) کے لئے قیامت کا دن تھا اور میرے اس بیان میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں۔ ایک نبی کی جماعت۔ تازہ بنی ہوئی جماعت۔ بچپن کی اٹھتی ہوئی امنگوں میں مخمور۔ اور صداقت کی برقی طاقت سے دنیا پر چھا جانے کے لئے بے قرار۔ جس کے لئے دین سب کچھ تھا اور دنیا کچھ نہیں تھی وہ اپنی آنکھوں کے سامنے (اس اختلاف) کو دیکھ رہی تھی۔ یہ نظارہ نہایت درجہ صبر آزما تھا اور مؤلف رسالہ ھذا نے ان تاریک گھڑیوں میں ایک دو کو نہیں، دس بیس کو نہیں بلکہ سینکڑوں کو بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھا۔ اپنے جدا ہونے والے امام کے لئے نہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ اس وقت جماعت کے غم کے سامنے یہ غم بھولا ہوا تھا۔ بلکہ جماعت اور اس کے مستقبل کی فکر میں۔‘‘

1914ء بروز ہفتہ عصر کی نماز کے بعد سب حاضر الوقت احمدی خلافت کے انتخاب کے لئے مسجد نور میں جمع ہوئے تو منکرین خلافت بھی اس مجمع میں روڑا اٹکانے کی غرض سے موجود تھے۔ اس دو ہزار کے مجمع میں سب سے پہلے نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت خلیفہ اول کی وصیت پڑھ کر سنائی جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے کی نصیحت تھی۔ اس پر ہر طرف سے ’’حضرت میاں صاحب حضرت میاں صاحب‘‘ کی آوازیں بلند ہوئیں اور اسی کی تائید میں مولانا سید محمد احسن صاحب امروہیؓ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ میری رائے میں ہم سب کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر جمع ہو جانا چاہئے کہ وہی ہر رنگ میں اس مقام کے اہل اور قابل ہیں۔ اس پر سب طرف سے پھر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب کے حق میں آوازیں اٹھنے لگیں اور سارے مجمع نے بالاتفاق اور بالاصرار کہا کہ ہم انہی کی خلافت کو قبول کرتے ہیں۔

اس کے بعد مومنوں (صحابہ) کی جماعت نے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی طرف رخ کیا کہ اس کا نظارہ کسی دیکھنے والے کو نہیں بھول سکتا۔ لوگ چاروں طرف سے بیعت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے اور یوں نظر آتا تھا کہ خدائی فرشتے لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظور ایزدی کی طرف کھینچے لا رہے ہیں۔ اس وقت ایسی ریلا پیلی تھی اور جوش کا یہ عالم تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھا اور بچوں اور کمزور لوگوں کے پس جانے کا ڈر تھا اور چاروں طرف سے یہ آواز اُٹھ رہی تھی کہ ہماری بیعت قبول کریں، ہماری بیعت قبول کریں۔
(سلسلہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 331)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: ’’مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اس بات کو عذر بنانا چاہا...... اس پر مولوی سرور شاہ صاحبؓ نے کہا میں الفاظ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 516 تا 518)

صحابہؓ کے اصرار پر آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بیعت لینی شروع کی۔ یکلخت مجلس میں ایک سنّاٹا چھا گیا اور جو لوگ قریب نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے اپنی پگڑیاں پھیلا پھیلا کر اور ایک دوسرے کی پیٹھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ دہرائے۔‘‘ (سلسلہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 330 بحوالہ الفضل 18 مارچ 1914ء مع ضمیمہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔ ’’جماعت احمدیہ کو خدا کی خلافت سے تعلق ہے اور وہ خدا کی خلافت کے آگے اور پیچھے لڑے گی اور دنیا میں کسی شریر کو جو کہ خلافت کے خلاف ہے خلافت کے قریب بھی نہیں آنے دے گی۔‘‘

ایک شاعرِ احمدیت صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اک انجمن تھے ذات میں خوبی میں چاند تھے
ان کے عمل کے سامنے تارے بھی ماند تھے

صحابہؓ کی طرح صحابیاتؓ نے بھی خلافت کے ساتھ اپنے عشق ومحبت کا بے مثال نمونہ دکھلایا۔

....

☆ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ فرماتے ہیں۔ ’’مارچ 1914ء میں خاکسار ابھی انگلستان میں ہی تھا والد صاحب نے خط لکھا کہ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو کچھ کرو، غور اور فکر سے کرنا۔ جبکہ والدہ صاحبہ (حضرت حسین بی بی صاحبہؓ) نے لکھوایا کہ میں نے بیعت کر لی ہے اور تمہارے بھائیوں اور بہن کی طرف سے بھی بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اگر تم نے ابھی تک خط نہیں لکھا تو اب فوراً لکھ دو۔ تاخیر ہرگز نہ کرنا۔‘‘ ’’والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے والد صاحب کی طرف سے جب اس موقع پر بیعت کرنے میں توقّف ہوا تو مجھے سخت گھبراہٹ ہونے لگی۔ میں بہت دعائیں کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے مکان پر ان دنوں بہت جھگڑا رہا کرتا تھا۔ میری طبیعت میں بہت قلق پیدا ہوا کہ تمہارے والد کیوں جلد کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور کیوں اس قدر لمبی بحثوں میں پڑ رہے ہیں۔ آخر جب انہوں نے ایک دن بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے لئے تمام دنیا روشن ہو گئی ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ان سے کہا کہ آپ ابھی خط لکھ دیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈاک تو اب صبح ہی جائے گی۔ صبح خط لکھ دیں گے۔ میں نے منّت کی کہ ابھی لکھ دیں، دیر نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ کیا خط سینے پر رکھ کر سونا ہے؟ میں نے کہا کہ اصل بات تو یہی ہے۔ میں یہ تمام راتیں سو نہیں سکی۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت خط لکھ کر مجھے دے دیا اور میں نے اسے سینہ پر رکھ لیا اور سو گئی۔ اور صبح ہوتے ہی مَیں نے ڈاک میں بھجوا دیا۔‘‘
(’میری والدہ‘ صفحہ 35-36)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب مسجد برلن کی تحریک فرمائی تو صحابیات حضرت مسیح موعودؑ کے حیرت انگیز قربانی کے نمونے دیکھنے کو ملے۔ حضورؓ نے خود 21 اکتوبر 1956ء کو لجنہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ان قربانیوں کا ذکر فرمایا:

☆ حضرت سیدہ ام طاہر کی والدہ زندہ تھیں انہوں نے اسی وقت اپنی بہوؤں اور بیٹیوں کو بلایا اور کہا سب زیور اتار دو میں یہ سب زیور مسجد برلن میں دوں گی۔ چنانچہ وہ سارا زیور بیچ کر مسجد برلن کے لئے چندہ دیا گیا۔

☆ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (حضرت اماں جانؓ) نے جائیداد فروخت کر کے 500 روپے ادا کئے۔

☆ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ایک ہزار روپیہ دیا۔ اسی طرح سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اور دیگر صحابیاتؓ نے بھی نمایاں حصہ لیا۔

نیز فرمایا ’’میں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں میں کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آ جائے۔ اور ہماری فتح کا دن بہت قریب آ جائے۔‘‘

صحابہ مسیح موعودؑ آسمان احمدیت کے وہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں جن کی روشنی تا قیامت دنیا کی ہر قوم میں عشّاق خلافت پیدا کرتی رہے گی۔ انشاءاللہ۔

☆ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور دیگر کئی صحابہؓ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریک شدھی کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور بے شمار لوگوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا۔ ان مجاہدین نے تیز اور چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل کا پیدل سفر کیا، کھانا تو الگ رہا ان کو پانی بھی نہ مل سکا۔ اسی طرح یہ صحابہؓ خلفائے احمدیت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے زندگیاں وقف کر کے دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ کیا ایشیا اور کیا یورپ اور امریکہ کے سبزہ زار اور کیا افریقہ کے جنگل اور ریگستان اور کیا مشرقی جزائر سب کے سب اس بات پر نازاں ہیں کہ ان پر صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک قدم پڑے۔ ان کے ذریعہ بے شمار قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ یہ عشق و وفا کی داستانیں ایسی دلگداز ہیں کہ بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن صحابہؓ کی یہ جماعت عشق و وفا کی راہوں پر چلتے ہوئے ہر حالت میں اسلام کی منادی کرتی رہی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

کس بہر کسے سر ندہد ، جان نفشاند
عشق است کہ ایں کاربصد صدق کناند
عشق است کہ بر آتشِ سوزاں بنشاند
عشق است کہ بر خاکِ مذلت غلطاند

یہ عشق ہی ہے جو ذلّت کی خاک پر لوٹاتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو جلتی آگ پر بٹھاتا ہے۔ کوئی کسی کے لئے نہ سر دیتا ہے۔ نہ جان چھڑکتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جو یہ کام پورے خلوص سے کرواتا ہے۔
(درثمین فارسی صفحہ 299-300)

اطاعت خلافت ان صحابہ کے وجودوں میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی اور وہ اس کو انتہا تک پہنچاتے رہے۔

☆ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ جنہیں خدا تعالیٰ نے عظیم الشان عہدوں سے نوازا آپ سے کسی نے سوال کیا کہ چوہدری صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری زندگی بڑے بڑے اعزازات اور کامیابیوں سے بھری ہوئی ہے اس کا سبب کیا ہے؟ چوہدری صاحب نے بغیر کسی تأمّل کے فرمایا: Because through all my life I was obedient to Khilafat. یعنی میں تمام زندگی خلافت کا فرمانبردار رہا ہوں۔ پس یہی کامیابی کا راز ہے۔ کاش ہر ایک اس راز کو سمجھ لے۔
(نیوز لیٹر خلافت جوبلی نومبر 2007ء صفحہ 4 یو ایس اے۔ بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 14 جون 2010)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شہزادہ ویلز کے لئے ایک نہایت قابل قدر تحفہ کتاب کی شکل میں تیار کیا۔ اور مجھے ارشاد فرمایا کہ پانچ دن کے اندر ترجمہ کر کے قادیان میں لے آؤ۔ مجھے ان دنوں دن بھر مصروفیت رہتی تھی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقرر میعاد کے اندر خاکسار ترجمہ لے کر حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔
(تحدیث نعمت صفحہ 210)

☆ 1921ء میں مختلف احمدیت مخالف علماء نے قادیان میں زبردست جلسہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا پیغام موصول ہوا کہ احمدیہ ہوسٹل کے طلباء کو ساتھ لے کر فوراً قادیان پہنچ جاؤ۔ چنانچہ شام کی گاڑی سے ہم روانہ ہوئے۔ گاڑی نصف شب کے قریب بٹالہ پہنچی۔ بعض طلباء نے آرام کی خواہش کی۔ میں نے کہا کہ ہمت سے بڑھتے چلو۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی کہ ہم مسجد مبارک کے چوک میں پہنچ گئے۔ اور نماز کے فوراً بعد سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان دنوں میں امام جماعت کو نیند کے لئے کوئی وقت میسر آیا کہ نہیں، اور اگر میسر آیا تو کتنا؟ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ ایسے جیّد عالم اور واجب الاحترام بزرگ بیت المال کے دروازہ پر پہرہ دار کے طور پر جوانوں کی طرح ایستادہ تھے۔ آنکھوں میں وہی چمک، لبوں پر وہی تبسم، چہرے پر وہی بشاشت جو قرآن کریم کا درس دیتے وقت ہوا کرتی تھی۔ وہ قرآن کریم کا درس، یہ قرآن کریم پر عمل۔ اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوا وَاتَّقُوااللّٰہ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (تحدیث نعمت صفحہ 213،214)

نیز فرماتے ہیں کہ میں نے مرغِ بے جان کی طرح اپنے آپ کو حضورؓ کے ہاتھ میں دیدیا اور حضورؓ ہر لحظہ ماں باپ سے بڑھ کر مشفق مربی رہے۔ میں نے اپنے متعلق اتنی فکر نہیں کی جتنی حضورؓ میرے متعلق کرتے رہے۔‘‘
(تحدیث نعمت صفحہ 691)

☆ حضرت منشی امام دین صاحبؓ کو حقہ پینے کی بہت عادت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خلافت کے ابتدائی زمانے میں کسی خطاب میں حقہ کی مذمت بیان کی تو اسی وقت حقہ چھوڑ دیا۔ اور عزم کیا کہ اب ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ شروع میں بیمار بھی ہو گئے لیکن ایسی اطاعت کی کہ پھر ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ (اصحاب احمد جلد ا۔ صفحہ 118)

☆ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کو سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی تو آپؓ چھوٹے بچوں کو بھی سحری کے وقت جگا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ’’جب ان میں سے کوئی روتا ہے تو اس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں شامل ہو جاتا ہے‘‘۔
(نجم الہدیٰ صفحہ 323)

☆ حضرت حافظ عزیز اللہ شاہ صاحبؓ کے متعلق حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زبان سے نکلے ہوئے سرسری الفاظ کی بہت وقعت والد صاحب کے نزدیک تھی۔ اور آپ اسی میں خیر وبرکت سمجھتے تھے۔ حضورؓ کی دعاؤں پر آپ کو بہت یقین تھا۔ جب کوئی تکلیف ہوتی ابا جان حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تار یا خط بھیجتے اور کہتے کہ اب مجھے اطمینان ہے۔

☆ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری دعا اور آرزو ہے میری اولاد خلافت سے منسلک

رہے۔اور ہمیشہ اس گروہ کا ساتھ دیں جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کے افراد زیادہ سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ حضورؑ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ (میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں)۔

☆ خلافت کی تائید کرنے میں حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔آپ نے جماعتوں کے دورے کر کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو جماعت کے شیرازہ میں لاکر شامل کیا۔منکرین خلافت نے آپ کو یہ سرٹیفکیٹ دیا:" حافظ روشن علی صاحب ایک متشدد محمودی تھے"۔

☆ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کا خلافت سے ایسا عشق و وفا کا تعلق تھا کہ بیعتِ خلافت ثانیہ کے موقع پر آپ کا بیعت کا خط آنے سے قبل ہی الفضل میں آپ کو خلافت سے وابستہ قرار دے دیا گیا۔

☆ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ کے متعلق مولانا ارجمند خان صاحب فرماتے ہیں کہ:" مسجد مبارک میں نماز ظہر یا عصر کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تشریف فرما ہوتے تو حضرت مولانا کی یہ عادت تھی کہ آپ کے ہاتھ میں رومال ہوتا تھا جس سے کسی مکھی کو آپ حضور کے جسم مبارک پر نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔اس سے مجھ پر یہ اثر تھا کہ آپ کو منصب خلافت کا بہت خیال ہے۔"

☆ حضرت امام دین صاحب سیکھوانیؓ کو خلفاء کرام کے ساتھ بے انتہا محبت اور عقیدت تھی۔ آپ کے اخلاص و ایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو تحصیل شکرگڑھ میں مواشہ قوم کی بیعت لینے کے لئے بھیجا۔کسی کے یہ کہنے پر کہ یہ سادہ سا شخص ہے اسے بھیجنا مناسب نہیں۔حضورؓ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے ان صحابہ کی قدر ومنزلت معلوم نہیں ۔ جب کوئی مبلغ نہ تھا تو یہی لوگ تبلیغ کرتے تھے اور دینِ حق لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

☆ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے خلافتِ احمدیہ کا سلسلہ جاری فرمایا تو حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ بڑی مضبوطی کے ساتھ اس کے ساتھ چمٹ گئے۔اور نہ صرف اخلاص و وفا اور کامل ایمان کے ساتھ اس پر قائم رہے بلکہ خلافت کے مخالف فتنوں کے سامنے بھی سینہ سپر رہے۔ چنانچہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل لکھتے ہیں:

" حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ اپنی مجالس میں بڑی کثرت سے یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کی درخواست پر مشتمل خطوط باقاعدگی سے ارسال کیا کرو۔اور پھر خود بھی دعاؤں میں لگے رہو۔خلیفہ کا آسمانی وجود ایک پاور ہاؤس ہے۔ اس سے تعلق محبت و عقیدت قائم کئے بغیر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوتی رہتی ہے کہ خلیفہء وقت سے دعاؤں کی درخواست کرتا رہوں۔"(روزنامہ الفضل یکم اکتوبر 2007ء) آپ اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔حقیقت میں یہ وصیت صرف آپ کی اپنی اولاد کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر احمدی کے لئے ہے کہ

ہے یہی میری وصیت آخری
ہے عمل کرنا اس پر بہتری
یاد رکھنا تفرقہ جب ہو عیاں
ہے خلافت ہی ہدایت کا نشاں
آلِ احمد اور خلافت ہو جدھر
سب میری اولاد ہو جائے اُدھر

(حیات قدسی حصہ سوم صفحہ 78، 79)

☆ رسالہ "فرقان" مارچ 1943ء میں حضرت ام المومنینؓ کا جماعت احمدیہ کے نام پیغام شائع ہوا جس میں آپؓ فرماتی ہیں:

" میں اپنی پیاری جماعت سے صرف اس قدر کہنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خلافت کے ذریعہ ایک ہاتھ پر جمع کر رکھا ہے۔اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی تکمیل اور مضبوطی کا واسطہ بنایا ہے۔پس اس کی قدر کرو۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ آپ لوگ نبوت کے انعاموں کو اپنے لئے لمبا بلکہ دائمی بنا سکتے ہیں۔اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے موجودہ خلیفہ......اور ان کی اولاد کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں کو لمبا کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدمتِ دین کی توفیق دے کہ اسی میں میری ساری خوشی ہے۔"

....

خلافت نورِ ربّ العالمیں ہے
خلافت ظلِ ختم المرسلیں ہے
خلافت سے سدا وابستہ رہنا
ہمارا عین فرضِ اوّلیں ہے
چمکتا ہے جہاں نورِ محمدؐ
رخِ اسلام کی یہ وہ جبیں ہے

(الفرقان ربوہ مئی، جون 1967ء صفحہ 15)

☆ صحابہؓ کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" حضرت حافظ مختار احمد صاحبؓ کی وفات پر میں نے بہت دعا کی کہ اے میرے ربّ! غلبۂ اسلام کی جو مہم تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جاری کی ہے اس کی سرحدوں میں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ہمیں حافظ صاحبؓ جیسے ایک نہیں ،سینکڑوں نہیں، ہزاروں فدائی اور اسلام کے جانثار چاہئیں۔"

(خطباتِ ناصر جلد سوم صفحہ 464)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صحابہ اور بزرگوں کے حالات اور ان کے احسانات کو جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" پس اپنے ان بزرگوں کے احسانات کو نہ بھولیں جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں بچھاتے رہے جن پر احمدیت کی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یہ عظیم الشان جزیرے ابھرے۔ وہ لوگ ہماری دعاؤں کے خاص حق دار ہیں اگر آپ اپنے بزرگوں کو ان عظمتوں کے وقت یاد رکھیں گے جو آپ کو خدا کے فضل عطا کرتے ہیں تو آپ کو حقیقی انکساری کا عرفان نصیب ہوگا۔"(الفضل 27 مارچ 1989ء)

ہم پر خدائے ذوالمنن کا یہ عظیم الشان انعام ہے کہ ہمیں اس عظیم امانت کا امین بنایا ہے۔ یہ انعام ہمیں قربانی اور استقامت کے ان میدانوں کی طرف بلاتا ہے جن میں اس دورِ آخرین کے صحابہ کرامؓ کی عظیم الشان قربانیوں کی داستانیں رقم ہیں۔ ان داستانوں کو آج پھر سے زندہ کرنا اور زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔جس طرح انہوں نے عشق و محبت اور اطاعت کا ثبوت دیتے ہوئے شمع خلافت پر آنچ نہیں آنے دی اسی طرح آج ہم بھی پروانہ وار شمع خلافت پر سب کچھ قربان کرتے چلے جائیں کہ ہم بھی تو اطاعت اور عشق و وفا کے دعووں میں انہی صحابہ کی راہوں پر گامزن ہیں۔

☆ ہمارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کو پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کیں اور قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے ان تبدیلیوں کو ہم نے اس زمانے میں جاری رکھنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہماری بچت اسی میں ہے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 574)

نیز فرمایا کہ:" یہ خلافت ہی کی نعمت ہے جو جماعت کی جان ہے اس لئے اگر آپ زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ اخلاص اور وفا کے ساتھ چمٹ جائیں۔ پوری طرح اس سے وابستہ ہو جائیں کہ آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ایسے بن جائیں کہ خلیفہء وقت کی رضا آپ کی رضا ہو جائے۔خلیفہء وقت کے قدموں پر آپ کا قدم اور خلیفہء وقت کی خوشنودی آپ کا مطمح نظر ہو جائے۔"

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004ء)

اے شمع خلافت کے پروانو! اے احمدیت کے جانثارو! ہم گوش برآوازِ آقا بن جائیں اور لبیک کہتے ہوئے خلیفۂ وقت کے دست و بازو اور ادنیٰ چاکر بن جائیں۔ہم خلافت احمدیہ کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار ہوں اور اپنی اولاد در اولاد کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے والے ہوں اور خلافت کی حفاظت کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

اے خدا! تُو ہمیں توفیق دے کہ ہم صحابہ کرام کی راہوں پر آگے سے آگے بڑھتے ہوئے خلافت کے ساتھ کئے ہوئے تمام عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں اور زندگی کے آخری سانس تک ان عہدوں کو نبھاتے چلے جائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ان الفاظ پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں:" خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن،تقویٰ تمہارا لباس ہو۔خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔آمین۔"

☆......☆......☆

بقیہ: اہل اللہ دل کی بات بتا دیا کرتے ہیں

از صفحہ نمبر 19.................................

جس بات کے واسطے تم آئی ہو وہ کیوں نہیں بتاتی؟

1522: محترمہ مائی جانو صاحبہ زوجہ صوبا آرائیں ننگل نے بواسطہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ والدہ خلیفہ صلاح الدین صاحب بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب میں نے بیعت کی تھی اس وقت بٹالہ والے منشی عبدالعزیز صاحب قادیان آئے ہوئے تھے۔ہم چار پانچ عورتیں میری ساس راجن اور میری نندتھیں ۔ جب ہم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نے دریافت کیا کہ تم کیوں آئی ہو؟ میری ساس راجن نے کہا ہم منشی صاحب کو جو میرا بھتیجا ہے ملنے آئی ہیں۔

حضور نے فرمایا" نہیں جس بات کے واسطے تم آئی ہو وہ کیوں نہیں بتاتیں؟ گویا حضرت صاحب کو علم ہو گیا تھا کہ ہم بیعت کرنے آئی ہیں ۔ پس ہم سب نے بیعت کرلی۔ بیعت لینے سے پہلے فرمایا تھا مائی راجن! یہ کام بہت مشکل ہے تم سوچ لو کہیں گھبرا نہ جاؤ۔کیونکہ ابھی ہمارے مردوں نے بیعت نہ کی تھی اس لیے حضور نے فرمایا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ تم مستقل مزاج نہ رہو اور بیعت سے پھر جاؤ۔ہم نے کہا کہ حضور! خواہ کچھ ہو ہم نہیں گھبرائیں گی۔تو حضورؑ نے دعا فرمائی"۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 289، 290)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ اور خدارسیدہ لوگ اپنے مخاطبین کی اندرونی حالت یعنی دلی کیفیت کے تقاضا کے عین مطابق وعظ و نصیحت میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایسے ربانی لوگوں کی پاکیزہ صحبت سے استفادہ کر کے اصلاح نفس کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

مخزنِ تصاویر

جماعت احمدیہ عالمگیر کی تصاویر پر مشتمل آفیشل لائبریری 'مخزنِ تصاویر' کے نام سے موسوم ہے اور یہ لائبریری مرکز کے زیر انتظام ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جانب سے 2006ء میں اس لائبریری کا نئے سرے سے اجرا ہوا اور تب سے یہ لندن میں قائم ہے۔

مخزن تصاویر کے قیام کا بنیادی مقصد جماعتی تصاویر کو اکٹھا کر کے ان کی جانچ پڑتال کرنا اور ان کو باترتیب محفوظ کرنا ہے۔اس مقصد کے لئے ایک مستقل پراجیکٹ جاری ہے جس میں مختلف کیٹیگریز (categories) کے تحت تصاویر کو اکٹھا کر کے محفوظ کیا جا رہا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفائے کرام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تصاویر کے علاوہ تاریخی اعتبار سے دیگر اہم شخصیات اور اہم تاریخی مواقع پر لی گئی تصاویر بھی اس لائبریری میں شامل ہیں۔ چنانچہ اس ذریعہ سے جماعت احمدیہ عالمگیر کی 'تصویری تاریخ' محفوظ کی جا رہی ہے۔

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 07/فروری 2016ء کو مخزنِ تصاویر ویب سائٹ کا افتتاح فرمایا۔اس ویب سائٹ کے ذریعہ لوگ جماعت احمدیہ مسلمہ کی بیشمار اہم پرانی تاریخی تصاویر اور نئی تصاویر دیکھ سکتے ہیں اور بعض تصاویر آن لائن آرڈر کے ذریعہ خرید بھی سکتے ہیں۔تصاویر کے ساتھ درج کی گئی معلومات چھ(6) مختلف زبانوں میں پڑھی جا سکتی ہیں۔اسی طرح کسی بھی جماعتی شعبہ، ادارے، تنظیم وغیرہ کو اگر اپنے لٹریچرز، سوونیئرز، کیلنڈرز وغیرہ میں تصاویر شامل کرنی ہوں تو ان کو اسی ویب سائٹ کے ذریعہ آرڈر کر سکتے ہیں۔

اگر آپ کے پاس جماعت احمدیہ کی تاریخ سے متعلق کسی قسم کی تاریخی تصاویر موجود ہیں تو آپ سے درخواست ہے کہ تصاویر سے متعلق ضروری معلومات و کوائف لکھ کر درج ذیل پتہ پر بھجوا دیں۔ان معلومات میں یہ باتیں ضرور شامل کریں: بھیجنے والے کا نام، تاریخ اور مقام جب تصویر لی گئی وغیرہ۔آپ کی بھیجی گئی تصاویر ریکارڈ میں محفوظ کرنے کے بعد آپ کو باحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔

Makhzan-e-Tasaweer
Tahir House
22 Deer Park Road
London
SW19 3TL
e-mail: info@makhzan.org
website: www.makhzan.org

بقیہ: دوسمندروں کے ملائے جانے سے متعلق ایک عظیم الشان قرآنی پیشگوئی کا ظہور

(نہرسویزاور نہر پانامہ کے وجود میں آنے کی تفصیل)

....از صفحہ 13

بحرالکاہل نسبتاً میٹھے پانی کا سمندر ہے اور بحراوقیانوس کڑوے پانی کا اور ان دونوں کے درمیان ایک روک ہے۔‘‘

جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا ہے بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) کا پانی زیادہ نمکین ہے یعنی اس میں Salinity کا عنصر زیادہ ہےاور بحرالکاہل (Pacific Ocean) میں نمک کا عنصر نسبتاً کم ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جدید تحقیق کی روشنی میں سائنسدانوں نے اس موضوع پر اس کی کچھ وجوہات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک کا حوالہ درج کیا جاتا ہے۔

The North Atlantic is the most saline and the North Pacific the freshest of the major oceans. Because of significant river inflows, the surface waters of the Arctic are the freshest .The three Southern Hemisphere oceans are connected around Antarctica and hence their salinities are similar, midway between the North Atlantic and North Pacific. The main reason for the differences between the North Pacific and North Atlantic salinities is the difference in net evaporation per unit area. There is relatively more evaporation in the North Atlantics subtropical regions than in the North Pacifics subtropics. The evaporative regions occur where there are easterly trade winds. The North Atlantics trade winds originate over the deserts of Africa and the Middle- East. The North Pacifics trade winds originate over the much smaller continental areas of Central America and Mexico. Therefore, the North Atlantics trade winds are drier than the North Pacifics and cause more evaporation per unit area. High salinity in the North Atlantic is present at intermediate depth because of the Mediterranean Sea. The North Atlantic exchanges water with the Mediterranean Sea through the Strait of Gibraltar. Evaporation and cooling in the Mediterranean cause the outflowing water to be much denser than the inflow. This dense outflow sinks to intermediate depth and creates the mid-depth high salinity that marks North Atlantic waters. This input of high salinity at mid-depth in the North Atlantic is one reason for the overall higher salinity of the North Atlantic compared with the North Pacific.(Salinity Patterns in the Ocean, by Lynne D Talley, vol.1 (p10

نوٹ: یہ مضمون انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے سمندروں میں شمالی اوقیانوس میں نمکیات کا تناسب سب سے زیادہ اور شمالی بحرالکاہل میں نمکیات کا تناسب سب سے کم ہے اور شمالی بحرالکاہل کا پانی سب سے زیادہ تازہ ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شمالی اوقیانوس پر چلنے والی ہوائیں افریقہ اور مشرقِ وسطٰی سے آتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں زیادہ بخارات بلند ہوتے ہیں اور باقی بچنے والے پانی میں نمکیات کا تناسب بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ شمالی بحرالکاہل پر چلنے والی ہوائیں میکسیکو اور وسطی امریکہ سے آتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں کم بخارات اُٹھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس مقام سے بحیرہ روم کا پانی بحرِ اوقیانوس میں داخل ہوتا ہے، اس مقام پر اس میں نمکیات کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بھی بحر اوقیانوس میں نمکیات کا تناسب بڑھ جاتا ہے۔

جس وقت قرآن کریم نے یہ اعلان کیا تھا اس وقت تو امریکہ بھی دریافت نہیں ہوا تھا کجا یہ کہ اس کے گرد موجود سمندروں میں نمکیات کے تناسب کا فرق معلوم ہوتا۔ اس پہلو کے علاوہ ایک اور پہلو سے بھی اس آیت کریمہ میں بیان کردہ الفاظ پورے ہوتے ہیں۔ سورۃ فرقان میں ’’بحر‘‘ کے الفاظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ سمندروں کے بارے میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور دریا اور جھیل کے بارے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے نہر پانامہ دو سمندروں کو آپس میں ملاتی ہے اور اس کے راستہ کا ایک بڑا حصہ ایک جھیل Gatun Lake پر مشتمل ہے۔ یہ میٹھے پانی کی جھیل ہےاور شہر پانامہ کے لئے پانی کی سپلائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور میٹھے پانی کی جھیل locks کے ذریعہ سمندروں سے علیحدہ رکھی گئی ہے۔ ایک ایسی جھیل great bitter lake نہر سویز کے راستہ میں اور اس کا حصہ بھی ہے لیکن یہ نمکین پانی کی جھیل ہے۔

سورۃ الرحمٰن کی آیات میں ایسی کشتیوں یا جہازوں کا ذکر ہے جو کہ سمندروں میں پہاڑوں کی طرح بلند نظر آتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمندروں کے ملنے کی پیشگوئی کا تعلق بہت بڑے سمندری جہازوں کے چلنے سے ہے اور اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ان نہروں میں ایسی وسعت پیدا کی جائے کہ مزید بڑے سمندری جہاز اس میں سے گزر سکیں۔ اس وقت نہر پانامہ کو مزید وسیع کیا جا رہا ہے اور چند ماہ میں یہ منصوبہ مکمل ہو جائے گا اور اس کے بعد پہلے سے بھی دو تین گنا زیادہ بڑے جہاز اس نہر میں سفر کر سکیں گے۔ اسی طرح چین کے سرمایہ کار نکاراگوا کے مقام پر ایک نئی اور زیادہ بڑی نہر بنانے کے منصوبے بھی بنا رہے ہیں، جس کے ذریعہ سے بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کو ایک اور مقام پر ملایا جائے گا۔

اِک امن کا شہزادہ، اِک امن کا شہزادہ

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نام)

ہونٹوں پہ تبسم ہے، لہجے میں ترنم ہے
آنکھوں سے عیاں لیکن، اِک عزمِ مصمم ہے
اسلام کی شوکت کا، لو بن کے نشاں آیا
اِک امن کا شہزادہ، اِک امن کا شہزادہ

ہر وقتِ مُصیبت میں ہے ڈھال امام اپنا
دُنیا کے اندھیروں میں، وہ ماہِ تمام اپنا
لو مشرق و مغرب میں دینے کو اذاں آیا
اِک امن کا شہزادہ، اِک امن کا شہزادہ

ہاں عشقِ الٰہی سے معمور کیا اُس نے
مسرور ہے نام اس کا مسرور کیا اس نے
مسند پہ خلافت کی، وہ شاہ جہاں آیا
اِک امن کا شہزادہ، اِک امن کا شہزادہ

اسلام کے چہرے پہ، پھر حُسن و نکھار آیا
پت جھڑ کے زمانے میں وہ بن کے بہار آیا
مغرب سے چڑھا سورج، پھر زندہ نشاں آیا
اِک امن کا شہزادہ، اِک امن کا شہزادہ

(ارشاد عرشی ملک)

NAIMAT

A Certified Halal Meat Shop

Fresh HALAL Meat (Lamb, Mutton & Chicken)
Multi Cultural Grocery Items
(Wide range & variety available)
Variety of Frozen Fish & Prawns
Fresh Fruit & Vegetables

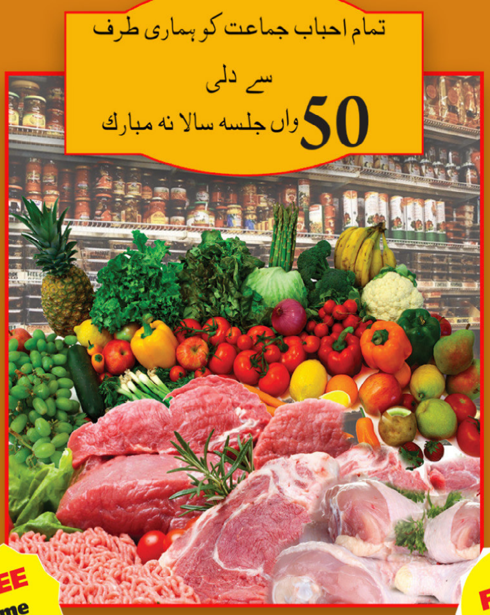

FREE Home Delivery

FREE PARKING

(Opposite to Sainsbury's)

27 London Road, Morden, SM4 5HT, London
Tel: 020 86 40 50 60, Mobile: 07802 73 83 14
www.naimat.co.uk

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں......خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔ کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے‘‘۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 20-21)

اہل اللہ دل کی بات بتادیا کرتے ہیں

(مبشر احمد ظفر مربی سلسلہ۔ ربوہ)

یہ بات زبان زد عام ہے کہ اولیاء کو مکاشفات میں بہت کچھ حالات منکشف ہوجاتے ہیں۔ یہ خوبی اولیائے امت میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے جبکہ انبیاء کرام اور مرسلین عظام کی قوت کشفیہ تو بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے۔ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایسے بصیرت افروز واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے تین جانثار صحابہ کرام نے ایک ہی سوال ''سب سے افضل نیکی کون سی ہے؟'' پوچھا تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر صحابی کو مختلف جواب سے نوازا۔ ایک صحابی کو فرمایا آپ کے لیے افضل نیکی نماز کی مقررہ وقت پر ادائیگی ہے۔ دوسرے صحابی سے فرمایا آپ کے لیے بہترین نیکی والدہ ماجدہ کی خدمت کرنا ہے۔ تیسرے صحابی کو فرمایا آپ کے لیے سب سے افضل نیکی جہاد میں شرکت ہے۔ بزرگان امت نے ایک ہی سوال کے تین مختلف جوابات کی ایک یہ توجیہ فرمائی ہے کہ ان صحابہ کرام کی اندرونی حالت ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوگئی تھی۔ اس لیے آپ نے ہر ایک کی اندرونی حالت کی ضرورت اور تقاضا کے عین مطابق نصیحت فرمائی۔

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی مسعودؑ کے سر پر خداوند کریم نے ''جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ'' کا تاج سجا رکھا ہے۔ آپ کی سوانح عمری میں ایسی ایمان افروز روایات بھی ہر سو دکھائی دیتی ہیں۔ بعض روایات برائے ازدیاد علم و عرفان ہدیۂ قارئین ہیں۔ یہ روایات کتاب 'سیرۃ المہدی' از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہیں۔

دو رکعت ہی پڑھیں گے ناں؟

33: ''بیان کیا ہم سے قاضی امیر حسین صاحب نے کہ میں اوائل میں اس بات کا قائل تھا کہ سفر میں قصر نماز عام حالات میں جائز نہیں بلکہ صرف جنگ کی حالت میں فتنہ کے خوف کے وقت جائز ہے۔ اس معاملہ میں مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اولؓ) کے ساتھ بہت بحث کیا کرتا تھا۔

قاضی صاحب نے بیان کیا کہ جن دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا گورداسپور میں مقدمہ تھا ایک دفعہ میں بھی وہاں گیا۔ حضرت صاحب کے ساتھ وہاں مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اولؓ) اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی تھے۔ مگر ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ قاضی صاحب ! آپ نماز پڑھائیں۔ میں نے دل میں پختہ ارادہ کیا کہ آج مجھے موقع ملا ہے، میں قصر نہیں کروں گا بلکہ پوری پڑھوں گا تا کہ اس مسئلہ کا کچھ فیصلہ ہو۔

قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ ارادہ کر کے ہاتھ اٹھائے کہ قصر نہیں کروں گا حضرت صاحب میرے پیچھے دائیں جانب کھڑے تھے آپ نے فوراً قدم آگے بڑھا کر میرے کان کے پاس منہ کر کے فرمایا قاضی صاحب دو ہی پڑھیں گے نا؟ میں نے عرض کی حضور دو ہی پڑھوں گا۔ بس اس وقت سے ہمارا مسئلہ حل ہوگیا اور میں نے اپنا خیال ترک کر دیا۔''

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 24، 25)

ہمارا ان سے مقابلہ نہیں وہ ہم سے آگے ہیں

87: بیان کیا ہم سے سید فضل شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ یہاں مسجد مبارک میں تشریف رکھتے تھے، میں پاس بیٹھا تھا، بھائی عبداللہ صاحب سنوری بھی پاس تھے۔ بعض اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔ حضرت صاحب سب کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے مگر جب بھائی عبداللہ صاحب بولتے تو حضرت صاحب دوسروں سے توجہ ہٹا کر ان کی طرف توجہ کر لیتے تھے۔ مجھے اس کا ملال ہوا اور میں نے ان پر رشک کیا۔ حضرت صاحب میرے اس خیال کو سمجھ گئے اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے شاہ صاحب! آپ جانتے ہیں یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں حضرت صاحب میں بھائی عبداللہ صاحب کو جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہمارا یہ مذہب ہے ''قدیمان خود رابیفزائے قدر'' یہ آپ سے بھی قدیم ہیں۔ سید فضل شاہ صاحب کہتے تھے کہ اس دن سے میں نے سمجھ لیا کہ ہمارا ان سے مقابلہ نہیں، یہ ہم سے آگے ہیں''۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 62)

بعض ہمیں پیٹھ دیئے بیٹھے ہیں

417: پیر سراج الحق صاحبؓ نے تذکرۃ المہدی حصہ دوم میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قادیان میں بہت سے دوست بیرون جات سے آئے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے اور منجملہ ان کے حضرت خلیفہ اول اور مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب اور محمد خان صاحب اور منشی محمد اروڑا صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور شیخ غلام احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہم بھی تھے۔

مجلس میں اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ اولیاء کو مکاشفات میں بہت کچھ حالات منکشف ہوجاتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس تقریر فرماتے رہے اور پھر فرمایا کہ آج ہمیں دکھایا گیا ہے کہ ان حاضر الوقت لوگوں میں سے بعض ہم کو پیٹھ دیئے ہوئے بیٹھے ہیں اور ہم سے روگرداں ہیں۔ یہ بات سن کر سب لوگ ڈر گئے اور استغفار پڑھنے لگ گئے۔ اور جب حضرت صاحب اندر تشریف لے گئے تو سید فضل شاہ صاحب بہت گھبرائے ہوئے اٹھے اور ان کا چہرہ فق تھا اور انہوں نے جلدی سے آپ کے دروازہ کی زنجیر ہلائی۔ حضرت صاحب واپس تشریف لائے اور دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے پوچھا شاہ صاحب کیا بات ہے؟ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ میں حضور کو حلف تو نہیں دے سکتا کہ ادب کی جگہ ہے۔ اور نہ میں اوروں کا حال دریافت کرتا ہوں۔ صرف مجھے میرا حال بتا دیجئے کہ میں تو روگرداں لوگوں میں سے نہیں ہوں؟ حضرت صاحب بہت ہنسے اور فرمایا نہیں شاہ صاحب آپ ان میں سے نہیں۔ پھر ہنستے ہنستے دروازہ بند کر لیا۔ اور شاہ صاحب کی جان میں جان آئی۔ (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 369)

دونوں کریلے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیے

458: ''میر شفیع احمد صاحب دہلوی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے وزیر محمد خان صاحب سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ باہر کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب بھی تھے اور میں بھی شریک تھا۔ اس وقت اندر سے قیمہ بھرے ہوئے کریلے حضرت مائی صاحبہ نے بھجوائے اور حضرت صاحب نے ایک ایک کریلہ حضرت خلیفہ اول اور مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب کے آگے رکھ دیا۔ اس کے بعد دو کریلے حضرت صاحب کے سامنے رہے مجھے خیال آیا کہ شاید حضرت صاحب میرے سامنے کوئی کریلہ نہیں رکھیں گے مگر یہ خیال آنا ہی تھا کہ حضرت صاحب نے وہ دونوں کریلے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے بہت عرض کیا کہ ایک حضور بھی لے لیں مگر حضرت صاحب نے نہیں لیا''۔ (سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 436)

اس کا نام ظہور احمد رکھیں

506: ''منشی امام دین صاحب سابق پٹواری حال دارالرحمت قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فراست دی گئی تھی کہ حضورؑ کو بعض دفعہ دوسرے شخص کی دل کی بات کا علم ہوجایا کرتا تھا۔ جس وقت میرا بیٹا ظہور احمد پیدا ہوا تو میں قادیان آیا، مسجد مبارک میں چند دوست بیٹھے تھے میں نے ان سے ذکر کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لڑکے کا نام حضور میرے بڑے لڑکے نثار احمد کے نام پر رکھیں۔ لیکن میرا بھی یہ خیال تھا اور دوسرے احباب نے بھی کہا کہ حضور عموماً والد کے نام پر بچہ کا نام رکھتے ہیں۔ اسی لیے غالباً اب بھی حضور ایسا ہی کریں گے۔ حافظ حامد علی صاحب نے حضور کو میرے آنے کی اطلاع دی اور بچہ کی پیدائش کا بھی ذکر کیا۔ حضور مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مجھے مبارک باد دی اور فرمایا اس کا نام ظہور احمد رکھیں''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 519)

عبدالعزیز آؤ مصافحہ تو کرلو

599: اسی طرح منشی عبدالعزیز اوجلوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب مسجد مبارک میں مع احباب تشریف رکھتے تھے میں باہر سے آیا اور سلام عرض کیا۔ حضور سے مصافحہ کی بہت خواہش پیدا ہوئی مگر چونکہ مسجد بھری ہوئی تھی اور معزز احباب راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے آگے جانا مناسب نہ سمجھا۔ ابھی میں کھڑا ہی تھا اور بیٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا میاں عبدالعزیز آؤ مصافحہ تو کرلو۔ چنانچہ دوستوں نے مجھے راستہ دے دیا اور میں نے جا کر مصافحہ کر لیا۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 567)

عبدالعزیز بیٹھ کر اچھی طرح سے پی لو

600: منشی عبدالعزیز اوجلوی سے روایت ہے کہ کرم دین والے مقدمہ کے دوران حضرت صاحب گورداسپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن کچہری میں ایک جامن کے درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر مع خدام تشریف فرما تھے۔ حضور کے لیے دودھ کا ایک گلاس لایا گیا کیونکہ حضور کا تبرک پینے کے لیے سب ہی کی کوشش ہوتی تھی میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک غریب اور کمزور آدمی ہوں اتنے بڑے بڑے آدمیوں میں مجھے کس طرح حضور کا پس خوردہ مل سکتا ہے؟ اس لیے میں ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ حضور نے جب نصف گلاس نوش فرما لیا تو بقیہ میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا عبدالعزیز بیٹھ کر اچھی طرح سے پی لو۔ (سیرت المہدی جلد اول صفحہ 567)

اس کے خط سے تو نفاق کی بو آتی ہے

992: میاں فیاض علی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں جہاں کا میں رہنے والا ہوں ایک شخص مولوی حمید اللہ اہل حدیث رہتا تھا۔ ان سے میرا مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ وہ بہت سی باتوں میں عاجز آجاتے تھے۔ آخر ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں مرزا صاحب کے پاس چلوں گا۔ اس کے بعد میں اپنی نوکری پر کپورتھلہ چلا آیا۔ میں یہ سمجھا کہ مولوی صاحب اب بیعت کرلیں گے، کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں قادیان جا رہا ہوں راستہ میں ایک دریا موجزن ہے مگر اس کے اوپر میں بے تکلف بھاگا جا رہا ہوں میرے ساتھ ایک اور شخص ہے مگر وہ گلے تک پانی میں غرق ہے مگر ہاتھ پیر مارتا ہوا وہ بھی دریا سے پار ہوگیا۔ میں نے سمجھا یہ حمید اللہ مولوی ہے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی صاحب کا قادیان جانے کے لیے ایک خط کپورتھلہ میں میرے پاس آیا۔ میں بہت خوش ہوا۔ مولوی صاحب کا اصل خط اور ایک عریضہ اپنی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور عرض کی کہ غالباً یہ مولوی حضور کی بیعت کرنے کے واسطے آرہا ہے۔ حضور نے جواب میں خط لکھا کہ اس کے خط میں سے تو نفاق کی بو آتی ہے......الغرض مولوی صاحب بیعت سے محروم رہے۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 11، 12)

اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تکرار سے نماز میں وساوس دُور ہوجاتے ہیں

1016: ''منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ جالندھر میں ہی تھے تو اس زمانہ کے اعتقاد کے بموجب ''کہ دل کی بات اہل اللہ بتادیا کرتے ہیں'' میں نے اپنے دل میں سوچا کہ نماز میں وساوس کس طرح دور ہوسکتے ہیں؟ تقریر کرتے کرتے حضور نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''ایاک نعبد کی تکرار سے''۔ اور پھر تقریر جاری رکھی۔ میرا اس وقت آپ پر ایمان ہوگیا''۔

(سیرت المہدی جلد 2 صفحہ 28)

مجھے خدمت کرنی چاہیے یا میں حضور سے لوں؟

1123: منشی ظفر احمد کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ منشی علی گوہر صاحب کپورتھلہ میں ڈاکخانہ میں ملازم تھے اڑھائی روپیہ ان کی پنشن ہوئی۔ گزارہ ان کا بہت تنگ تھا، انہوں نے مجھے خط لکھا کہ جب تم قادیان جاؤ تو مجھے ساتھ لے جانا۔ وہ بہت متواضع احمدی تھے چنانچہ میں جب قادیان جانے لگا تو ان کو لینے کے لیے جالندھر چلا گیا وہ بہت مخلص احمدی تھے مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے کوئی برتن وغیرہ بیچ کر میرے لیے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ میں نے منشی علی گوہر صاحب کا ٹکٹ خود ہی خرید لیا تھا۔ وہ اپنا کرایہ دینے پر اصرار کرنے لگے۔ میں نے کہا یہ آپ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ وہ روپے انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آٹھ دس دن رہ کر جب ہم واپسی کے لیے اجازت لینے گئے تو حضور نے اجازت فرمائی اور منشی صاحب کو کہا ذرا آپ ٹھہریئے۔ پھر آپ نے دس یا پندرہ روپیہ منشی صاحب کو لا کر دیئے۔ منشی صاحب رونے لگے اور عرض کی حضور! مجھے خدمت کرنی چاہیے یا میں حضور سے لوں؟

حضرت صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا یہ آپ کے دوست ہیں آپ انہیں سمجھائیں۔ پھر میرے سمجھانے پر کہ ان میں برکت ہے انہوں نے لے لئے۔ اور ہم چلے آئے۔ حالانکہ حضرت صاحب کو منشی صاحب کی حالت کا بالکل علم نہ تھا۔ (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 96، 97)

باقی صفحہ 17 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ رپورٹ: جلسہ سالانہ صاموآ از صفحہ نمبر 9

جلسہ کیلئے نیوزی لینڈ میں احباب جماعت کو بھی تحریک کی گئی کہ اس بابرکت موقع پر شامل ہوں۔ چنانچہ نیوزی لینڈ سے کُل بارہ افراد پر مشتمل وفد اس جلسہ میں شامل ہوا، جن میں تین ممبرات لجنہ اماء اللہ، دوممبران خدام الاحمدیہ، ایک چھوٹا بچہ اور باقی ممبران کا تعلق انصاراللہ سے تھا۔ جلسہ کے انتظامات اس چھوٹے سے وفد کے سپرد کیے

گئے اور افسر جلسہ سالانہ مکرم محمد یاسین چوہدری صاحب کی نگرانی میں کام آغاز ہوا۔

جلسہ کیلئے نیشنل یونیورسٹی آف صاموآ (NUS) میں ایک بڑا فالے (Fale) ہال کرایہ پر لیا گیا۔ اس عمارت میں جلسہ کے تمام انتظامات کئے گئے۔

26 مارچ 2016ء کو جلسہ سالانہ کا باقاعدہ آغاز پرچم کشائی سے ہوا۔ جس میں لوائے احمدیت اور صاموآ کا پرچم لہرایا گیا۔ اور دعا کی گئی۔

بعدۂ جلسہ کے باقاعدہ افتتاحی اجلاس میں مکرم یٰسین چوہدری صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور مکرم اقبال خان صاحب نے نظم مع انگریزی ترجمہ پیش کی۔

صاموآ کے پہلے جلسہ سالانہ کے لئے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیغام بھجوانے کی عاجزانہ درخواست کی گئی تھی جس کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 24 مارچ 2016ء کو انگریزی میں اپنے خصوصی پیغام سے نوازا۔ جس کا اردو مفہوم اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین ہے۔

....

پیغام حضور انور ایدہ اللہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ

'پیارے افراد احمدیہ مسلم جماعت صاموآ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ آپ اپنا جلسہ سالانہ 26 اور 27 مارچ 2016ء کو منعقد کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو کامیاب کرے اور تمام شاملین کو توفیق عطا کرے کہ نیک لوگوں کے اس جلسہ سے روحانی فیض اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ سب نے بیعت کی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا ہے۔ آپ سب کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو بنیادی اغراض کے لئے یہ جماعت قائم کی تھی۔ پہلی غرض یہ تھی کہ مومنین کی ایسی جماعت ہو جو اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرے اور وہ اس کی عبادت کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنا لیں۔ دوسرے یہ کہ یہ جماعت انسانیت کی خدمت کرے گی اور اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا میں پھیلائے گی۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ زندگی کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔ قرآن کریم نے بہترین عبادت کو صلاۃ ہی قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ کو پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی پنج وقتہ نمازیں وقت پر اور باجماعت ادا کریں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

''مَیں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ سے سچّا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ۔ اور ایسے کاربند بنو کہ سارا جسم، نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 170۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حقوق العباد سے متعلقہ ہماری ذمہ داریوں کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آپ کی جماعت کے افراد ایسے'' قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے...... خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 197 تا 198)

میری خواہش ہے کہ ہماری جماعت کے افراد مسلسل کوشش کریں کہ اپنے اندر پاک تبدیلی لائیں اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے والے ہوں تا کہ دنیا میں مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ ثابت ہوسکیں۔ جیسا کہ میں نے مسلسل اپنی تقریروں میں آپ کو یاد دہانی کروائی ہے، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور اپنے اندر پاک تبدیلی اور بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ یہ بہت ضروری امر ہے کہ اپنے روزمرہ کے معمولات میں اپنے جائزے لیتے رہیں اور اس کوشش میں لگے رہیں کہ اپنے اعمال میں بہتری لائیں تا کہ وہ اعلیٰ معیار حاصل کئے جاسکیں جن کی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیروکاروں سے توقع کی ہے۔

اگر جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے تمام احمدی یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے والے ہوں تو ایک بہت خوبصورت ماحول پیدا ہو جائے گا جس سے دیگر لوگ بھی متاثر ہوں گے اور اس طرح احمدیت کے حسن کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ یہ اعلیٰ نمونہ وقتی دکھاوا نہیں ہونا چاہئے کہ صرف جلسہ کے ایام میں رہے بلکہ مزید نیکی اور تقویٰ کی طرف مسلسل سفر ہونا چاہئے۔

تبلیغ کرنا ہر احمدی کیلئے ضروری ہے اور اپنا نیک نمونہ قائم کرنا تبلیغی کوششوں میں کامیابی کیلئے ضروری ہے۔

اگر آپ کے اعمال اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں اور آپ کا ہر ایک قول و فعل قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہو، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توقعات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالیں تو یہ احمدیت کے پیغام کو صاموآ بلکہ پوری دنیا میں پھیلانے اور لوگوں کو آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔

مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے خطبات جمعہ اور دیگر مواقع پر خطابات باقاعدگی سے سنا کریں۔ اس طرح آپ کو خلافت کے بابرکت نظام کے ساتھ مضبوطی سے چمٹے رہنے کی توفیق ملے گی۔ آپ سب کو اپنے بچوں کو بھی نظام خلافت کی برکات کے بارہ میں بتانا چاہئے اور انہیں تلقین کرنی چاہئے کہ وہ رابطہ میں رہا کریں اور ہمیشہ خلیفہ وقت کے ساتھ وابستہ رہیں۔ آج تجدید اسلام کا کام صرف خلافت کے ساتھ منسلک رہنے سے ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ کوشش کریں کہ اس نظام کی حفاظت کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ اور آپ کی آئندہ نسلیں ہمیشہ خلافت کے بابرکت سایہ اور رہنمائی کے تحت رہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے جلسہ سالانہ کو بہت کامیاب کرے اور سب کو توفیق دے کہ تقویٰ اور روحانیت میں ترقی کریں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔'

....

بعدۂ صدر جماعت صاموآ مکرم Filisi Hala [فَلِیسی ہالا] صاحب نے شاملین کو خوش آمدید کہا۔

طعام اور نماز ظہر وعصر کے بعد جلسہ کے دوسرے اجلاس کا آغاز ہوا جس میں مکرم مبارک منہاس صاحب نے نظم مع انگریزی ترجمہ پیش کی۔ بعدۂ خاکسار نے انگریزی زبان میں 'اسلام احمدیت۔ بائبل کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا' کے موضوع پر تقریر کی۔

احباب جماعت کو مزید سمجھنے کا موقعہ دینے کے لئے سوال و جواب کی مجلس لگائی گئی جس میں مختلف نوعیت کے سوال پوچھے گئے مثلاً وفاتِ مسیح ناصری کے متعلق، حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی مقام کے موضوع پر اور نماز میں مختلف حرکات وغیرہ کی فلاسفی کے متعلق سوال کئے گئے۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ مکرم انس رحیم صاحب نے انگریزی ترجمہ کے ساتھ پیش کی۔ اس کا صاموئن زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔ بعدۂ مکرم یٰسین چوہدری صاحب نے انگریزی زبان میں 'اسلام کی بنیادی تعلیمات' کے موضوع پر تقریر کی اور مکرم اقبال خان صاحب نے 'نماز کی اہمیت اور ضرورت' پر تقریر کی۔

طعام اور نمازِ ظہر وعصر کے وقفہ کے بعد اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو خاکسار نے کی۔ بعد ازاں مکرم بشیر مبارک صاحب نے نظم پیش کی۔

پھر شاملین کو جماعت احمدیہ کے بارہ میں ایک مختصر ڈاکومنٹری دکھائی گئی تا کہ احباب جماعت کو عالمی جماعت کا بھی تعارف ہو جائے اور مکرم عیسیٰ بن نصیر صاحب نے صاموئن میں تقریر کی۔ اس کے بعد شاملین کی خواہش پر دوبارہ سوال و جواب کی مجلس لگائی گئی جس میں دیگر سوالات کے علاوہ عورتوں کے پردہ وغیرہ کے بارہ میں بھی سوال ہوئے۔

اختتامی اجلاس میں مکرم الیکی شستر صاحب نے بھی اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار کیا جس کے بعد صدر جماعت نیوزی لینڈ مکرم محمد اقبال صاحب نے اختتامی تقریر میں دوبارہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مبارک پیغام سنا کر اختتامی دعا کروائی۔

دوران جلسہ تلاوت، نظم اور تمام تقاریر کا براہ راست ترجمہ صاموئن زبان میں بھی کیا جاتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ میں کل حاضری 86 تھی جن میں نیوزی لینڈ سے آنے والے وفد کے علاوہ باقی سارے لوکل ممبران جماعت اور مہمانان کرام تھے۔ الحمدللہ جلسہ سالانہ کے نتیجہ میں آٹھ بیعتیں ہوئیں۔ نومبائعین میں سے ایک شخص یونیورسٹی کے ہال میں سیکیورٹی کی ڈیوٹی پر مقرر تھا اور اس نے جلسہ کے دوران سوال و جواب کے پروگرام میں بھی شرکت کی تھی۔ بالآخر متأثر ہو کر بیعت کرنے کا فیصلہ کیا اور اگلے روز تفصیلی گفتگو کے بعد اپنی فیملی کی بھی بیعت کروائی۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَھُمْ۔

صاموآ کا شمار چونکہ ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے اس لئے جلسہ سالانہ کے اختتام پر ہیومینٹی فرسٹ نیوزی لینڈ کی طرف سے بھجوائے گئے کپڑے اور دیگر روزمرہ استعمال کی اشیاء بھی ضرورتمندوں میں تقسیم کی گئیں۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صاموآ کے باشندوں کے دل اسلام احمدیت کے لئے کھول دے۔ اور یہاں جلد جماعت کا باقاعدہ مشن قائم ہو اور اسے دن بدن ترقی واستحکام عطا ہو اور خلافت حقہ کی جانثار اور وفادار اور خدا تعالیٰ کے سچے موحّد عبادتگزار بندوں کی مضبوط جماعت قائم ہو جائے جس کو دیکھ کر لوگ اسلام احمدیت کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ آمین

☆......☆......☆

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ وَ صِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

امریکہ میں لنگرِ مسیح موعودؑ کے پچیس سال

امتیاز احمد راجیکی ۔امریکہ

کون جانتا تھا کہ دسترخوان کے پس خوردہ ٹکڑے کیا رنگ لائیں گے۔ کیسے کیسے خوانوں، کیسے کیسے ایوانوں، کیسے کیسے لنگروں کو جنم دیں گے۔ کسے علم تھا کہ **ایک بے کس شکمِ آدم کی آگ** بجھانے والے یہ چند لقمے جہانوں کی بھوک مٹانے کا باعث بنیں گے۔ کس کا فہم و ادراک اس حقیقت کو پا سکتا تھا کہ یہ چند نوالے انسانوں کی جسمانی بھوک ہی نہیں روحانی تشنگی کی سیرابی کا باعث بھی بنیں گے مگر جب ان ٹکڑوں کو ان مقدس ہاتھوں نے تھاما ہو، ان پاک لبوں نے چھوا ہو، ان دلربا ہونٹوں نے چبایا ہو جنہیں مالکِ کون و مکاں نے اپنی تقدیرِ خاص سے رہتی دنیا کے لیے اپنی جود و سخا، اپنی عطا و رضا کا بحرِ بے کراں بنانا ہو۔ رشد و ہدایت اور رہنمائی و کرم فرمائی کا سیلِ رواں بنانا ہو تو پھر ان ٹکڑوں کی کرشمہ گری، تشنہ سیرابی کو کون روک سکتا تھا۔ یہ تو اس وجودِ پاک سے منسلک ٹکڑے تھے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاکؐ کے غلامِ صادق، مسیحِ دوراں اور امام الزماں کے طور پر چننا تھا، جسے نورِ ہدایت اور رہنمائی و رہبری کا محور و منبع بنا کر تمام عالم کے لیے کشش و جاذبیت اور توجہ کا مرکز بنانا تھا۔

وہ وجود کیا تھا۔ بظاہر ایک عاجز اور دنیا کی نظروں میں راندہ درگاہ انسان جو خود کو کِرمِ خاکی، بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار سمجھتا تھا۔ اپنوں بیگانوں میں اس کی قدر و منزلت کیا تھی؟ ذرا اسی سلوک سے اندازہ کر لیجیئے کہ اپنے گھر والوں نے بھی کبھی اسے دعوتِ طعام کے قابل نہ سمجھا۔ کبھی اس کے ساتھ مل بیٹھ کر محبت کے دو بولوں سمیت چند لقمے کھانا گوارا نہ کیے۔ بھوک سے نڈھال نحیف و نزار بھائی کو اپنے دسترخوان کی زینت بنانا پسند نہ کیا۔ اپنے اس عزیز بھائی کا جو سب کچھ ان پر نثار کرنے کو تیار تھا کبھی کھانے کی میز پر انتظار نہ کیا۔ وہ فاقے سے مضمحل گھر پہنچتا کہ نارِ شکم کو بجھا پائے تو دسترخوان اٹھ چکا ہوتا۔ کوئی انتظار میں ہوتا نہ کہیں سے بلاوا آتا۔ وہ بے کس انسان خاموشی سے دسترخوان پر گرے پڑے، بچے کھچے چند ٹکڑے ڈھونڈتا اور اپنے ربّ کا شکر ادا کرتے ہوئے کسی سوال، کسی تمنا، کسی التجا کے بغیر نوشِ جاں کر لیتا۔ اور پھر سے اپنے خدا کی عبادت اور دین کی سربلندی کی جد و جہد میں مگن ہو جاتا، اس احساس و خیال سے بے نیاز ہو کر کہ وہ کس سلوک کا روادار سمجھا گیا مگر اسے کیا خبر تھی کہ عرش پر اس کی کسمپرسی اور نیازمندی کی ناز برداری اور مہمان نوازی کا کس طرح بندوبست ہو رہا ہے۔ جہانوں کا مالکِ ربِّ کریم اس غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر کی کس طرح پذیرائی کرنے والا ہے۔ کیسی کیسی امارتیں، کارکردگیاں، نیک نامیاں اور ہنرمندیاں اس کے قدموں میں نچھاور کرنے والا ہے اس حد تک کہ وہ خود ہی پکار اٹھنے پر مجبور ہو جائے:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَ صِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

(دسترخوانوں کا پس خوردہ میری خوراک تھا اور آج مَیں کئی گھرانوں کو کھلانے والا بن گیا ہوں۔)

سیّدنا حضرت اقدس مسیحِ موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجودِ باجود پر خدائے قدوس و قدیر کے یہ انعامات کوئی ڈھکی چھپی داستان نہیں۔ سوا سو سال سے زائد عرصہ کی تاریخ کا ایک ایک لمحہ اور دنیائے عالم کا کونہ کونہ اس بات کا گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کس طرح آپؑ کے قدموں کی برکت سے دسترخوان کے ان بچے کھچے ٹکڑوں کی سپاس گزاری کی اور انہیں زمانے کی بھوک و افلاس اور گمراہی و جہالت کے مداوے کا باعث بنا دیا۔ اور دنیا کے سینکڑوں ملکوں اور شہروں میں آپ کے نام کے لنگر جاری کر دیئے۔

مجھے یاد ہے، بہت بچپن میں ہمیں لنگرِ مسیح موعودؑ کے کھانے کا کس قدر شوق تھا اور خصوصاً جلسہ کے ایام میں تو یہ بچوں اور بڑوں سب کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقّبہ ہوتی۔ اور اس بزرگ کا قصہ تو زبان زدِ عام تھا کہ وہ جب بھی ربوہ تشریف لاتے، لنگر خانہ جا کر دسترخوان سے روٹی کے تمام بچے کھچے ٹکڑے اٹھا لیتے اور اپنے ساتھ گاؤں واپس لے جاتے۔ لوگ یہی سمجھتے کہ یہ ٹکڑے جانوروں کے چارہ کے لیے بھوسے کا کام دیتے ہوں گے۔ بالآخر کسی نے اصرار کر کے کرید ہی لیا کہ اس سعیٔ مکرر کا مقصد کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بزرگ گاؤں میں ایک مجرب طبیب کے طور پر جانے جاتے تھے۔ وہ ان خشک ٹکڑوں کو سکھا کر پیس لیتے اور سفوف بنا کر پڑیاں تیار کر لیتے۔ گاؤں کے دیہاتی ان کے پاس اپنے اور اپنے جانوروں کے علاج کے لیے آتے اور بزرگ موصوف وہی سفوف کی پڑیاں انہیں دوا کے طور پر تھما دیتے۔ ربِّ شافی و قیوم انہی میں معجزانہ شفا و بقا کے سامان پیدا فرما دیتا۔

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ اور جلسہ سالانہ پر نظامِ ضیافت

1988 میں مجھے امامِ جماعت احمدیہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پاکستان کے تکلیف دہ حالات سے مجبور ہو کر امریکہ ہجرت کر کے آنا پڑا۔ پہلی بار 1989ء میں چھ سال کی محرومی کے بعد میری لینڈ (Maryland) میں امریکہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کا موقع ملا۔ اور کچھ مایوسانہ تجربے سے دو چار ہونا پڑا کہ جلسہ پر ضیافت کا انتظام ہمارے اپنے ہاتھوں میں نہیں اور لنگرِ مسیح موعودؑ کا کوئی وجود نہیں۔ طبیعت پر کچھ بوجھ سا پڑا۔ مگر مَیں حالات سے واقف نہیں تھا۔ معلوم ہوا امریکہ میں ہم جس جگہ جلسے منعقد کرتے ہیں، ضیافت کی ذمہ داری بھی اسی ادارے کی ہوتی ہے جو تقریباً سات ڈالر فی کس پر منتج ہوتی ہے۔

اگلے دو سال 1990 اور 1991 ڈیٹرائٹ (Detroit) کے ایریا میں ہونے والے جلسے بھی اسی تشنگی کا شکار ہو گئے۔ وہاں جس یونیورسٹی میں جلسہ اور اس سے متعلقہ ضیافت کا بندوبست تھا، مَیں نے دیکھا کہ کھانے کے کمرہ کے باہر یونیورسٹی کا ایک ملازم گنتی کی ایک گھنٹی نما مشین لیے بیٹھا ہے۔ ہم میں سے جو بھی اس کمرے کا رخ کرتا وہ گھنٹی دبا دیتا، چاہے ایک ہی شخص دوبارہ صرف پانی پینے کی نیت سے اندر گیا ہو۔ خدا جانے اس کی مشین نے کتنی گنتی کی۔ غالباً ہماری تعداد سے بہت زیادہ۔ یہ صورت حال کافی الجھی ہوئی تھی۔ اور کھانے کا معیار بھی اتنا گرا ہوا تھا کہ اکثر احباب کو تکلیف پہنچی اور انہوں نے واضح طور پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ میرے دل میں بار بار خیال آتا جس کا ذکر مَیں نے بعض منتظمین سے بھی کیا کہ ہم اپنا لنگر کیوں نہیں شروع کرتے۔ مگر اس کی مخالفت میں متعدد دلائل اور جواز پیش کیے جاتے۔ انتظامی معاملات میں میری کوئی حیثیت یا رائے نہیں تھی اس لیے خاموشی سے صبر اور دعا کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

خلیفۂ وقت کا ارشاد

1991 کے جلسہ کے اختتام پر ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ ہم لوگ حضورِ انور سیّدنا خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو الوداع کرنے کے لیے اکٹھے تھے۔ مَیں بھی حضورؒ کے بالکل پاس کھڑا تھا۔ جاتے جاتے آپؒ نے اچانک فرمایا: آئندہ امریکہ میں لنگر چلنے چاہییں۔ کچھ احباب اس کا جواب دینے لگے کہ حضورؒ یہاں اجازت نہیں ملتی۔ آپؒ نے فرمایا: اگر تنبو، قنات میں جلسہ کی اجازت مل سکتی ہے تو لنگر بھی چل سکتا ہے۔

میرے دل میں بڑی شدت سے خیال آیا کہ جب امامِ وقت نے ایک حکم دے دیا ہے پھر کوئی دوسرا جواز کیوں؟ بغیر کسی توقف کے میرا ہاتھ کھڑا ہو گیا اور بول اٹھا: جی حضور! انشاءاللہ ضرور شروع کریں گے۔

دوسری طرف میرا عزیز دوست برادرم عزیزم ڈاکٹر صلاح الدین کھڑا تھا۔ اس نے بھی ہاتھ کھڑا کر دیا اور عہد کیا کہ انشاءاللہ لنگر کا قیام ہو گا۔ اس وقت جلسے کے اختتام، حضورؒ کے الوداع اور دوست احباب کی رخصت کے باعث ایسی جذباتی کیفیت تھی کہ مجھے کچھ یاد نہیں کیا بیت رہی تھی۔ بس اتنا یاد ہے کہ حضورؒ کے رخصت ہوتے ہی صلاح الدین نے مجھے گلے لگا لیا اور کہنے لگا: ’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے آئندہ یہ کام ہو کر رہے گا۔ امریکہ میں اب کوئی بھی لنگرِ مسیحِ موعودؑ کے قیام کو روک نہیں سکتا۔‘‘

صلاح الدین نے بعد میں بتایا کہ جب اس نے دیکھا کہ حضورؒ کے ارشاد پر صرف ایک ہاتھ لبیک کے لیے اٹھا ہے تو بغیر کسی توقف اور حیل و حجت کے اس نے بھی ہاتھ کھڑا کر دیا کہ یہی قبولیت کا لمحہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جناب سے یہی وہ قبولیت کا لمحہ اور معجزانہ تصرف تھا جس نے پچیس سال قبل ایک انہونے امر کو ہونا اور ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جس لمحے آقاؒ کے منہ سے نکلا اسی لمحے لنگر خانے کا قیام ہو گیا۔ اس بات کو اب پورے پچیس سال ہو چکے ہیں۔ دراصل حضورؒ کے ارشاد کے ساتھ ہی لنگر کے لیے دعاؤں اور تدبیروں کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اس کا پہلا پھل 1992 کے جلسہ سالانہ بر مقام نیویارک حاصل ہوا۔

غیر معمولی اعجازی نصرت و امداد

اُس زمانے میں جماعت احمدیہ امریکہ کے ہیڈکوارٹرز مسجد فضل واشنگٹن ڈی سی میں ہوا کرتے تھے۔ ابھی بیت الرحمان مسجد کی خریداری و تعمیر کے مراحل مکمل نہیں ہوئے تھے۔ ڈیٹرائٹ میں دو سال جلسوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے معجزانہ تصرف سے ہمیں اس خوش قسمتی سے نوازا کہ اگلے دو سالوں کے لیے قرعہ انتخاب نیویارک کے نام پڑا۔ ڈاکٹر صلاح الدین نیویارک کا رہنے والا تھا اور میں بھی قریبی شہر فلاڈلفیا میں رہائش پذیر ہو چکا تھا۔

گزشتہ تجربات کی روشنی میں جلسہ کے قیام کے لیے جگہ کا انتخاب کرتے وقت مختلف امور کو مدنظر رکھنا پڑتا تھا۔ اوّل یہ کہ وہاں لوکل جماعت بڑی مضبوط اور فعال ہو، ایئرپورٹ اور ٹرانسپورٹ کے لیے آسانیاں ہوں۔ رہائش کے لیے احبابِ جماعت کے گھروں کے علاوہ قرب و جوار میں ہوٹل، موٹل کی سہولتیں میسر ہوں۔ جلسہ کے لیے عام طور پر گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران میں دستیاب خالی یونیورسٹیوں کے ہالوں اور اقامت گاہوں کو ترجیح دی جاتی جو معقول کرایہ پر مہیا ہو جاتے۔ مگر اب کی دفعہ سب سے اہم معیار کسی ایسے ادارے کی دستیابی تھی جس میں خوراک رسانی (catering) ان کی ذمہ داری نہ ہو بلکہ ہمیں اپنا کھانا پکانے کی اجازت اور سہولت ہو۔ ان تمام امور پر نگاہ ڈالتے ہوئے محترم امیر صاحب جماعت ہائے احمدیہ امریکہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم نے فوری طور پر ایک کمیٹی تشکیل دی جو اس بات کا جائزہ لے کہ آئندہ جماعتی کنٹرول میں نظامِ ضیافت چلانے کے پیشِ نظر جلسہ کے لیے کون سی جگہ موزوں رہے گی۔ چار بڑی جماعتوں، شکاگو، نیویارک، فلاڈلفیا اور میری لینڈ/ورجینیا سے رابطے قائم کیے گئے۔ اس وقت عمومی تاثر یہی تھا کہ فی الحال اس سکیم کو چند سال کے لیے معرضِ التوا میں ڈال دیا جائے اور اس پر عمل درآمد طویل المیعاد منصوبہ بندی (long-term planning) کے تحت کیا جائے۔ مگر محترم امیر صاحب کی بالغ نظر نے نیویارک جماعت کا انتخاب کر کے اسے قلیل المعیاد منصوبے میں تبدیل کر دیا؛ کیونکہ آپ کے نزدیک بھی اطاعتِ امام کا تقاضا یہی تھا کہ اب کسی اور سمت دیکھنا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں فوری طور پر لنگر خانہ کے قیام کے لیے دستیاب سہولتوں کے پیشِ نظر جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔

نیویارک جماعت اس کے لئے بہت موزوں تھی؛ کیونکہ وہاں معقول افرادی قوت (manpower) میسر تھی اور وہاں کی ضیافت ٹیم بڑی فعال اور اکثر ہزار بارہ سو افراد کے کھانے کا بندوبست کرنے کا تجربہ رکھتی تھی۔

نیویارک کی بے لوث انتظامیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیویارک جماعت وہاں کے صدر مکرم و محترم نذیر احمد ایاز صاحب کی قیادت میں ایک بڑی مستحکم، سرگرم اور بے لوث جماعت تھی۔ یہاں ہر قسم کی صلاحیتوں (talents) کے حامل محنتی، جفاکش اور وفا شعار اراکین ہر طرح کی قربانی اور خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ میری نظروں کے سامنے بے شمار چہرے گھوم جاتے ہیں جنہیں مَیں نے انتہائی نامساعد حالات میں انتھک محنت کرتے دیکھا۔ لیکن اگر مَیں ایک ایک کر کے ان کے نام اور خدمات کا ذکر کرنا شروع کروں تو یہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی اور پھر بھی یقیناً مجھ سے بہت سے نام اور کام حذف ہو جائیں گے۔

اس احساس کے پیشِ نظر صرف جماعت کے انتہائی فہیم، بردبار اور صاحبِ رسوخ صدر محترم نذیر احمد ایاز صاحب اور لنگر خانہ امریکہ کے بانی رکن اور نیویارک جماعت کے سیکرٹری ضیافت ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کے علاوہ دو ناموں کا ذکر کروں گا جن میں ایک اس کا نائب، نعیم احمد ہے جس نے انتہائی خاموشی سے اطاعت و فرمانبرداری کی مثال قائم کرتے ہوئے لبیک کہی اور اپنی پوری ٹیم کے ساتھ اس جاں گسل مرحلے کے لئے تن من دھن ایک کر دیا۔ دوسرا اس کا بڑا بھائی لطیف احمد طاہر (حال سیکرٹری ضیافت آسٹن جماعت) جس نے سٹیٹ آف نیویارک کا امتحان پاس کر کے فوڈ لائیسنس حاصل کیا تا کہ کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے ان تمام جاں نثاروں نے (جن میں ایک بڑی تعداد ربوہ میں جلسہ کی ڈیوٹیاں دینے کا تجربہ رکھتی تھی) جن نامساعد حالات میں مشکلات و مصائب کے پہاڑوں پر تیشہ زنی کی اور بالآخر مسیحِ پاکؑ کے ابرِ رحمت کے چشمہ کو جاری کر کے چھوڑا، ان

کی قربانیوں اور وفاؤں کا لمحہ لمحہ زریں حروف سے رقم کرنے کے قابل ہے۔ لیکن اگر ان کے خاموش انفرادی کارنامے لوح وقلم کی زینت نہ بھی بن پائیں تب بھی ربِّ کریم کے فضل سے امید ہے کہ وہ عرش پر قبولیت کی معراج پاچکے ہوں گے۔

نیویارک جماعت نے جب جلسہ کے لیے مختلف یونیورسٹیوں سے رابطہ قائم کیا تو یہ امر سامنے آیا کہ ان اداروں نے مختلف فوڈ سروس کمپنیوں کو خوراک رسانی (catering) کا ٹھیکہ دے رکھا ہوتا ہے۔ اور وہ کسی اور کو فوڈ سپلائی کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک یونیورسٹی لانگ آئی لینڈ انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کو جب یہ بتایا گیا کہ ہم ایک غیر منافع بخش مذہبی خیراتی ادارہ ہیں (Non-Profitable Religious Charity) اور کھانا بیچ نہیں رہے بلکہ مفت کھلا رہے ہیں۔ مزید برآں ہم آپ کے کچن کی سہولت بھی استعمال نہیں کریں گے بلکہ باہر ٹینٹ لگا کر کھانا پکائیں گے تو وہ راضی ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے آقاؑ کے ارشاد کی تعمیل کی راہ میں پہلی رکاوٹ دور ہوگئی۔ امیر صاحب محترم نے ان کارروائیوں کی اطلاع حضورؒ کو دی تو آپ نے فرمایا: اس کام کو بہترین رنگ میں سرانجام دیں اور کھانا پکانے کو پروفیشنل طریق پر سیکھیں۔

چنانچہ عزیزم ڈاکٹر صلاح الدین، جو Nutrition and Bio-Chemistry میں PhD اور میڈیکل یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا اور بچپن سے لنگر کی ڈیوٹیوں اور کھانا پکانے کے ماہر استادوں کے ساتھ کام کا تجربہ رکھتا تھا، خصوصیت سے پاکستان گیا۔ اور ربوہ میں لنگر خانے سے کھانا پکانے کے نسخہ جات اور تراکیب کے حصول کے ساتھ ساتھ اس فن کے ماہر اساتذہ محترم محمد رفیع صاحب مرحوم، محترم رانا محمد دین صاحب مرحوم اور لاہور کے بعض ریستورانوں کے پیشہ ور ماہرین سے مشورے کیے اور کئی گُر کی باتیں سیکھیں۔ علاوہ ازیں لنگر امریکہ کو افرادی عددی قوت کی کمی کے باعث جس سائز کی دیگوں اور چولہوں کی ضرورت تھی وہ امریکہ میں دستیاب نہیں تھے۔ چنانچہ سارے اندازے کرنے کے بعد گوجرانوالہ سے خصوصی سائز کی دیگوں کا آرڈر دیا گیا جو پاکستان میں نائیوں کی بیضوی دیگ سے تین گنا سے زیادہ کھانا پکانے کی گنجائش رکھتی تھیں۔ پاکستان میں عام طور پر نائی حضرات ایک دیگ میں 25 پاؤنڈ گوشت پکاتے ہیں۔ جلسہ ربوہ میں ہمارے ہاں 35 پاؤنڈ تک گوشت پکایا جاتا رہا ہے۔ لیکن جو دیگ ہم نے بنوائی وہ 20 انچ گہرائی اور 34 انچ قُطر (Diameter) کی تھی۔ ابتداً آٹھ دیگیں اور بعد ازاں مختلف اوقات میں مزید بیس دیگوں کا آرڈر دیا گیا۔ اس سائز کی دیگ میں بآسانی 100 پاؤنڈ گوشت، 40 پاؤنڈ آلو اور 40 پاؤنڈ پیاز، ٹماٹر اور دیگر مصالحہ جات کا سالن تیار کیا جاسکتا ہے۔ اب ہمارے تربیت یافتہ رضا کار 150 پاؤنڈ گوشت کو بھی ہینڈل کر لیتے ہیں۔ ایک دیگ عموماً پانچ سو افراد کے لیے کافی ہوتی ہے۔ دال کی دیگ جو لبالب بھری ہو 800 افراد کی ضرورت پوری کرسکتی ہے۔ ان دیگوں کو سہارنے کے لیے غیر معمولی طاقت اور بڑے سائز کے گیس کے چولہوں کی بھی ضرورت تھی۔ یہ چولہے تو امریکہ میں مل گئے مگر ان کے 24 انچ قُطر کے برنز (burner) پاکستان سے سپیشل آرڈر پر بنوانے پڑے۔ علاوہ ازیں پیاز کاٹنے، ٹماٹر پیسٹ بنانے، مصالحہ گرائنڈ کرنے اور آلو چھیلنے کی الیکٹرک مشینیں بھی منگوائی گئیں جن سے افرادی قوت کی کمی کے باوجود سہولت کے سامان پیدا ہوگئے۔ فالحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صلاح الدین کو اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ غیر معمولی قوتِ خرید کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے؛ چنانچہ یہ ساری اشیا نہ صرف معقول قیمت پر مہیا ہو گئیں بلکہ اس کے ایک غیر احمدی صاحبِ اثر و رسوخ دوست نے سعودی ایرلائنز سے بحری جہاز کے کرایے کے برابر خرچ پر امریکہ آنے کا بندوبست کر دیا۔ اور یہاں بھی کسٹم والوں کو جب بتایا گیا کہ یہ ایک غیر منافع بخش مذہبی خیراتی ادارے کا سامان ہے اور ہم انہیں کسی حالت میں کاروباری مقاصد یا بیچنے کی غرض سے استعمال نہیں کرتے تو انہوں نے حیرت کا اظہار کیا اور بغیر کسی روک ٹوک کے سامان کلیئر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر لنگر کے لیے سامان اور آسانیاں پیدا فرما رہا تھا۔

جب یہ ساری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ایک دن صلاح الدین کا فون آیا: امتیاز! تم نے سب سے پہلے ہاتھ کھڑا کیا تھا۔ اب اپنی ٹیم سمیت لنگر ڈیوٹی کے لئے آ جاؤ۔

مَیں نے جواب دیا: دیکھو میرے بھائی! مَیں نے تو اطاعت کے جذبے کے تحت لبیک کہی تھی۔ میرا اس فیلڈ میں ذرہ بھر بھی تجربہ نہیں۔ مَیں نے شاید ہی زندگی میں کبھی انڈہ بھی فرائی کیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ اپنے لیے چائے کا ایک کپ بنا لیتا ہوں لیکن مَیں حاضر ہوں۔ جو کہو گے کرنے کو تیار ہوں۔

چنانچہ مَیں فلاڈلفیا سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ نیویارک جلسے کے لیے پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد سالہا سال تک صرف دیگیں مانجھنے اور صفائی کا کام سنبھالے رکھا۔ امریکہ جماعت کا پروفیشنل فوٹوگرافر ہیرسبرگ کا عزیزم کلیم بھٹی تاک تاک کر میری برتن دھونے کی تصویریں بناتا رہا۔ سالوں بعد میں نے اسے مذاقاً کہا: اب تو بس کرو۔ میری پروموشن دیگیں دھونے سے دیگیں پکانے پر ہوگئی ہے۔ تم اب بھی وہی تصویریں بناتے اور دکھاتے ہو۔

جلسہ سالانہ 1992 شروع ہونے سے ایک رات پہلے جمعرات کو امیر صاحب محترم حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم بھی نیویارک تشریف لے آئے۔ آپ کافی متفکّر تھے؛ کیونکہ لنگر مخالف عناصر نے بڑے اخلاص اور سچائی سے جو اندازے پیش کیے تھے اور بعض پاکستانی ریستورانوں کے مالک حضرات نے بھی جو نقشہ کھینچا تھا وہ زیادہ حوصلہ افزا نہیں تھا۔ حضرت امیر صاحب مرحوم فرمانے لگے: کیوں نہ روزانہ ایک وقت کا کھانا ہوٹل والوں سے خرید لیا جائے اور رات کا کھانا لنگر میں تیار ہوجائے۔

اس پر صلاح الدین کہنے لگا: تو میاں صاحب! پھر ہوٹل کے بجائے ہم سے ہی خرید لیں۔

حضرت میاں صاحب مسکرا پڑے۔ فرمایا: اچھا اللہ تعالیٰ تمہارے کام میں برکت ڈالے۔ تم لوگوں کے لیے خصوصی دعا کرتے ہیں۔

ہمارا ابتدا ہی سے یہ دستور بن گیا تھا کہ جب ہم مکمل تیاری کے بعد پہلی بار چولہے میں آگ لگاتے تو پہلے سب حاضرین ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے۔ اس وقت اگر کوئی بزرگ، بڑے عہدیدار یا مربی صاحب موجود ہوتے تو قیادت کرتے وگرنہ اکثر یہ سعادت اسی عاجز واحقر کو نصیب ہوتی۔

لنگر کا پہلا دن

جمعۃ المبارک 26 جون 1992 کی صبح دس گیارہ بجے کے درمیان امیر جماعت ہائے امریکہ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم لنگر کا معائنہ کرنے کے لیے تشریف لائے تو ہماری چھ کی چھ دیگیں تیار تھیں۔ آپ کی آمد کے ساتھ ہی فضا نعرہ تکبیر اور لنگر مسیحِ موعودؑ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور دل خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز کہ آج ہمیں آقاؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے حضرت مسیحِ پاکؑ کے قائم فرمودہ اس عظیم ادارے کے قیام کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

اُس روز لنگر مسیحِ موعودؑ میں جو آگ روشن ہوئی وہ ربع صدی بعد چراغ سے چراغ جلاتی ہوئی آگے سے آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ آج شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً امریکہ کے ہر مشن ہاؤس میں اللہ تعالیٰ کے انعاموں کی یہ آگ روشن ہے۔ اس کے فضلوں کے ایک ایک قطرے نے ہر سمت دریا بہا دیئے۔ بہت ساری جگہوں پر ڈاکٹر صلاح الدین نے خود جا کر یا ہدایت دے کر وہاں کی ضیافت ٹیموں کی رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے تمام ساتھیوں کی عاجزانہ اور مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے، کوتاہیوں اور غفلتوں کو معاف فرمائے اور احسان اور اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

جلسہ کے اختتام پر جماعت کی طرف سے کھانوں کے نمونے اور نان حضورِ انورؒ کی خدمتِ اقدس میں بھجوائے گئے۔ یہ نان خصوصی ترکیب (recipe) کے تحت، جس میں دودھ اور گھی کی مخصوص مقدار بھی شامل تھی، آرڈر پر تیار کرائے گئے تھے جو پرانے ہو کر بھی سوکھتے یا بُھر بُھرے نہیں ہوتے تھے۔ آپؒ نے ڈاکٹر ولی شاہ صاحب کی معرفت اظہارِ خوشنودی فرمایا اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا: .It excels all the food I ever tasted آج تک مَیں نے جتنے کھانے کھائے ہیں یہ ان میں سب سے بہترین ہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور حضورؒ کی شفقتیں اور محبتیں تھیں وگرنہ ہماری عاجزانہ کاوشوں کی کیا وقعت۔ بفضلِ ایزدی پہلے جلسہ پر ہی کھانے کا معیار اور انتظام اتنا اعلیٰ تھا کہ وہ امریکی پیدا اور بچے جنہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ پاکستانی کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے، چٹخارے لے لے کر کھاتے رہے۔ حقیقتاً یہ صحیح معنوں میں کم خرچ بالانشیں ضیافت تھی۔ کھانے کے فی کس اخراجات بشمول ٹرانسپورٹ اور دیگر بالائی مصارف 69 سینٹ تھے جو کیٹرنگ کی لاگت سے دس گنا کم تھے۔ اور فی الحقیقت ان مصارف کو کم سے کم سطح پر لانے میں ڈاکٹر صلاح الدین اور اس کے ساتھیوں نے انتھک جدو جہد کی اور ہر وہ طریق اختیار کیا جس سے پائی پائی کی بچت ہوسکتی ہو۔ وہ علی الصبح تین بجے سے پہلے سبزی منڈی پہنچ جاتے اور مول تول کر کے مارکیٹ ریٹ سے بہت کم، اچھا اور سستا مال خرید لیتے۔ گوشت کی خریداری میں بھی بڑی تگ و دو کرنا پڑتی۔ آج سے پچیس سال پہلے حلال گوشت کا عام مارکیٹ میں دستیاب ہونا امرِ محال تھا۔ صلاح الدین اور اس کے ٹیم ممبرز نے نیویارک، پینسلوینیا اور میری لینڈ کے بڑے بڑے مذبح خانوں (slaughter houses) کے خود چکر لگائے۔ اور بہترین اور سستے جانور چن کر لنگر کے لیے ذبح کرائے۔ اس طریق پر حضرت مسیحِ موعودؑ کے مہمانوں کے لیے بہترین حلال اور طیّب اشیا پیش کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے امامِ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کو قبول فرمایا اور ریستوران کاروبار کے ماہرین اور گھاگ مالکان کے اندازوں کو کہ اول تو لنگر چل ہی نہیں سکتا، اور اگر چلا تو پانچ سال میں بند ہو جائے گا، غلط ثابت فرمایا۔ ان احباب نے بعد میں خود اعتراف کیا کہ ان کی رائے درست نہیں تھی اور لنگر چلانا پیشہ ور کاروباری حضرات کے بس کا روگ نہیں، یہ کام صرف بے لوث رضا کار کارکنان (volunteer workers) ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس رنگ میں بھی پورا فرما دیا کہ نیویارک کا پہلا جلسہ اور لنگر فی الواقعی تنبو اور قناتوں میں منعقد ہوا۔ اس دوران میں بارانِ رحمت بھی ہوئی اور تیز ہوا کی وجہ سے قناتیں اُڑنے لگیں تو خدام بارش میں بھیگتے ہوئے ان کے کونوں پر کھڑے ہوگئے تا کہ خواتین کے جلسہ گاہ کا پردہ قائم رہے۔

لنگر مسیحِ موعودؑ کا دھیرے دھیرے سفر

سیّدنا حضرت اقدس مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مقدس مشن کا یہ قافلہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتا گیا۔ دو سال نیویارک کی سرزمین کو برکت بخشنے کے بعد واشنگٹن کے نواح میں اپنے نئے ہیڈ کوارٹرز کا رخ کیا۔ میری لینڈ (Maryland) کے شہر سلور سپرنگ (Silver Spring) میں مسجد بیت الرحمان کی تعمیر مکمل ہوچکی تھی۔ 1994 کا جلسہ وہیں پر اکتوبر کے مہینے میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ مسجد کے افتتاح کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنفسِ نفیس تشریف لا رہے تھے۔

مَیں فروری 1994 میں کیلیفورنیا نقل مکانی کر گیا تھا۔ میری والدہ جو صلابتِ جگر (liver cirrhosis) کے باعث علیل تھیں، اُن دنوں میرے ساتھ رہ رہی تھیں۔ انہیں شدید تمنا تھی کہ 14 اکتوبر کو مسجد بیت الرحمان کے افتتاح کے موقع پر پہنچ سکیں۔ میں بھی تڑپ رہا تھا کہ جلسہ اور لنگر کی ڈیوٹیاں میرا انتظار کر رہے ہیں، مگر کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اچانک میری چھوٹی ہمشیرہ اپنے خاوند اور بچوں سمیت کچھ دن کی چھٹی لے کر ہمیں ملنے کے لئے آئی۔ ان کی آمد پر ہم نے وین کرائے پر لی اور سان فرانسسکو سے مسلسل پچاس گھنٹے ڈرائیو کرتے ہوئے جمعہ سے کچھ پہلے بیت الرحمان پہنچ گئے۔

لنگر کا بندوبست بھی مسجد کے احاطے میں کھلی جگہ پر ٹینٹوں تلے کیا گیا تھا۔ میرے ساتھیوں نے اپنی محبت کے اظہار کے طور پر اللہ اکبر اور لنگر مسیحِ موعودؑ زندہ باد کے نعرے بلند کر کے میرا استقبال کیا۔

اگلے چند سال جلسہ سالانہ مسجد بیت الرحمان کے احاطے میں ٹینٹوں میں ہوتا رہا۔ مگر بعد ازاں جگہ کی قلت اور دوسری دشواریوں کے پیش نظر اسے مسجد سے 41 میل جنوب مغرب میں ورجینیا سٹیٹ کے شہر شنٹلی (Chantilly) کے Dulles Expo Center میں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ 1999 اور 2000 کے جلسے وہیں پر منعقد ہوئے۔ اس جگہ پروگراموں کے لئے بڑے ہالوں کے علاوہ لنگر کے لئے بھی مسقّف جگہ دستیاب تھی؛ چنانچہ پہلی بار ہمیں ایک سیمنٹڈ فرش پر چولہے سیٹ کرنے کا موقع ملا۔ یہاں بھی ورجینیا سٹیٹ کے قوانین کے مطابق سٹیٹ کے فوڈ لائیسنس ہولڈر احمدی ورکرز کی خدمات حاصل کرنا پڑیں اور بعض مشکل مراحل کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ساری دشواریاں دور فرما دیں۔

آئندہ کچھ سالوں کے جلسے مسجد بیت الرحمان (2001 سے 2004 تک) اور Dulles Expo Center (2005 تا 2009) میں ادلتے بدلتے رہے۔ اس دوران میں یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ واشنگٹن کے نواح کی وجہ سے ورجینیا سنٹر چھوٹا ہونے کے باوجود بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تگ و دو کے بعد ایک ایسی جگہ دکھائی دی جو بہت زیادہ دور نہ ہونے کے باوجود نسبتاً کم قیمت اور بہتر فیسلیٹی تھی۔ یہ جگہ مسجد بیت الرحمان سے 105 میل شمال میں ہمسایہ سٹیٹ پنسلوینیا کے دارالحکومت ہیرسبرگ کا Farm Show (Expo Center) Complex تھا۔ 2010 سے امریکہ کا جلسہ سالانہ

یہیں منعقد ہو رہا ہے۔ یہاں پر ہمیں لنگر کے لئے وسیع جگہ اور بہتر سہولتیں میسر آ گئیں۔ یہاں کی انتظامیہ اور ریاستی قوانین بھی زیادہ دوستانہ تھے۔

پہلی بار جب فوڈ انسپکٹر معائنہ و تفتیش (inspection) کی غرض سے آیا تو ڈاکٹر صلاح الدین سے کہنے لگا: میں تو صرف B.Sc. ہوں اور تم اسی فیلڈ میں Ph.D. ہو۔ میں تم سے کیا سوال کروں؟ اور جب اسے علم ہوا کہ ہم بیس سال سے رضا کارانہ (volunteer) کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی تسمّمِ غذا (food poisoning) کا کوئی کیس نہیں ہوا، نہ ہی **تعفن زدگی کے باعث کوئی کھانا قابلِ اتلاف** سمجھا گیا ہے تو وہ بہت متاثر ہوا اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا کر چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کی حاضری بھی تین ساڑھے تین ہزار سے بڑھ کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد پر گیارہ بارہ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ اس فیسلیٹی میں ہمیں جلسہ کی دیگر سرگرمیوں کے علاوہ لنگر کے لیے جو ہال ملا اس میں بڑے بڑے نکاس پنکھے (exhaust fans) اور ٹرانسپورٹ کے ٹرکوں اور ویگنوں کے لیے اونچے گیٹ لگے ہوئے ہیں۔ اس میں اتنی وافر جگہ موجود ہے کہ پچھلے سال ہم نے تجربہ کے طور پر مختلف ٹیموں کے دو علیحدہ لنگر سیٹ کیے۔ چائے اور پرہیزی کھانے (non-spice food) کے لیے ہمیشہ سے الگ چولہے مختص کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ لنگر کے ابتدائی سالوں ہی سے ہمیں پرہیزی کھانے (non-spice food) پکانے کے لیے برادرم کریم داد کی صورت میں ایک نہایت تجربہ کار، محنتی اور سرگرم رکن مل گیا۔ دھیمے اور ٹھنڈے مزاج کا یہ شخص انتہائی خاموشی اور لگن سے اپنا کام کیے جاتا ہے۔ بسا اوقات اکیلے ہی سینکڑوں افراد کا کھانا تیار کر دیتا ہے۔ اس کے کام کا پتا ہی نہیں چلتا کہ یہاں کچھ ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہی ایک اعلیٰ کارکردگی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور باقی تمام کارکنوں کو اجرِ عظیم اور جزائے خیر دے۔ آمین۔

اصولِ طباخی میں احتیاطی تدابیر

کھانے کو غذائی زہریت (food poisoning) اور معدہ کی جلن (heart burning) سے بچانے کے لئے ڈاکٹر صلاح الدین نے بڑی ٹیکنیکل ریسرچ کی کہ ہم کھانوں میں جو مصالحہ جات ڈالتے ہیں ان کی وجہ سے یہ تکالیف شروع ہوتی ہیں۔ مصالحے اگر پرانے ہو جائیں تو ان سے یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں؛ چنانچہ ہم نے شروع ہی سے تازہ ثابت مصالحے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ یعنی جب انہیں استعمال کرنا ہوتا اسی وقت گرائنڈر میں پیسا جاتا۔ اس سے وہ قدرتی تیل اور خوشبو محفوظ رہتی ہے جس کے خشک ہونے کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اور کھانے میں پرانے مصالحوں کی نسبت چار گنا کم مقدار کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کُکنگ آئل کے طور پر canola (جو سرسوں کی اعلیٰ قسم ہے) استعمال کیا جاتا ہے جس میں جمنے کی کم خاصیت ہے اور کولسٹرول بھی نہیں ہے۔ کئی لحاظ سے یہ تیل زیتون (olive oil) سے بھی اچھا اور کم قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کسی خاص حکمت نے شاید اسی لیے ڈاکٹر صلاح الدین کو اس فیلڈ میں پی-ایچ-ڈی کرنے کی توفیق دی کہ وہ لنگر کی ذمہ داریوں کے دوران میں ان سائنسی علوم وفنون سے بہتر رنگ میں استفادہ کر سکے۔ اور بحمد اللہ یہ ہو بھی رہا ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2012 میں امریکہ کے لنگر کا معائنہ کرتے ہوئے ازراہِ مزاح وخوشنودی فرمایا: یہاں سائنس زیادہ چلتی ہے۔

غیر معمولی تائیدی اور سبق آموز واقعات

لنگرِ مسیحِ موعودؑ کی یہ داستان بڑی حسین اور طویل ہے۔ اس کی تمام جزئیات بیان کرنا بہت زیادہ طوالت کا باعث بن جائے گا۔ یہاں صرف بعض ایسے واقعات اور امور پیش کیے جا رہے ہیں جن سے کسی نہ کسی رنگ میں سبق سیکھا اور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

دنیا میں ادارے قائم ہوتے رہتے ہیں اور ان کی تاریخ بھی مرتب ہوتی رہتی ہے۔ مگر الٰہی ادارے جس غیبی نصرت وحمایت کے حامل ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو سامان پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں وہ بذاتِ خود ایک سبق آموز تاریخ اور سبیلِ سفر بن جاتے ہیں۔ اس ضمن میں چند ایک واقعات ازدیادِ ایمان کی خاطر پیشِ خدمت ہیں۔ یہ واقعات حتی الوسع حقائق پر مبنی ہیں مگر اس احتیاط کے باعث کہ کہیں تصنع، لفاظی یا کسی کی دلآزاری نہ ہو، انفرادی ناموں سے عمومی طور پر گریز کیا گیا ہے۔

یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہیں

لنگرِ مسیحِ موعودؑ سے وابستہ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ فضلوں اور برکتوں کے عجیب نشان رکھ چھوڑے ہیں۔ اور اس سلسلے میں بعض سبق آموز واقعات میں تربیت واصلاح کے رموز بھی دکھائی دیتے ہیں۔

نیویارک جلسہ سالانہ 1993ء میں ہمارا لنگر کا دوسرا سال تھا۔ پہلے سال کی غیر معمولی کامیابی سے ہمارے حوصلے بلند تھے۔ خدا جانے اس کی کس حکمت کے تحت انتظامیہ نے کھانے کا جو طعام نامہ (menu) بنایا اس میں ہفتہ کی شام صرف چاول اور سالن تھا۔ چاول کی چھ دیگوں کی تیاری میں بڑی محنت اور وقت صرف ہوا۔ انہیں بڑے شوق اور فخر سے تیار کیا جا رہا تھا۔ مگر ہمارے کارکنوں کو ان غیر معمولی ضخامت والی دیگوں اور تیز برنر والے چولہوں کی آگ کا زیادہ تجربہ اور اندازہ نہیں تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ بارش کے باعث چولہے بجھ گئے اور کنٹرول نہ رہا۔ نتیجۃً ساری کی ساری دیگیں جل گئیں (جنہیں ہم پنجابی میں کہتے ہیں 'لگ گئیں')۔ ان میں جلنے کی بُو اور سڑاند پھیل گئی اور وہ استعمال کے قابل نہ رہیں۔ فوری طور پر روٹی اور سالن کھانے کے لئے پیش کر دیئے گئے اور جلسے کے عام حاضرین کو اس بات کا علم بھی نہ ہو پایا۔

اس افراتفری کے بعد جب ذرا سکون ہوا تو میرے بہت پیارے زیرک وفہیم دوست مولانا انعام الحق کوثر صاحب (حال امیر ومبلغ انچارج آسٹریلیا)، جنہوں نے سب سے پہلے امریکہ میں میرا استقبال کیا اور پھر ہمیشہ کے لیے محبت کے رشتوں میں جکڑ لیا، کہنے لگے: حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو الہاماً بشارت دی گئی تھی 'یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہیں'۔ چاولوں کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جس دعوت میں تم نے نان (روٹی) ہی نہیں رکھے، اس میں برکت کیسی؟

اوہ میرے خدا! میں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ ہم سے کیا حماقت ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے کبھی کسی ضیافت کو نان (روٹی) سے کلیۃً محروم نہیں رکھا۔

چائے پلانے کے لیے پانچ سال انتظار

لنگر کے ابتدائی سالوں میں مسجد بیت الرحمان کے احاطے میں جلسوں کے دوران میں ہمیں ایک مستقلاً شیڈ بنا دیا گیا جس میں فریزر، برتن اور ضرورت کی دوسری چیزیں رکھ لی جاتیں۔ کھانا پکانے اور صفائی دھلائی کا کام بھی اس سے ملحقہ حصہ میں کیا جاتا۔ جون جولائی کی شدید گرمیوں میں بسا اوقات بغیر سایہ کے تپتی دیگوں کو ہینڈل کرنا جان جوکھوں کا کام دکھائی دیتا تھا۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا کرم ہے کہ تمام مراحل بخیر وخوبی انجام پذیر ہوتے چلے گئے۔ اس دوران میں جلسہ پر آئے ہوئے دوست احباب بھی ملنے کے لیے چلے آتے۔ اکثر یہ بھی ہوتا کہ اگر کھانے کے خیمہ (marquee) میں کوئی شے میسر نہ ہوتی یا پسند نہ آتی تو وہ لنگر کا رخ کرتے۔ اور بعض ذاتی تعلقات کی بنا پر تکلیف مالا یطاق بن جاتے۔ اگرچہ اس جگہ ان کی خدمت ہماری ذمہ داری نہ تھی، پھر بھی چونکہ وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے مہمان تھے اس لیے ان کی دلداری کی خاطر اکثر غیر ضروری بوجھ بھی اٹھانا پڑتا۔

ایک بار یہ ہوا کہ مہمانوں کو کھانا کھلانے سے پہلے بغیر اجازت کھانا ڈال کر دینے پر ڈاکٹر صلاح الدین صاحب اپنے رضا کاروں پر ناراض ہو رہے تھے اور بڑی گرما گرمی کا عالم تھا۔ فضا کافی بوجھل اور مکدّر ہو چکی تھی۔ اتنے میں میرا ایک بے تکلف دوست جس کے شہر میں مَیں نے امریکہ قیام کے ابتدائی سال گزارے تھے وہاں چلا آیا اور کہنے لگا: 'چائے پلاؤ'۔ میں بھی بری طرح الجھا ہوا تھا۔ وہاں چائے تھی بھی نہیں اور ہم اس وقت بنا بھی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ مَیں نے روکھے انداز میں کہہ دیا: 'یہاں چائے نہیں ہے'۔ وہ چلا گیا مگر مَیں اپنا دل پکڑ کر رہ گیا کہ مَیں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ مَیں مدتوں اس قلق اور خلش کو دل میں لیے رہا۔ کوئی پانچ سال بعد ڈیٹرائٹ میں ایک شادی کی تقریب میں اسے دیکھا۔ مَیں نے اپنے ہاتھ سے چائے کا ایک کپ بنا کر اسے پیش کیا اور کہا: یہ لو! یہ تمہاری جلسہ سالانہ پر لنگر خانے والی چائے ہے۔ اس نے مجھے گلے لگایا اور کہنے لگا: مجھے یاد ہے۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

یہ مسیحِ موعودؑ کا کام ہے

لنگر خانے کا ایک بہت پرانا اور منجھا ہوا ورکر مسجد بیت الرحمان میں ہونے والے ایک ابتدائی جلسہ میں جمعرات کی شام کافی الجھا ہوا چولہے فِٹ کر رہا تھا۔ کسی چولہے میں ایک پرزہ غائب ہے تو کسی میں دوسرا۔ سارے چولہوں کو ٹیسٹ بھی کرتا جا رہا تھا۔ یہ نوجوان (جواب ادھیڑ عمر ہو چکا ہے اور اس کے بچے بھی بیاہے جا رہے ہیں) بہت سخت محنت اور اطاعت کرنے والا مگر طبیعت کا بھی ذرا تیز تھا۔ اس کی کسی بات پر ناراض ہو کر افسر جلسہ سالانہ نے حکم دیا کہ اس کے کام کی ضرورت نہیں، وہ وہاں سے جا سکتا ہے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ رات گئے جب سب لوگ چلے گئے تو سیکیورٹی والوں نے دیکھا کہ لنگر ایریا میں کچھ ہل جل ہو رہی ہے۔ قریب پہنچنے پر پتا چلا کہ وہی ورکر خاموشی سے چولہے سیٹ کر رہا ہے۔ سیکیورٹی والے نے کہا: تمہیں تو یہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ تم پھر آ گئے ہو؟ اس نے بھی تڑخ کر جواب دیا: یہ مسیحِ موعودؑ کا کام ہے، کسی کے باپ کا نہیں۔ میں اس وقت نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ صبح چولہے کیسے جلیں گے۔ افسر صاحب جلسہ سالانہ بھی یہ سب کچھ چھپ کر خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھے، اسے پیار کیا اور گلے لگا لیا۔

ایک پلیٹ بارہ مہمان

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو قوتِ قدسیہ اور معجزات عطا فرمائے کہ تھوڑا سا کھانا بے شمار لوگوں کی خوراک بن گیا اور دودھ کا ایک پیالہ بیسیوں افراد کو نسوں تک سیراب کر گیا، وہ دراصل اپنے ربّ پر توکل، یقین اور محبت کا سبق دینے کے لیے ہیں کہ آپؐ کے غلام بھی ان مقدس قدموں کی پیروی کر کے ان فیوض سے بہرہ ور ہوں۔ اگر نورِ بصیرت ہو تو ہر کوئی اپنی زندگی میں ایسے مشاہدات کرتا رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے معجزانہ تصرف، غیر معمولی فضلوں اور انعاموں کا باعث بنتے رہتے ہیں۔

ایک دفعہ مسجد فلاڈلفیا میں جماعت کی ذیلی تنظیموں کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اطفال، خدام اور انصار سب کے لیے مشترکہ ضیافت کا بندوبست تھا۔ میرے بیٹے کی ڈیوٹی کھانے کی تیاری اور سروس پر لگی ہوئی تھی۔ مجلس انصار اللہ کی میٹنگ سے فارغ ہو کر جب میں نچلی منزل میں کھانے کی میز پر پہنچا تو دیکھا کہ میرا بیٹا سب کو کھلا کر چاول اور سالن کی ایک پلیٹ ہاتھ میں لیے کھڑا ہے۔ مجھے پوچھنے لگا: آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہے؟ 'نہیں، ابھی ابھی میٹنگ سے فارغ ہو کر آ رہا ہوں' مَیں نے جواب دیا۔ تو پھر یہ پلیٹ آپ لے لیں۔ مَیں نے سب کو کھلانے کے بعد اپنے لیے نکالی تھی۔ اب اور کھانا نہیں ہے۔

مَیں نے وہ پلیٹ اس کے ہاتھ سے لے تو لی مگر میرا دل بھر آیا کہ یہ بچہ صبح سے کھانے کی تیاری اور سروس میں لگا ہوا ہے اور اب یہ قربانی دے رہا ہے کہ اپنے حصے کا کھانا بھی مجھے دے رہا ہے۔ اس کے اپنے کھانے کو کچھ بھی نہیں بچا۔ ابھی میں کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ دوسری منزل سے دس بارہ انصار مجلس عاملہ کی میٹنگ سے فارغ ہو کر نیچے آ گئے۔ اب کسی کے لیے بظاہر کوئی کھانا نہیں تھا، سوائے تھال میں پڑے ہوئے کچھ چاول، ڈونگے میں سالن کی تلچھٹ اور ایک بھری پلیٹ کے جو میرے ہاتھ میں تھی۔ مَیں نے اپنے بیٹے کو وہ پلیٹ تھماتے ہوئے ہدایت کی کہ اسے بھی واپس تھال میں ڈال دو اور سالن کی پلیٹ ڈونگے میں۔ اور اوپر سے ایک طرف سے ڈھکنے سے ڈھانک دو۔ یہ کہہ کر مَیں اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا اور دعا کرتا رہا کہ خدایا! میرے بچے نے اپنے حصے کا کھانا بھی دوسروں کو دے دیا ہے۔ اس کی قربانی کو قبول فرما اور ان مہمانوں کی حاجت روائی فرما۔ پندرہ بیس منٹ بعد مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی معجز نمائی سے وہ سب مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا چکے ہیں اور ابھی بھی کچھ چاول اور سالن کی تلچھٹ ڈونگے میں موجود ہے، جسے مَیں نے بھی سب سے آخر میں برکت کے طور پر کھا لیا۔

لجنہ اماء اللہ اور لنگر کی ڈیوٹیاں

لنگرِ مسیحِ موعودؑ کے قیام واستحکام میں جماعت احمدیہ کی خواتین نے بھی ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ لجنہ ضیافت کی ڈیوٹیوں پر متعین انتظامیہ اور خاص طور پر منتظمہ اعلیٰ نے ہمیشہ غیر معمولی تعاون اور اعانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور بسا اوقات بہت قیمتی مشوروں سے ہماری مدد بھی کی۔ بچوں، بوڑھوں اور مختلف النوع مزاج کی حامل خواتین کی ضروریات کا خیال رکھنا اور حتی المقدور کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہ دینا آسان کام نہیں۔ لیکن جس صبر، حوصلے اور تحمل سے وہ یہ کام سرانجام دیتی ہیں اس کا تصور جماعت احمدیہ سے باہر روئے زمین پر کہیں ممکن نہیں۔ لنگر خانہ میں لجنہ کا بالواسطہ اور بلاواسطہ تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہا ہے۔ لیکن ایک موقع پر لجنہ سے براہِ راست کھانا پکوانے کی خدمات بھی حاصل کرنا پڑیں۔

1994ء سے 1996ء تک میرا قیام کیلیفورنیا میں تھا۔ وہاں پر ہر سال دسمبر کے آخری ہفتہ میں ویسٹ کوسٹ کا جلسہ سالانہ منعقد ہوتا ہے جس میں کم وبیش آٹھ سو سے ایک ہزار کی حاضری اُس وقت ہو جایا کرتی تھی۔ اکتوبر 1994ء میں مسجد بیت الرحمان کے افتتاح اور لنگر ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر واپس پہنچا تو میرے عزیز دوست مولانا انعام الحق کوثر صاحب نے، جو اُن دنوں لاس اینجلز جماعت میں مربی سلسلہ کے فرائض انجام دے رہے تھے، مجھے پکڑ لیا اور فرمانے لگے: اِس دفعہ ویسٹ کوسٹ جلسہ میں ضیافت کی ذمہ داری

بے ایریا (Bay Area) کی جماعتوں (سان فرانسسکو، سان ہوزے) کی ہے اورتم اس کے انچارج ہوگے۔

مَیں نے بہت منت سماجت کی کہ مَیں توصرف برتن دھونے اور صفائی کا کام جانتا ہوں۔ کھانا پکانے کا مجھے کوئی تجربہ نہیں۔ اور اتنی بڑی ذمہ داری ہماری چھوٹی سی جماعتوں کے بس کا روگ نہیں۔ یہ لاس اینجلز کے تجربہ کار احباب کے سپرد ہی رہنے دیں۔ مگر مولانا بضدر ہے اور ایک مشکل سا مینو (Menu) بھی تھما دیا کہ اس کے مطابق کھانا تیار ہونا چاہیے۔

حکمِ حاکم مرگِ مفاجات! جماعت کے دوست احباب کو اکٹھا کیا۔ وہ تیار تو ہو گئے مگر کوئی بھی فی ذاتہٖ کھانا پکانے کی مہارت نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے اپنی بیوی سے کہا : بھاگ بھری ! اب تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ وہ بخوشی راضی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کھانا پکانے میں یوپی اور پنجاب کے امتزاج کا اچھا ذوق عطا کیا ہے۔ وہ سارا وقت کُکنگ ایریا میں ہماری مدد کرتی رہتی۔ وہاں چولہے بہت اونچے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس دیگچے میں کھانا پکایا جا رہا تھا، اس کا قُطر بہت چھوٹا اور اونچائی بہت زیادہ تھی۔ سان ہوزے (San Jose) والے اب تک ہنستے رہتے ہیں کہ بشریٰ باجی کرسی پر چڑھ کر دیگچے میں چمچے ہلاتی تھیں۔ مگر اُن کھانوں کی لذت اب بھی یاد کرتے ہیں۔

احساسِ ضیاع

دیگوں پر کام اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور رحم کے بغیر ممکن نہیں۔ بعض احباب بڑے شوق سے آتے ہیں مگر اپنے اناڑی پن کی وجہ سے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایسے دوستوں کے کام کی مسلسل نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ اب میری ڈیوٹی زیادہ تر دیگوں کی نگرانی پر ہوتی ہے۔ مصالحہ جات کی تیاری ڈاکٹر صلاح الدین خود کرتے ہیں اور کبھی کبھار اگر مدد کی ضرورت ہو تو نیویارک کا پرانا ناظم ضیافت نعیم، ہیرسبرگ کا توفیق، نیویارک کا منصور اور ورجینیا کا مدثر اس کے معاون ہوتے ہیں۔ اٹھارہ بیس سال دیگوں پر مسلسل کام کرنے سے مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا ہے کہ کس وقت دیگ کا مصالحہ اس کی تہہ میں جمنا شروع ہو گا اور کس وقت وہ لگ جائے گا۔ یعنی جلنے کی بُو دے جائے گا۔ ہر ایک دیگ کو اس کے میٹیریل، پیندے کی ساخت اور اس کی مسخ شدہ سطح اور خمیدگی (curved or crooked surface) کے ساتھ جانچنا پڑتا ہے۔ ایک جیسی آگ اور ایک ہی وقت پر شروع کرنے کے باوجود ہر دیگ اپنے ڈھنگ اور مزاج کے مطابق نتائج نکالے گی۔ اگر دیگ تھوڑی بہت لگ جائے اور جلنے کی بُو ابھی شروع ہوئی ہو تو اسے قابو کیا جا سکتا ہے۔ مگر چند لمحوں بعد اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ اس کے کھانے کے میٹیریل کو کسی دوسری خالی دیگ میں پلٹ کر پکایا جائے۔ اور اس کی اضافی خوشبو کا علاج کیا جائے۔ لیکن اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو ضائع کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

ہمارے دیسی لوگ اس بُو کو پہچانتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایسا تو نہیں کیا جا سکتا جیسے نیوجرسی کے خدّام نے کیا، جنہوں نے ایک بار پرانی اشیائے فروخت کے بازار (flea market) میں تبلیغی سٹال لگایا ہوا تھا۔ وہاں جو چاول پکائے گئے وہ لگ گئے۔ یعنی ان میں جلنے کی بُو پھیل گئی۔ حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق ان میں کوئی مضرِ صحت عنصر نہیں تھا، تاہم انہیں کھانے کے لیے کوئی راضی نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایک صاحب کو یہ ترکیب سوجھی کہ اسے ضائع کرنے کے بجائے Smoked Rice کا بورڈ لگا کر ڈالر ڈالر کی پلیٹ بیچنا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر میں وہ سارا سامان بک گیا۔

ہمارے لنگر کا ایک سینئر رکن جو بہت مخلص اور وفا شعار ہے، مگر اپنی تلوّن مزاجی کی وجہ سے کوئی کام زیادہ ٹِک کر نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ وہ ایک دیگ پر کام کر رہا تھا۔ مَیں نے اسے بار بار تنبیہ کی کہ جس طرح وہ اسے ہینڈل کر رہا ہے، وہ جل جائے گی۔ مگر ساتھ ساتھ اسے دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ مجھے کسی مجبوری کے تحت دوسری طرف جانا پڑا۔ واپس آیا تو وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ وہ دیگ جل کر مکمل طور پر ضائع ہو چکی تھی۔ مَیں آپے سے باہر ہو گیا اور اس کی ایسی خبر لی کہ غریب کو اس وقت وہاں سے ہٹ جانے میں ہی عافیت محسوس ہوئی۔

بعد میں میری غیر موجودگی میں جب سب کارکن بیٹھے ہوئے تھے تو کسی نوجوان نے صلاح الدین سے پوچھا: ڈاکٹر صاحب ! آپ کی طبیعت کی گرمی تو ہمیں سمجھ میں آتی ہے۔ مگر یہ انکل راجیکی کو آج کیا ہوا۔ وہ تو عام طور پر خاموش طبع، ہنس مکھ اور ٹھنڈے مزاج کے مالک ہیں۔ ان کا پارہ کیوں اتنا گرم ہو گیا؟

صلاح الدین نے جواب دیا: تمہیں علم ہے اس دیگ پر سولہ سو ڈالر کی لاگت آتی ہے۔ ذرا سی غفلت سے جماعت کی اتنی قیمتی رقم ضائع ہو گئی۔ یہ تو براہِ راست اس چندے کا ضیاع ہے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کے لیے خود قائم فرمایا۔ اگر ہمیں یہ درد نہ ہو اور اس امانت کی قدر کرنے والے نہ ہوں تو خدا جانے کیا حساب ہو؟ امتیاز تو وہ شخص ہے جو سولہ سینٹ کی روٹی کا ضیاع بھی برداشت نہیں کرتا۔ وہ زمین سے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر کھاتا ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مَیں خوف سے کانپ جاتا ہوں کہ نعوذ باللہ کہیں ہم مسیحِ پاکؑ کو عطا کیے ہوئے مائدہ کی بے قدری اور ضیاع کرنے والے نہ بن جائیں۔ یہ ایک مقدس امانت ہے، جس کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کا تو کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مگر مَیں اس خوف سے لرزتا رہتا ہوں کہ کہیں اس ذمہ داری کے کسی لمحے کا حساب نہ ہو جائے۔ اور شاید صلاح الدین اور مجھ میں یہی ایک قدرِ مشترک ہے جس نے ہماری بُعد المشرقین طبائع کے باوجود ہمیں ایک دوسرے کے اتنا قریب کر دیا۔ ہم میں اتنی مفاہمت، یگانگت اور محبت پیدا کر دی۔

پہلی حکم عدولی

ایک جلسہ کے موقع پر نئے افسرانِ بالا نے بہت اچھی اچھی تبدیلیاں کیں اور کارکنان کی سہولت اور دلجوئی کے سامان بھی کیے۔ مَیں سمجھتا ہوں انہوں نے یہ سب کچھ بڑے اخلاص سے دیانت داری پر مبنی حکمتِ عملی سے کیا۔ مگر بعض امور کی بے جا تکرار میری اپنی کم نظری یا شامتِ اعمال کے باعث مجھے کچھ بوجھل بوجھل سی دکھائی دینے لگی۔

ہم لنگر کے کارکنوں کے لئے دورانِ ڈیوٹی ناشتہ میکڈانلڈز (McDonalds) اور ڈنکن ڈونٹ (Dunkin Donuts) سے آنے لگا۔ ایک آدھ چرغہ نما لنچ بھی کسی ریستوران سے آیا۔ اور جب عین کام کے ازدحام (rush-peak time) میں ایک بڑے سے آراستہ (decorated) کیک کے گرد سب کو اکٹھا کر کے میری سینیارٹی کے پیشِ نظر کہا گیا کہ راجیکی صاحب کیک کاٹنے کا افتتاح کریں تو مَیں عاجزی اور احترام کے ساتھ فی الواقعی دونوں ہاتھ جوڑ کر معذرت کر کے ایک طرف ہٹ گیا۔ بعد میں مَیں نے ان سے پرائیویٹ ملاقات کا وقت لیا اور دوبارہ معافی مانگتے ہوئے عرض کیا :

آپ نے مجھے کیک کاٹنے کا حکم دیا تھا اور مَیں نے شاید پہلی بار کسی افسر کی حکم عدولی کی ہے۔ مگر جس قسم کی صورت حال پیدا ہو گئی تھی وہ میرے جیسے کم فہم کے ادراک سے بالا تر تھی۔ دیکھیں ! ہم لنگر مسیحِ موعودؑ کے کارکنان ہیں۔ ہماری ڈیوٹی آپؑ کے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنا اور ان کی خدمت کرنا ہے۔ ہم کوئی اور کام نہیں کر رہے بلکہ انہی کی ضیافت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ کم از کم مجھے تو یہ گوارا نہیں کہ وہ تو ناشتہ کیک رس، سادہ بیگل اور چائے کا کریں اور ہمارے لیے ہوٹلوں سے سینڈوچ اور کافی آئے۔ مسیحِ موعودؑ کے مہمان تو لنچ میں دال روٹی کھائیں اور ہم ان کے خادم ریستورانوں کے چرغے اور کیک اڑائیں۔

مَیں نے مزید عرض کیا : مَیں بڑے شوق اور شکر گزاری سے آپ کی اس دعوت میں شامل ہوتا اگر یہ ہماری ڈیوٹی شروع ہونے سے پہلے یا ختم ہونے کے بعد ہوتی۔ اس قسم کا امتیازی سلوک ان ورکرز کے لیے بجا ہے جو باہر دھوپ میں سیکیورٹی کی ڈیوٹی دے رہے ہوں یا MTA میں کام کر رہے ہوں جہاں سے وہ ایک منٹ کے لیے ہل نہیں سکتے۔ ان کے لیے اگر پیزا (pizza) وغیرہ منگوایا جاتا ہے تو جائز ہے۔ مگر ہم لوگ جن کا کام ہی کھانا پکانا ہے، ان کے لیے تو وہی ہونا چاہیے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے دوسرے مہمانوں کے لیے ہے۔

انتظامی تبدیلیاں - جانشینوں کی تلاش

دنیا میں لوگ اپنی روایت و میراث (legacy) قائم کرنے کے لیے اس تگ و دو میں لگے رہتے ہیں کہ کاش وہ کوئی ایسا کام کر جائیں جو کسی کے بس کا روگ نہ ہو اور کوئی ان سے آگے نہ بڑھ پائے۔ مگر الٰہی جماعتوں اور خدا تعالیٰ کے خالص بندوں کا یہی وتیرہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقلدین کو اس طرح تیار کریں کہ جس مقام اور رفتار پر انہوں نے کارواں چھوڑا ہے ان کے پیروکار اس سے زیادہ سرعت اور مستعدی سے اگلی منزلیں طے کرتے چلے جائیں۔ اسی سوچ کے پیشِ نظر جلسہ 2001ء کے اختتام پر مَیں نے ڈاکٹر صلاح الدین صاحب سے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے لنگر کے کامیاب و کامران قیام کو آج دس سال گزر چکے ہیں۔ اب یہ ادارہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکا ہے۔ اب ہمیں اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ ہم ایسے نوجوانوں کو تیار کریں جو جانشینی کا حق ادا کریں اور امام الزمانؑ کے اس قافلے کو فتح و ظفر سے ہمکنار کر کے اگلی منزلوں کی طرف رواں دواں کرنے والے ثابت ہوں۔ چنانچہ مَیں نے کچھ ناموں کی سفارش بھی کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگلے چند سالوں میں ان میں سے کئی ایک نکھر کر سامنے آ گئے اور بڑی بڑی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جلسہ کی ڈیوٹیوں اور خاص طور پر لنگر کی آگ میں جھلسنے کا مزہ ہی ایسا ہے جو ایک بار اسے چکھ لیتا ہے وہ کہیں اور جانے کا نام نہیں لیتا۔ اس سفر میں ہمارا ساتھ دینے والے بچے جوان ہو گئے، جوان بوڑھے ہو گئے۔ مگر ایک بار جو ساتھ ہو لیا اس نے کبھی ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ جلسہ کی ڈیوٹیوں کے لیے بلائے جائیں یا نہ، مسیحؑ کے یہ دیوانے پروانوں کی طرح لنگر میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ چاہے آگ برساتی دھوپ ہو یا تپتی دیگوں کی جھلس، کسی لب نے شکوہ کشائی کی، نہ کسی نے میدان سے پیٹھ دکھائی۔

ایک اور سبق

کچھ اسی پہلو کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض انتظامی مصلحتوں اور تجربوں کے تحت جلسہ کی اعلیٰ انتظامیہ نے تین سال قبل یہ فیصلہ کیا کہ لنگر کے نظم و نسق میں تبدیلی کی جائے اور کھانا پکانے کی ذمہ داری ایک دوسری نظامت اور ٹیم کے سپرد کی جائے۔ مجھے اور میرے بیٹے کو اس نو آموز ٹیم کے ساتھ حسبِ سابق ادنیٰ کارکنوں کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ اس یکلخت تبدیلی سے کئی نئی دشواریوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ دو سال بعد پرانی انتظامیہ اور آزمودہ کار رضا کاروں کو دوبارہ خدمت کا موقع دیا گیا کہ شاید یہی ان کا بہترین حل ہے۔ اس سے کچھ مسائل حل ہو گئے اور کچھ ویسے ہی رہے۔

اس سے مَیں نے یہی سبق سیکھا کہ کسی بھی نظام یا کاروبار کی کامیابی کا سارے کا سارا دارومدار محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم پر ہے۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے آنے یا جانے سے خدا تعالیٰ کے کام رکتے ہیں، نہ آگے بڑھتے ہیں۔ ہمیں افراد یا وسائل کے بت نہیں بنا لینے چاہییں۔

البرکت لِلّٰہ - العزت لِلّٰہ - الرزق لِلّٰہ - الحمد لِلّٰہ

جلسہ کے ایام میں لنگر کے کھانوں کے لیے بڑے اندازوں اور حسابوں کے ساتھ کھانا تیار کیا جاتا ہے اور حتی المقدور یہی کوشش ہوتی ہے کہ کھانا ضائع نہ ہو اور کم بھی نہ پڑے۔ مگر ہزاروں افراد کے لیے بنائے گئے کھانے میں بعض اوقات ان دیکھی ناگہانی صورت حال کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ اور کسی موقع پر کھانا کم پڑ جانے کی بھی شکایت ہو جاتی ہے۔ ہم نے حفظِ ماتقدم کے طور پر تیاری کر چھوڑی ہوتی ہے۔ عموماً دیگ میں پانی ابل رہا ہوتا ہے اور مسور کی دال بیس منٹ میں تیار ہو سکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ صرف اس کی ذات ہی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ اس کے علاوہ ہر شے مجموعہ اضداد اور خوبیوں خامیوں کا مرکب ہے۔ چاہے کتنی احتیاط اور تجربوں پر مبنی اندازے کر لیے جائیں کہیں نہ کہیں کمی بیشی رہ جاتی ہے۔

مَیں ہمیشہ کھانا تقسیم کرنے کی ڈیوٹی دینے والوں کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کبھی اس قسم کی صورت حال کا سامنا ہو تو کبھی یہ نہ کہو، کھانا ختم ہو گیا ہے۔ اس سے بڑی بے برکتی ہوتی ہے۔ مسیحِ موعودؑ کے لنگر میں کھانا ختم ہو جائے، اس سے زیادہ دکھ اور شرم کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ایسی صورت حال کی پیش بینی اور اندازہ کر کے فوراً اطلاع دے دی جائے۔ پکانے والی ٹیم لازمی طور پر کچھ نہ کچھ بندوبست کر لے گی۔ اس نیت سے انسان عاجزی اور توکل کے ساتھ خدمت کرتا چلا جائے تو اللہ تعالیٰ غیر معمولی تائید و نصرت کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ لنگر جلسہ کی ڈیوٹی کے دوران میں مجھے بارہا ایسے تجربات اور مشاہدات میں سے گزرنا پڑا۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کا ایک واقعہ تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

جلسہ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان ہے کہ دورانِ ڈیوٹی ہمارے افسر لنگر ڈاکٹر صلاح الدین سمیت چند مرکزی خدمت گزاروں کو تقریباً صبح چھ بجے سے رات گیارہ بجے تک فرصت نہیں ملتی اور کبھی بھی جلسہ گاہ جا کر پروگرام سننے کا موقع نہیں ملتا۔ مَیں ازراہِ تفنّن کہا کرتا ہوں، جلسہ سننے کے لیے ہمیں کینیڈا جانا پڑتا ہے۔ مگر میری ہمیشہ سے کامیاب کوشش رہی ہے (سوائے ایک جلسہ کے جب انتظامیہ کی تبدیلی کی وجہ سے مجھ پر اتنا زیادہ دباؤ پڑ گیا کہ مَیں اس معمول کو برقرار نہ رکھ سکا) کہ جلسہ کے آخری حصہ میں امیر صاحب کا اختتامی خطاب جلسہ گاہ جا کر سنوں اور اجتماعی دعا میں شامل ہوں۔ اس اہتمام کے لیے دس گیارہ بجے تک تمام دیگیں تیار کرا کے ٹرانسپورٹ ٹیم کے سپرد کر کے، صفائی اور چولہوں کو اکھیڑ نے

باقی صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آجکل دنیا کے حالات بڑی تیزی سے خراب ہو رہے ہیں اور بدقسمتی سے اس کی وجہ مسلمانوں کے بعض گروہ بن رہے ہیں۔ مسلمان ممالک کے سربراہ، ان کے کرتے دھرتے بھی نہیں سمجھتے کہ ان کو اسلام مخالف طاقتیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اسلام کے نام پر اور جہاد کے نام پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان کا اسلام کی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح جو حکومتیں اپنے لوگوں پر ظلم ڈھا رہی ہیں ان کا بھی اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

اسلام جو امن اور انصاف قائم کرنے کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ جو اسلامی حکومتوں کو کہتا ہے کہ امن اور انصاف قائم کرنا اسلامی حکومتوں کا سب سے بڑھ کر فرض ہے، وہی امن اور انصاف کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ ہر مسلمان ملک میں جو فتنہ و فساد برپا ہے اور مفاد پرست جو اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں وہ اس لئے ہے کہ حکومتیں بجائے اس کے کہ عوام کی بھلائی اور بہتری کے لئے کام کریں اپنے مفادات کو مقدم رکھے ہوئے ہیں۔

اگر قرآن کریم کی تعلیم پر ہی غور نہیں کرنا، اگر مسلمان بن کر نہیں رہنا تو عقل کا تقاضا ہے کہ سوچ سمجھ کے اپنے قدم اٹھائیں۔ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں کے اختلاف کا یا ان کے ملکوں میں بےچینی اور بدامنی کا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔ لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی۔ پس ان مسلمان ممالک کے لئے ان دنوں میں بہت دعا کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔

پھر دہشت گرد تنظیموں نے ان مغربی ممالک میں معصوم جانوں کو قتل کرنے کے انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ عمل کر کے اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام مخالف طاقتیں ہی غیر مسلم ممالک میں ایسی حرکتیں ان لوگوں سے کروا رہی ہوں جس سے اسلام بھی بدنام ہو اور ان کو مدد کے نام پر، دُنیا کو دہشت گردی سے بچانے کے نام پر ان ممالک میں اپنے اڈّے قائم کرنے کے لئے ایک وجہ ہاتھ آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا ہے اور یہ نام ہی دہشتگردی اور جبر و تشدد کو رد کرتا ہے اور امن و صلح اور آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام کے معنی ہی امن میں رہنا اور امن دینا ہے۔

اگر دنیا کے دل جیتے جا سکتے ہیں، اگر اسلام کو دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے تو اس کی خوبصورت تعلیم سے، نہ کہ شدت پسند لوگوں اور علماء کی خود ساختہ تعلیم سے لیکن یہ راستہ تو وہی دکھا سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کا امام بنا کر بھیجا ہے۔ انصاف تو وہی قائم کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انصاف قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو وہی لاگو کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فائز کیا ہے۔

ہم احمدیوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر حملہ جو اسلام کے نام پر یہ بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں ہمیں پہلے سے بڑھ کر ہماری ذمہ داریاں پوری کرنے کی طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے۔ ہر ایسی حرکت جس سے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے اس کے بعد ہم نے دنیا کو بتانا ہے، ہم میں سے ہر ایک نے یہ بتانا ہے کہ میرے مذہب کی بنیاد امن اور سلامتی پر ہے۔ اگر اسلام کے پیروؤں میں سے کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جو امن اور سلامتی کو برباد کرنے والی ہے تو یہ اس شخص یا گروہ کا ذاتی اور اپنے مفاد حاصل کرنے والا عمل ہے۔ اسلام کی تعلیم سے اس کا کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

مخالفت کے اس دَور میں جو غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کی بھی مخالفت ہے اور مسلمانوں کی طرف سے جماعت کی بھی مخالفت ہے اس میں ہمیں بڑی حکمت اور محنت سے کام کرنا ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے انشاء اللہ دنیا میں پھیلنا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اب احمدیت کے ذریعہ سے ہونی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہوا ہے لیکن ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ ترقی کے یہ نظارے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں اور ہماری کمزوریاں اور کوتاہیاں اس ترقی کو ہم سے دُور کرنے والی نہ ہوں۔ پس اپنی پردہ پوشی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے ہمیں محنت اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں مذکور بعض دعاؤں کے خاص طور پر کرنے کی تاکید

مکرم ایوان ورنان صاحب آف Belize، مکرم سیدنا در سیدین صاحب (آف ربوہ) اور مکرم نذیر احمد ایاز صاحب (آف نیویارک، امریکہ) کی وفات۔ مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 29/جولائی 2016ء بمطابق 29 وفا 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

آجکل دنیا کے حالات بڑی تیزی سے خراب ہو رہے ہیں اور بدقسمتی سے اس کی وجہ مسلمانوں کے بعض گروہ بن رہے ہیں۔ مسلمان ممالک کے سربراہ، ان کے کرتے دھرتے بھی نہیں سمجھتے کہ ان کو اسلام مخالف طاقتیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اسلام کے نام پر اور جہاد کے نام پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان کا اسلام کی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح جو حکومتیں اپنے لوگوں پر ظلم ڈھا رہی ہیں ان کا بھی اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ وہ اسلامی تعلیم کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ اسلام میں یہ کہاں لکھا ہے کہ معصوموں کو قتل کرو۔ اور پھر یہ نہ صرف اسلام کے نام پر غیر مسلموں کو قتل کر رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اس میں معصوم بھی شامل ہیں۔ بچے، بوڑھے، عورتیں سب شامل ہیں۔ مسلمان ممالک کی طاقت کمزور سے کمزور تر ہو رہی ہے اور یہی بات اسلام مخالف جو طاقتیں ہیں وہ

چاہتی ہیں کہ اسلامی حکومتیں کبھی مضبوط نہ ہوں۔ اسلامی ممالک کبھی معاشی لحاظ سے یا امن اور سلامتی کے لحاظ سے مضبوط نہ ہوں۔

مسلمان ممالک کے سربراہ اور ان کے پروردہ علماء نہ ہی اسلامی تعلیم کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی سمجھنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس زمانے کے امام اور ہادی کی بات سننے سے انکاری ہیں جس کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے میں اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا میں جاری کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ نتیجۃً ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے ذکر کر دیا ہے کہ اسلام جو امن اور انصاف قائم کرنے کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ جو اسلامی حکومتوں کو کہتا ہے کہ امن اور انصاف قائم کرنا اسلامی حکومتوں کا سب سے بڑھ کر فرض ہے، وہی امن اور انصاف کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

ہر مسلمان ملک میں جو فتنہ و فساد برپا ہے اور مفاد پرست جو اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں وہ اس لئے ہے کہ حکومتیں بجائے اس کے کہ عوام کی بھلائی اور بہتری کے لئے کام کریں اپنے مفادات کو مقدم رکھے ہوئے ہیں۔ مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ برداشت کا مادہ سربراہوں میں نہیں رہا۔

اب ترکی میں گزشتہ دنوں جو بغاوت ہوئی بیشک یہ بغاوت کسی طرح بھی اسلامی تعلیم کے مطابق justified نہیں ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں حکومت نے جو اقدامات کئے ہیں یا کر رہی ہے وہ بھی ظالمانہ ہیں کہ جتنے بھی حکومت کے سیاسی لحاظ سے مخالف ہیں چاہے وہ فساد میں شامل بھی نہیں ہیں ان کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ بھی چکے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں جلد یا کچھ عرصہ بعد ردّعمل ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال اگر ظلم جاری رہے تو ردّعمل ضرور ہوتا ہے اور پھر اس ردّعمل کو اسلام مخالف طاقتیں ہوا دیتی ہیں، اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ بڑی طاقتیں اپنا اسلحہ بیچتی ہیں اور دونوں طرف کی ہمدرد بن جاتی ہیں۔ عراق، لیبیا، شام وغیرہ میں یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود مسلمان حکمرانوں کو سمجھ نہیں آتی۔ اگر قرآن کریم کی تعلیم پر ہی غور نہیں کرنا، اگر مسلمان بن کر نہیں رہنا تو عقل کا تو تقاضا یہ ہے کہ سوچ سمجھ کے اپنے قدم اٹھائیں۔ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں کے اختلاف کا یا ان کے ملکوں میں بے چینی اور بدامنی کا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔ لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی۔ پس ان مسلمان ممالک کے لئے ان دنوں میں بہت دعا کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔

پھر دہشت گرد تنظیموں نے ان مغربی ممالک میں معصوم جانوں کو قتل کرنے کے انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ عمل کر کے اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام مخالف طاقتیں ہی غیر مسلم ممالک میں ایسی حرکتیں ان لوگوں سے کروا رہی ہوں جس سے اسلام بھی بدنام ہو اور ان کو مدد کے نام پر، دنیا کو دہشت گردی سے بچانے کے نام پر ان ممالک میں اپنے اڈے قائم کرنے کے لئے ایک وجہ ہاتھ آ جائے۔

اگر صحیح اسلامی تعلیم سے یہ لوگ آگاہ ہوں علم ہو تو ان کو پتا ہونا چاہئے کہ یہ کوئی اسلامی تعلیم نہیں ہے کہ معصوموں کی قتل و غارت کی جائے۔ ایئر پورٹوں پر، سٹیشنوں پر مسافروں کو اور بچوں کو، عورتوں کو، بوڑھوں کو، بیماروں کو قتل کر دیا جائے۔ چرچوں میں جا کر لوگوں اور پادریوں کو قتل کر دیا جائے۔ قتل تو دُور کی بات رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ میں جو فوج بھجواتے تھے اسے بھی ہدایت ہوتی تھی کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، راہبوں، پادریوں کو قتل نہیں کرنا۔ ہر شخص جو ہتھیار نہیں اٹھاتا یا کسی بھی شکل میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کا حصہ نہیں بنتا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا۔

(ماخوذ از المعجم الاوسط للطبرانی جزء 3 صفحہ 154، من اسمہ علیّ حدیث 4162، دار الفکر عمّان، اردن 1999ء)، (ماخوذ از شرح معانی الآثار جزء 2 صفحہ 126 کتاب السیر باب الشیخ الکبیر ھل یقتل فی دار الحرب ام لا حدیث 5067 مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

پس یہ نہ ہی قرآن کریم کی تعلیم ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم۔ اور نہ ہی آپؐ کے اور آپ کے خلفاء راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے کسی عمل سے یہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا ہے اور یہ نام ہی دہشتگردی اور جبر و تشدد کو ردّ کرتا ہے اور امن و صلح اور آشتی کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام کے معنی ہی امن میں رہنا اور امن دینا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (یونس: 26) اور اللہ تعالیٰ سلامتی اور امن کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ پھر ایک حقیقی مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا رحم اور اس کا فضل مانگتا ہے لیکن یہ لوگ جو ظالم لوگ ہیں یہ نہ تو قرآن کریم کو مانتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں، نہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہوں نے تو اپنا ایک نیا دین اور نئی شریعت بنائی ہوئی ہے۔ بہرحال جب ایک حقیقی مسلمان سلامتی مانگتا ہے، نماز پڑھتا ہے تو پھر شرارت شوخی اور فسق و فجور سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ پھر اسلام کہتا ہے سلام کو رواج دو اور سلامتی میں پھیلاؤ۔ سلام کہنا صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے۔ گو کہ آجکل پاکستان میں وہاں کے ملکی قانون نے علماء کے زیر اثر اس پر بھی اپنا قبضہ جمایا ہوا ہے یا monopolize کیا ہے کہ سوائے مسلمانوں کے کوئی سلام نہیں کہہ سکتا اور احمدی تو بالکل سلام نہیں کہہ سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو بلاتخصیص سب کو سلام کہا جاتا تھا۔ (ماخوذ از الصحیح البخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام حدیث 12)

اسلام کی امن قائم کرنے کے لئے یہ چند خوبیاں جو میں نے بیان کی ہیں یہ مختصراً مَیں نے بعض باتیں بتائی ہیں۔ تفصیل میں جائیں اور کسی بھی رنگ میں دیکھ لیں، کسی بھی حکم کو لے لیں تو اسلام امن صلح اور آشتی کا مذہب ہے نہ کہ دہشت گردی کا۔

اگر دنیا کے دل جیتے جا سکتے ہیں، اگر اسلام کو دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے تو اس کی خوبصورت تعلیم سے، نہ کہ شدت پسند لوگوں اور علماء کی خود ساختہ تعلیم سے۔ لیکن یہ راستہ تو وہی دکھا سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کا امام بنا کر بھیجا ہے۔ انصاف تو وہی قائم کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انصاف قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو وہی لاگو کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فائز کیا ہے۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام اور مسیح موعود اور مہدی معہود کو مانا اور دنیا کے ان ظلموں میں شامل ہونے سے بچے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"اسلام نے اپنی تعلیم کے دو حصہ کئے ہیں۔ اول حقوق اللہ اور دوم حقوق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اس کو واجب الاطاعت سمجھے اور حق العباد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی کریں۔ یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفت مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں۔ ہمدردی اور سلوک الگ چیز ہے اور مخالفت مذہب دوسری شئے۔ مسلمانوں کا وہ گروہ جو جہاد کی غلطی اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں انہوں نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ کفار کا مال ناجائز طور پر لینا درست ہے۔"

فرماتے ہیں کہ بلکہ "خود میری نسبت بھی ان لوگوں نے فتویٰ دیا کہ ان کا مال لُوٹ لو"۔ (یہ فتویٰ غیر احمدی علماء کا جماعت احمدیہ کے لوگوں کے لئے آج بھی جاری ہے۔ آپ فرماتے ہیں لوگوں نے فتویٰ دیا ہے کہ ان کا مال لوٹ لو یعنی احمدیوں کا یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا)۔ فرماتے ہیں "بلکہ یہاں تک بھی کہ ان کی بیویاں نکال لو۔ حالانکہ اسلام میں اس قسم کی ناپاک تعلیمیں نہ تھیں۔ وہ تو ایک صاف اور مصفّٰی مذہب تھا۔ اسلام کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جیسے باپ اپنے حقوق ابوّت کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو۔ وہ نہیں چاہتا کہ ایک دوسرے کو مارے۔ اسلام بھی جہاں یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ہو وہاں اس کا یہ بھی منشاء ہے کہ نوع انسان میں مودّت اور وحدت ہو۔" (لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 281)

پس یہ تعلیم ہے جس کو اپنا کر مسلمان دنیا میں دوبارہ اسلام کی شان و شوکت قائم کر سکتے ہیں کہ خدا کے حق کو بھی پہچانیں اور ایک دوسرے کے حق کو بھی پہچانیں۔ نوع انسان میں محبت اور پیار پیدا کرنے کی کوشش کریں قطع نظر اس کے کہ کون کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ظلم سے کام لے کر معصوموں کو قتل کرنے کی بجائے اسلام کی امن صلح اور آشتی کی تلوار سے دلوں کو گھائل کر کے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے قدموں میں لا کر ڈالیں۔ خودکش حملے کر کے یا ظلم کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کی بجائے اس کا پیار اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اسلام کی آغوش کو باپ کی محبت اور رحمت کا سایہ بنائیں نہ کہ اپنی ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے اسلام پر اعتراض کرنے والوں اور حملہ کرنے والوں کو مزید مواقع فراہم کریں۔ اگر یہ باز نہیں آئیں گے تو یاد رکھیں کہ دنیاوی حیلوں اور حملوں سے کبھی بھی اسلام کو دنیا میں پھیلا نہیں سکتے۔

ہم احمدیوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر حملہ جو اسلام کے نام پر یہ بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں ہمیں پہلے سے بڑھ کر ہماری ذمہ داریاں پوری کرنے کی طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے۔ ہر ایسی حرکت جس سے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے اس کے بعد ہم نے دنیا کو بتانا ہے کہ میرے مذہب کی بنیاد امن اور سلامتی پر ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے یہ بتانا ہے۔ اگر اسلام کے پیروؤں میں سے کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جو امن اور سلامتی کو برباد کرنے والی ہے تو یہ اس شخص یا گروہ کا ذاتی اور اپنے مفاد حاصل کرنے والا عمل ہے۔ اسلام کی تعلیم سے اس کا کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ یہ سراسر ناجائز چیزیں ہیں۔ اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو یہ عمل کرتے ہیں نہ کہ اسلامی تعلیم پر۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ اس بات کے لئے ہر ملک میں کوشش کرتی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے میڈیا کے ذریعہ سے اس کا اچھا اثر بھی ہو رہا ہے۔ ان کے کالم لکھنے والے خود لکھتے ہیں۔ اب فرانس میں جو پادری کا ظالمانہ قتل ہوا اس پر ہی یہاں ایک لکھنے والے نے یہ لکھا کہ یہ عمل اس بات کی طرف توجہ پھیرتا ہے کہ دنیا میں مذہبی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ لیکن وہ خود ہی لکھتا ہے۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہ مذہب کی آڑ میں مفاد پرستوں اور نفسیاتی مریضوں کی جنگ ہے۔

پوپ صاحب نے بھی بڑا اچھا بیان دیا کہ یہ بیشک بین الاقوامی جنگ بن گئی ہے لیکن یہ مذہبی جنگ نہیں ہے بلکہ مفادات کی جنگ ہے۔ ان لوگوں کی جنگ ہے جن کے اپنے مفادات ہیں کیونکہ کوئی مذہب بھی ظلم کی تعلیم نہیں دیتا۔ ابھی تک تو یہ غیر خود ہی اپنے لوگوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ ظلم جب بڑھتے جائیں گے تو پھر ردّعمل بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں کہ ہم اپنا اسلام کا، امن کا پیغام دنیا میں ہر جگہ پہنچائیں۔

بہرحال ایک طرف تو یہ ہے لیکن ایسے بھی ہیں جن تک ہمارا پیغام پہنچا ہوا ہے لیکن وہ منفی معنی

پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔کسی نے مجھے لکھا کہ ایک شخص نے جو غالباً اسلام سے مرتد ہؤا ہؤا ہے میرے حوالے سے ایک ٹویٹ (Tweet) کیا اور شاید اس میں اس نے میری تصویر بھی دی ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و بربریت کی مناہی کی ہے۔لیکن اس بیان کے بعد پھر آگے اپنی طرف سے اس نے استہزائیہ انداز میں یہ لکھ دیا کہ یہ حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے، اسلام کو چھوڑنے والوں کے لئے نہیں ہے، جو ارتداد اختیار کرتے ہیں ان کے لئے نہیں ہے۔فلاں چیز کے لئے نہیں ہے،فلاں چیز کے لئے نہیں ہے۔تو ایسے بھی ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اسلام کی امن پسندی کی جو تصویر جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے اس سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں تو اس اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ذریعہ جو آجکل ٹویٹ (Tweet) اور فیس بُک (Facebook) اور دوسرے مختلف ذرائع سے اپنایا جاتا ہے اس میں کئی ہزار لوگوں تک بلکہ لاکھوں تک یہ پیغام پہنچ جاتے ہیں۔پس ایسے لوگوں پر بھی نظر رکھنا ہمارا کام ہے اور ان کا جواب دینا ہمارا کام ہے۔

دنیا تک اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے کا ابھی بہت کام ہے جو ہم نے کرنا ہے۔گو کہ دنیا میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے اسلام کا پہلے سے بہت زیادہ تعارف ہو چکا ہے۔لیکن ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تسلی بخش کام ہو گیا۔مخالفت کے اس دور میں جو غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کی بھی مخالفت ہے اور مسلمانوں کی طرف سے جماعت کی بھی مخالفت ہے اس میں ہمیں بڑی حکمت اور محنت سے کام کرنا ہوگا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے انشاء اللہ دنیا میں پھیلنا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اب احمدیت کے ذریعہ سے ہونی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہوا ہے لیکن ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ یہ ترقی کے نظارے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں اور ہماری کمزوریاں اور کوتاہیاں اس ترقی کو ہم سے دور کرنے والی نہ ہوں۔پس اپنی پردہ پوشی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے ہمیں محنت اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہمارے تو اسلام مخالف طاقتیں بھی خلاف ہیں اور نام نہاد علماء کے پیچھے چلنے والے مسلمان بھی خلاف ہیں۔لیکن ہم نے ہر خوف کو دُور کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل کے لئے کوشش کرنی ہے۔

اب جو بعض جرنلسٹ ہیں، اخباری نمائندے ہیں وہ سوال بھی کرتے ہیں۔یورپ میں بھی مجھ سے سوال کیا۔اس دفعہ دورے پر سویڈن میں بھی ایک جرنلسٹ نے سوال کیا کہ تمہاری تو شدت پسند گروہوں کی طرف سے مخالفت ہے اور تمہاری جانوں کو خطرہ ہے تو کس طرح تم اپنے کام کرو گے؟ میں نے کہا ہاں بیشک ٹھیک ہے کہ مجھے خطرہ ہے۔جماعت کے افراد کو خطرہ ہے۔لیکن یہ خطرے ہمیں اپنے کام سے نہیں روک سکتے۔خطرہ تو اب ہر ایک کو ہر جگہ ہے۔اسے میں نے کہا تمہیں بھی خطرہ ہے۔اس میں احمدی یا غیر مسلم کا سوال نہیں ہے۔جو بھی ان مفاد پرست لوگوں کے ایجنڈے پر عمل نہیں کرتا یا ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتا اس کی جان خطرے میں ہے۔لیکن احمدیوں کے تو وہ لوگ بھی مخالف ہیں جو قومیت پرست ہیں یا اسلام مخالف ہیں تو ہمیں تو دونوں طرف سے خطرہ ہے۔لیکن بہرحال ایک مومن ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اور ایمان پر قائم رہتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی رہے گا۔

دنیا کے جو حالات ہیں اس کے لئے اور ہر احمدی کو ہر شر سے بچنے کے لئے اور جماعت کے من حیث الجماعت دنیا میں ہر جگہ شریروں کے شر سے بچنے کے لئے ہمیں دعاؤں اور صدقات پر توجہ دینی چاہئے۔ ان دنوں میں خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔جیسا کہ میں نے کہا آجکل حالات خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ شریروں کے شر ان پر الٹائے جو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔اسلام کے نام پر ظلم و تعدی کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدنام کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے جلد سامان کرے اور تمام بلاؤں اور مشکلات کو دور فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ جس کے لئے باب دعا کھولا گیا تو گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جاتی ہے ان میں سے سب سے زیادہ اسے یعنی اللہ تعالیٰ کو عافیت طلب کرنا محبوب ہے۔اس کی عافیت میں آنا اس کو محبوب ہے۔اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا اس ابتلا کے موقع پر جو آ چکا ہو اور اس ابتلا کے مقابلے پر جو ابھی نہ آیا ہو نفع دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندو تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔(سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث 3548)

پھر آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ قابل عزت اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات ، باب ما جاء فی فضل الدعا حدیث 3370)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کے بارے میں فرمایا کہ ابتلاؤں اور آگ سے بچنے کے لئے صدقات دو۔(ماخوذ از کنز العمّال جلد 5 صفحہ 148 کتاب الزکوٰۃ باب فی السخاء و الصدقة حدیث 15975,15978 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2004ء)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے۔صحابہ کے پوچھنے پر کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو وہ کیا کرے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ معروف باتوں پر عمل کرے۔اسلامی احکامات جو ہیں ان پر عمل کرے۔نیکیوں پر عمل کرے اور بری باتوں سے روکے۔یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔(الصحیح البخاری کتاب الادب باب کل معروف صدقة حدیث 6022)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی سمجھے کہ جس نے مال کا صدقہ دے دیا وہ بیشک معروف باتوں پر عمل نہ کرے اور بری باتوں سے نہ بھی رکے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس کے بدلے میں صدقہ دے دیا۔ نہیں۔یہ تو اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کی نظر ہے کہ اگر کوئی مجبور ہے، مال نہیں رکھتا تو نیکیاں کرنا اور برائیوں سے رکنا ہی اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے ورنہ اگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا یعنی نیکیوں پر عمل نہیں کرتا اور برائیوں سے رکتا نہیں ہے تو اس کے مال کا صدقہ بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔جس طرح دکھاوے کی نمازیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اور نمازیوں کے منہ پر ماری جاتی ہیں اسی طرح صدقہ کی بھی کوئی اہمیت نہیں۔ ایک مومن سے تو یہی توقع کی جاتی ہے کہ جب وہ صدقہ کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے تو پھر اپنے ہر عمل کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے اور جب ایسی حالت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور مشکلات اور بلاؤں سے انسان کو بچاتی ہے۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ ’’صدقہ اور دعا سے بلا ٹل جاتی ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 82,81۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر دعاؤں کے مقبول ہونے کے لئے کیا حالت ہونی چاہئے۔اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 27۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اللہ تعالیٰ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے دعاؤں اور صدقات پر زور دینے کی بہت زیادہ ہمیں کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بنتے چلے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر دعاؤں کی طرف ہمیں توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہئے کہ ہمیشہ دعا میں لگے رہو۔نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا اور اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کرے گا......‘‘۔فرمایا ’’جو خاص ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور آپ ان کی حفاظت فرماتا ہے......‘‘

پھر آپ نے فرمایا کہ ’’خدا تعالیٰ کبھی کسی صادق سے بے وفائی نہیں کرتا۔ساری دنیا بھی اگر اُس کی دشمن ہو اور اس سے عداوت کرے تو اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔خدا بڑی طاقت اور قدرت والا ہے اور انسان ایمان کی قوت کے ساتھ اس کی حفاظت کے نیچے آتا ہے اور اس کی قدرتوں اور طاقتوں کے عجائبات دیکھتا ہے۔پھر اس پر کوئی ذلّت نہ آوے گی۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ زبردست پر بھی زبردست ہے۔‘‘(یعنی کوئی بہت زیادہ طاقتور ہے تو اس سے بھی طاقتور ہے) فرمایا ’’بلکہ اپنے امر پر بھی غالب ہے۔ سچے دل سے نمازیں پڑھو اور دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے سب رشتے داروں اور عزیزوں کو یہی تعلیم دو۔ پورے طور پر خدا کی طرف ہو کر کوئی نقصان نہیں اٹھاتا۔نقصان کی اصل جڑ گناہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 67 تا 70۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہمیں خالص ہو کر خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے اور اس سے مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔ وہ تمام بلاؤں کو اور مشکلات کو دور فرمائے اور دشمن کو خائب و خاسر فرمائے۔مخالفین کے جماعت کے خلاف ہر حربے اور ہر حملے کو ناکام و نامراد کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں بھی بعض دعائیں سکھائی ہیں ان کو بھی پڑھنا چاہئے اور سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنی دعاؤں کے بارے میں ہماری یہ بھی رہنمائی فرمائی اور یہ نکتہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو دعائیں سکھائی ہیں وہ بتائی ہی اس لئے گئی ہیں کہ ایک مومن خالص ہو کر جب یہ دعائیں مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔پس بلاؤں کے دُور ہونے اور شرور سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں ان قرآنی دعاؤں پر بھی زور دینا چاہئے۔قرآن کریم نے ایک دعا ہمیں سکھائی جو ہم عموماً نماز میں بھی پڑھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کو بہت زیادہ پڑھنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:202) کہ اے اللہ ہمیں اس دنیا کی حسنات سے بھی نواز اور آخرت کی حسنات سے بھی نواز اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: ’’انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب، شدائد، ابتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں اُن سے امن میں رہے۔دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اُسے خدا سے دُور کرتی ہیں ان سے نجات پاوے۔‘‘فرمایا کہ ’’دنیا کا حسنہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دونو طور پر یہ ہر

ایک بَلا اور گندی زندگی اور ذلّت سے محفوظ رہے۔'' فرمایا'' ......اور فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً میں جو آخرت کا پہلو ہے وہ بھی دنیا کے حسنہ کا ثمرہ ہے'' (اس کا پھل ہے۔ اس کے نتیجہ میں ملتا ہے) ''اگر دنیا کا حسنہ انسان کو مل جاوے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے''۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 303,302۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آگ کے عذاب سے بچانے کے بارے میں فرمایا کہ اس سے ''مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی...... دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہے۔'' اور اس کے بارے میں پھر آپ نے فرمایا کہ اس میں طرح طرح کی پریشانیاں ہیں۔ خوف ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ معاملات ہیں۔ امراض وغیرہ ہیں۔ سب یہ چیزیں شامل ہیں۔ فرمایا کہ ''مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔''

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 190۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر حالات خراب ہوں، ابتلا ہوں بعض دفعہ انسان ثابت قدم نہیں رہتا تو دشمن کے خلاف ثباتِ قدم کی یہ دعا ہمیں سکھائی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کی دعا سکھائی۔

ایک دعا یہ ہے کہ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (آل عمران:148) کہ اے ہمارے رب! ہمارے قصور اور کوتاہیاں اور ہمارے اعمال میں ہماری زیادتیاں معاف فرما دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر اور کافروں کے خلاف ہماری مدد کر۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''پس ظاہر ہے کہ اگر خدا گناہ بخشنے والا نہ ہوتا تو ایسی دعا ہرگز نہ سکھاتا۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 25)

پھر قرآن کریم کی ایک دعا ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:25) کہ اے میرے ربّ اپنی خیر سے، اپنی بھلائی سے جو کچھ بھی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ یہ دعا بھی کرنی چاہئے۔ قرآن کریم میں اور بھی بہت ساری دعائیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے پڑھتے رہنا چاہئے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان دعاؤں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ اس لئے فرمایا ہے کہ انسان خالص ہو کر اس سے مانگے تو اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہیں۔ ایک دعا کے بارے میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ مجھ پر القاء ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دعا سکھائی ہے اور وہ یہ ہے کہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ فرمایا کہ ''میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 264۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ جماعت کو مجموعی طور پر بھی اور افراد جماعت کو انفرادی طور پر بھی ہر شر سے بچائے اور مخالفین کے شر اُن پر الٹائے۔ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ بھی دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی آواز کو سنیں اور اُمّتِ واحدہ بن کر اسلام کی پُر امن اور خوبصورت تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے والے اور پھیلانے والے ہوں۔

نماز کے بعد مَیں تین جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ مکرم ایون ورنان (Evan Vernon) صاحب کا ہے۔ Belize کے رہنے والے ہیں۔ گزشتہ دنوں 49 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ Belize جماعت کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور اس وقت سیکرٹری تبلیغ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ 2014ء میں جلسہ سالانہ یوکے میں بھی شامل ہوئے۔ بڑے فدائی اور مخلص احمدی اور ایک جوش رکھنے والے احمدی تھے اور باوجود اس کے کہ تھوڑا عرصہ پہلے ہی احمدی ہوئے تھے لیکن جماعت کے ساتھ ایسا اخلاص اور ایسی وفا اور ایسا تعلق تھا کہ بہت سے شاید پرانے احمدیوں میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ایسے اور بھی فدائی ہمیشہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا رہے۔

دوسرا جنازہ سید نادر سیدین کا ہے جو ربوہ میں ہمارے ناصر فائر اینڈ ریسکیو سروس کے انچارج تھے۔ سید غلام سیدین کے بیٹے تھے۔ ان کی 23/جولائی 2016ء کو پمز ہسپتال اسلام آباد میں 55 سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دل کو خون مہیا کرنے والی آرٹریوں میں clot کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ ان کی دادی نے 1905ء میں کوہاٹ سے خط لکھ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی لیکن ان کے باقی لوگ احمدی نہیں ہوئے تھے۔ سید نادر سیدین نے 1982ء میں خود تحقیق کر کے بیعت کی۔ کراچی سے پھر انہوں نے بی۔ ایس۔ سی کی۔ اس کے بعد یہ وہیں کراچی میں ہی رہے اور 1989ء میں یہ کراچی سے اسلام آباد شفٹ ہو گئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کی سطح پر ان کو بہت سارے شعبہ جات میں خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ معتمد ضلع رہے۔ خدمت خلق کے شعبہ میں رہے۔ مختلف جگہوں پر ان کو میڈیکل کیمپ لگانے کی توفیق ملی۔ انچارج رائٹر فورم مجلس خدام الاحمدیہ ضلع اسلام آباد کے طور پر خدمات کی توفیق ملی۔ 1999ء میں اسلام آباد سے ربوہ شفٹ ہو گئے اور پھر انہوں نے 2000ء میں اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں جیسا کہ میں نے بتایا ناصر فائر اینڈ ریسکیو سروس کا جو شعبہ ہے اس کے یہ انچارج رہے۔ اسی طرح سپورٹ کمپلیکس (Sport Complex) کے بھی انچارج رہے۔ جوڈو کراٹے کے اور مارشل آرٹ کے بڑے ماہر تھے اور بین الاقوامی سطح کے مشہور مارشل آرٹس کے ماہر تھے اور پاکستان کی نمائندگی دوسرے ملکوں میں کرتے رہے۔ انہوں نے ربوہ میں بھی خدام کو اور بچوں کو مارشل آرٹس کی ٹریننگ دی۔ خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ بڑے اخلاص و وفا سے خدمت کرنے والے تھے اور بڑے سادہ مزاج تھے۔ اور ہمیشہ یہ خوبی ان کی تھی کہ ان کا چہرہ مسکراتا رہتا تھا۔ کتنی بھی طبیعت خراب ہو، کیسی بھی مشکلات ہوں ہمیشہ یہ خوش رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے وہاں بھی ایسا سلوک کرے جو ان کے لئے بھی خوشی کا باعث ہو اور ان کی نسلوں کے لئے بھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور وہاں ربوہ میں ان کی تدفین ہوئی ہے۔ اہلیہ کے علاوہ ان کے والدین بھی حیات ہیں اور تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ان کا ایک بیٹا مدرسۃ الحفظ میں قرآن بھی حفظ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

تیسرا جنازہ مکرم نذیر احمد ایاز صاحب کا ہے جو صدر جماعت نیویارک امریکہ تھے۔ 3/جولائی 2016ء کو 69 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ 23/مئی 1947ء میں یہ تنزانیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ 1977ء میں نیویارک پہنچے اور جماعتی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ پہلے بطور سیکرٹری مال، پھر 35 سال تک نیویارک جماعت کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ نیویارک کے مختلف نماز سینٹروں میں ہر مہینے ایک دفعہ مبلغ سلسلہ کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ مالی قربانی اور ہر تحریک میں حصہ لینے کی کوشش کرتے۔ افراد جماعت کو باقاعدگی کے ساتھ بذریعہ ای میل اور خطوط قربانیوں کی طرف توجہ دلاتے۔ جماعتی خدمات بڑی خوشی سے اور ذمہ داری سے ادا کرتے۔ نوجوانوں کو ٹریننگ بھی دیتے۔ عموماً بعض دفعہ ہوتا ہے کہ جو افسران ہیں وہ دوسری لائن تیار نہیں کرتے لیکن ان میں خوبی تھی کہ نوجوانوں کو ٹریننگ دے کر یہ ان کو بھی تیار کر رہے تھے تا کہ وہ جماعت کی خدمت میں آگے آنے والے ہوں اور وہاں مسجد میں یا سینٹر میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لانے کے لئے انہوں نے کھیلوں وغیرہ کا بھی انتظام کیا ہوا تھا یا پھر اور پروگرام ہوں جس سے آجکل کے نوجوانوں کی توجہ رہے تا کہ ضائع ہونے سے بچیں۔ تعلیمی کلاس مرد و خواتین کی ہر ہفتہ یا اتوار کو بلا ناغہ منعقد کرتے تھے جو اَب طاہر اکیڈمی کے نام سے وہاں جاری ہے۔ ہیومینٹی فرسٹ نیویارک کے ڈائریکٹر بھی تھے۔ اس میں بھی انہوں نے بڑا کام کیا۔ اور ہر کام کر لیتے تھے۔ باوجود صدر ہونے کے اگر سینٹر میں صفائی کی ضرورت ہوتی تو خود ہی صفائی کرتے اور کوڑا اٹھا کر باہر پھینکتے۔ نمازوں کے پابند تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ وہیں مقبرہ موصیان میں ان کی تدفین ہوئی ہے۔ ان کی اہلیہ اور ایک اکلوتی بیٹی ہے اسماء ایاز۔ اللہ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بھی ایک دفعہ ان کو کہا تھا کہ آپ امریکہ کی جماعتوں میں ایک مثالی صدر ہیں اور میری دعا ہے کہ ہمیشہ رہیں۔ اللہ کرے کہ اور بھی ایسے پیدا ہوتے رہیں۔ 35 سال تک ان کو جماعت کے صدر اور مخلص صدر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

امیر صاحب امریکہ اور نائب امیر امریکہ نے بھی لکھا کہ بڑی انکساری سے خدمت کرنے والے تھے اور انتظامی کاموں میں دوسروں سے بڑھ کر شامل ہوتے اور صرف افسر بن کر نہیں رہے بلکہ دوسروں کے ساتھ مل کر ایک کارکن کی طرح بھی کام انجام دیتے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ نماز کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا ان کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔

اشاعت اسلام کی عالمگیر مہم میں ایم ٹی اے انٹرنیشنل کا ایک اور اہم سنگ میل

''ایم ٹی اے انٹرنیشنل۔ افریقہ'' کا مبارک آغاز

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے وعدوں کے مطابق تکمیل اشاعت اسلام اور عالمگیر غلبۂ اسلام کی جس آسمانی مہم کا آغاز حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند اور آپؐ کے غلامِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ فرمایا تھا وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم اور اسی کی نصرت و تائید کے ساتھ آپ کے بعد قائم ہونے والی خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کے زیر سرپرستی و نگرانی نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ نئی وسعتیں اختیار کرتے ہوئے شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اشاعتِ اسلام کی اس عالمگیر مہم کا ایک اہم ذریعہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم ٹی اے) انٹرنیشنل بھی ہے۔ آج سے کم و بیش 22 سال قبل ایم ٹی اے کا جو پودا لگایا گیا تھا اس پر ایم ٹی اے الثانیہ اور پھر ایم ٹی اے الثالثہ العربیۃ کے شیریں پھل لگے اور اب بڑھتی ہوئی ضروریات اور افریقہ کے مختلف ممالک کے مقامی حالات و تقاضوں کے پیش نظر سوموار یکم اگست 2016ء کی سہ پہر لندن کے مقامی وقت کے مطابق ٹھیک چار بجے سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ٹرانسمشن آفس میں تشریف لا کر ایک بٹن دبا کر ایم ٹی اے کے ایک نئے

باقی صفحہ 35 پر ملاحظہ فرمائیں

ظہورِ عون و نصرت دم بدم ہے

(ڈاکٹر سلطان احمد مبشر۔ ربوہ)

آج سے 125 سال قبل شمالی ہند کے صوبہ پنجاب میں ایک ایسا تاریخ ساز واقعہ رُونما ہوا جس کو ملکی پریس نے تو بالکل نظرانداز کر دیا مگر وہ مستقبل میں اقوام عالم میں ایک حیرت انگیز انقلاب کا سنگ میل ثابت ہوا۔ میری مراد جماعت احمدیہ کے اوّلین جلسہ سالانہ سے ہے جو قادیان کی گمنام بستی میں منعقد ہوا۔

پہلا جلسہ سالانہ

پہلا جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1891ء کو بعد نمازِ ظہر مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ جب کہ احمدیت کے ابدی مرکز قادیان میں صرف پچھتر نفوس شریک اجتماع ہوئے جنہیں مسجد اقصیٰ میں نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ نے ''آسمانی فیصلہ'' پڑھ کر سنا دیا اور جلسہ کی کارروائی ختم ہوگئی۔

(الحکم 10 جنوری 1903ء۔ تبلیغ رسالت جلد دوم 87)

اس تاریخی جلسہ کے وقت ساری دنیائے احمدیت صرف 285 نفوس پر مشتمل تھی (رجسٹر بیعتِ اُولیٰ) اور قادیان کی ناگفتہ بہ کیفیت مندرجہ ذیل چشمدید شہادتوں سے عیاں ہے:۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ:

''اس کی آبادی دو ہزار کے قریب تھی۔ سوائے چند ایک پختہ مکانات کے باقی سب مکانات کچے تھے۔ مکانوں کا کرایہ اتنا گرا ہوا تھا کہ چار پانچ آنے ماہوار پر مکان کرایہ پر مل جاتا تھا۔ زمین اس قدر ارزاں تھی کہ دس بارہ روپے کو قابل سکونت مکان بنانے کے لئے زمین مل جاتی تھی۔ بازار کا یہ حال تھا کہ دو تین روپے کا آٹا ایک وقت میں نہیں مل سکتا تھا..... تعلیم کے لئے ایک مدرسہ سرکاری تھا جو پرائمری تک تھا۔ اور اُسی کا مدرس کچھ الاؤنس لے کر ڈاکخانہ کا کام بھی کر دیا کرتا تھا۔ ڈاک ہفتے میں دو دفعہ آتی تھی۔ تمام عمارتیں فصیلِ قصبہ کے اندر تھیں۔''

(ترجمہ ''دعوۃ الی الحق'' صفحہ 276 و صفحہ 277 یکے از مطبوعات وکالتِ تبشیر۔ طبع اوّل (1396ھ، 1976ء)

حضرت میاں امام دین سیکھوانیؓ:

''نہایت بے رونق بستی تھی۔ بازار خراب ہوتے تھے اور کثرت سے قمار بازی ہوتی تھی۔ گویا یہ ایک پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ ہنسی اور ٹھٹھا سے بات ہوتی تھی۔ میاں جان محمد صاحب مرحوم امام... تھے۔ وہ اکیلے ہی نمازی تھے۔''

(الحکم 7/اکتوبر 1935ء)

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق جمالی نعمانی سرساویؓ:

''یہ مقام قادیان ایسا بے رونق تھا کہ جس کے بازار خالی پڑے تھے۔ اور بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ بعض دکانیں ٹوٹی پُھوٹی اور بعض غیر آباد خالی پڑی تھیں۔ اور دو تین یا کم و بیش دُکانیں نون مرچ کی تھیں۔ وہ ایسی کہ اگر چار پانچ آنے کا مصالحہ خریدنے کا اِتفاق ہو تو ان دکانوں سے بجزُ دو چار پیسے کے نہیں مل سکتا تھا اور تھوڑی تھوڑی ضرورتوں کے لئے بٹالہ جانا پڑتا تھا''

(''مرکزِ احمدیت۔ قادیان'' صفحہ 60-59 مولّفہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان اشاعت 1942ء)

اب اُس ''مسجد اقصیٰ'' کا حال سُنیے جس میں یہ پہلا جلسہ سالانہ ہوا تھا۔ اس پہلے روحانی اجتماع سے سولہ سترہ سال قبل یہاں سکھوں کی حویلی تھی جو کسی زمانہ میں قید خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ جسے حضرت مرزا غُلام مرتضےٰ صاحبؒ (والد ماجد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) نے سات سو روپے میں خرید اا اور اُس پر خدا کا یہ گھر تعمیر کیا جو 1875ء سے لے کر جون 1876ء تک پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کے پہلے امام میاں جان محمد صاحب مقرر ہوئے۔ یہ ایک مختصر سا بیت الذکر تھا جس کا چھوٹا سا صحن تھا اور پختہ پرانی قسم کی چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ مُسقّف عمارت پر خوبصورت گنبد تھا۔ شمالی دروازہ کے اندر صحن کے فرش کے برابر کنویں کا مُنہ تھا اور صحن کے مشرقی کنارہ پر اینٹوں کی ایک منڈیر تھی جس پر نمازی وضو کیا کرتے تھے۔

(روایات غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 273)

ملک بھر میں منظّم مخالفت

1891ء کے اوّلین اجتماع میں گنتی کے چند افراد شامل ہوئے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق تصنیف ''براہین احمدیہ'' کے غلغلے بلند ہو رہے تھے اور عامۃ المسلمین ہی نہیں ملک کے مسلم زعماء بھی آپ کے علمی اور روحانی کمالات کے قائل اور مداح تھے۔ مگر اس شہرت عامہ کے باوصف ہندوستان کی کروڑوں کی آبادی میں صرف پچھتر (75) افراد کو یہ توفیق مل سکی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ اس پہلے جلسہ کے بعد ملکی ماحول میں یکا یک تغیر پیدا ہوُا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم نوا علماء نے فتویٰ تکفیر کے ذریعہ سے ایک زبردست شورش برپا کر دی۔ اور ان کی پشت پناہی کے لئے عیسائیت، آریہ سماج، برہمو سماج اور دوسری تمام تر باطل قوتیں بھی میدان مقابلہ میں اتر آئیں اور بظاہر یہ امکان ختم ہوگیا کہ اس نوعیت کے اجتماع جاری رہ سکیں کیونکہ ایک تو ان خدا ناترس لوگوں نے ملک کی فضا مسموم کرنے کے بعد قادیان کا قصد کرنے والوں کو واپس بھجوانے کے لئے باقاعدہ ایک مہم جاری کر دی اور اس غرض کے لئے بٹالہ کی سڑک پر کیمپ بھی قائم کر دیا۔ دوسرے، قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عم زادے خود آپ کے شدید دشمن اور خون کے پیاسے تھے اور دنیوی معاملات میں انہیں کو اکثر عمل دخل اور اقتدار حاصل تھا۔ تیسرے، جلسہ کے انعقاد کے لئے جتنے وسیع اخراجات درکار تھے، آپؑ کے اقتصادی حالات کسی طرح اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

ایک ایمان افروز روایت

اس سلسلہ میں یہاں حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک نہایت ایمان افروز روایت کا درج کرنا ضروری ہے۔ حضرت منشی صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں آتا تھا۔ حضور اپنے پاس سے صَرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آ کر عرض کیا کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سالن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کریں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچا دیا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحب نے رات کے وقت میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لئے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ہم نے برعایت ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رسان آیا تو حضورؑ نے میر صاحب کو اور مجھے بلایا۔ چٹھی رسان کے ہاتھ میں دس پندرہ کے قریب منی آرڈر ہوں گے جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے، سو سو پچاس پچاس روپے کے، جن پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں، مہمانوں کے لئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔''

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 120)

اس روایت سے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے علاوہ ضمناً اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ نہ صرف ملکی اور مقامی اعتبار سے بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی اجتماعات کا سلسلہ منقطع ہو جانا عین ممکن تھا۔ مگر دنیا یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے مسیح موعود کی خاطر قلوب عالم میں ایسی زبردست جنبش پیدا کر دی کہ لوگ ملک کے گوشہ گوشہ سے کھنچے کھنچے آپ کے قدموں میں آنے لگے اور اب خدا کے فضل سے یہ حالت ہے کہ وہ مقدس اجتماع جو اپنی ابتدائی شکل میں صرف 75 کی نہایت محدود اور مختصر سی تعداد سے شروع ہوُا تھا، سینکڑوں سے نکل کر مخالفت کے طوفانوں میں سے ہوتے ہوئے ہزاروں تک وسیع ہو چکا ہے اور عالمگیر ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعہ سے اس مبارک اجتماع کی پوری کارروائی نشر کی جاتی ہے۔ ہمارا جلسہ سالانہ جس رفتار سے ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوُا موجودہ شاندار اور انقلابی دور میں داخل ہوا ہے، ہم باطنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عنقریب وہ دن بھی آنے والے ہیں جبکہ مرکز میں لاکھوں نہیں کروڑوں پروانے جمع ہوں گے۔

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے 1893ء میں جلسہ سالانہ کی عظیم الشان اغراض پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

''ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔''

(شہادت القرآن صفحہ 98 طبع اول)

ان کلمات قدسیہ میں جن کے الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہیں جماعت احمدیہ کے مرکزی جلسہ کے مندرجہ ذیل چودہ (14) مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

(1) ملاقات (2) فکر معاد (3) خوفِ خدا (4) زُہد (5) تقویٰ (6) خدا ترسی (7) پرہیزگاری (8) نرم دلی (9) باہم محبت (10) مواخات (11) انکسار (12) تواضع (13) راست بازی (14) دینی مہمات میں سرگرمی۔

جلسہ سالانہ کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ یہ جلسہ احمدیت کی صداقت کا ایک خارق عادت نشان ہے جس کے اندر خدائی نصرتوں کے بہت ایمان افروز نظارے ہزاروں نفوس نے بچشم خود دیکھے۔ اور یہ کہ اسلام زندہ مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے زندہ نبی۔ نیز احمدیت آسمانی تحریک ہے اور نظام خلافت بڑا ہی بابرکت اور اعجاز نما نظام ہے جس کے ساتھ پوری امت مسلمہ کی تمام تر فلاح و بہبود اور عروج و اقبال وابستہ ہے۔ اس جلسہ نے یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح کر دی کہ خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے اور وہ جسے خلعت خلافت سے نوازتا ہے، اس کے پاک لبوں پر روحانی و مادی علوم اور فیضان و عرفان کے غیبی چشمے جاری فرما دیتا ہے۔ اس کی زبان پر خالق کائنات کے خالص تصرف سے معارف و حقائق سے لبریز کلمات جاری ہوتے ہیں۔ الفاظ اس کے مگر بلاواسطہ خدا کا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کی پوری شخصیت کوثر و تسنیم کے انوار سے دھل کے ایک نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتی اور ایک جدید قالب میں ڈھل جاتی ہے اور ہم یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ انقلاب روحانی ہم نے خود مشاہدہ کیا۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ۔

حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی ایک نہایت پیاری دعا

1893ء کی مندرجہ بالا مقدّس تحریر کے آخر میں حضور علیہ السلام نے حضرت احدیّت کے حضور اپنی جماعت کے لئے بڑے پیارے الفاظ میں ایک نہایت جامع دعا بھی کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے، کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کا دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے دلوں سے اٹھاوے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔''

خدا کرے کہ سالانہ جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والا ہر احمدی اس مقدس اجتماع کی اغراض و مقاصد کو پورا کر کے حضرت مہدی موعودؑ کی دعاؤں کے بھاری خزانے کا وارث بن جائے کہ اس دولت کے مقابل بادشاہت ہفت اقلیم بھی ہیچ ہے۔ اسلام کی ترقیات و فتوحات کا انقلابی دَور ہماری آنکھوں کے سامنے پوری شان سے جلوہ گر ہو جس میں مینار محمدی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ بلند سے بلند تر ہوگا اور اس کی ضیا پاشیوں سے یہ جہان جگمگا اٹھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
28 London Rd, Morden SM4 5BQ
0044 20 3609 4712

بقیہ: امریکہ میں لنگرِ مسیح موعودؑ کے 25 سال

.... از صفحہ نمبر 24

کا کام متعلقہ ٹیموں کو دے کر، موٹل میں نہا دھو کر سوٹ ٹائی پہن کر جلسہ گاہ پہنچ جاتا ہوں۔

ہیرسبرگ ایکسپو سنٹر میں 2012 کے جلسہ میں بھی اسی معمول کے مطابق آخری دعا اور ظہر عصر کی نمازوں کے بعد دوست احباب سے ملتا رہا؛ کیونکہ جلسہ کے تمام ایّام میں صرف یہی موقع ہوتا ہے جب اعزہ و احباء سے سلام دعا ہو سکے۔ اس دوران میں کھانا کھلانے کی سروس بھی جاری تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ لائن کافی لمبی لگی ہوئی ہے۔ کوئی تین چار سو افراد ابھی تک مسجد کے اندر ضیافت ہال کے دروازوں تک انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے کھانا کھلانے والی انتظامیہ سے پوچھا: کیا وجہ ہے، دیر کیوں ہو رہی ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ کھانا ختم ہو گیا ہے۔ جو تھوڑا بہت رہ گیا ہے اسے آہستہ آہستہ تقسیم کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ فکر نہیں کریں۔ ابھی کھانا آ جاتا ہے۔ کٹوریوں میں سالن کی مقدار ذرا کم کر دیں اور انہیں اگلی میزوں پر رکھتے جائیں۔ اور تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد لائن کو روک کر وقفہ دیں۔

اب میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ معلوم کروں کہ کُکنگ ایریا میں کیا صورت حال ہے؛ کیونکہ میرے خیال میں ہم نے سب کھانا سرونگ ایریا میں بھجوا دیا تھا، پیچھے کچھ نہیں بچا تھا۔ اور چولہے بھی سمیٹ دیئے گئے تھے۔ اب کیا اتنی مختصر مدت میں دال یا کوئی اور چیز تیار کی جا سکتی یا نہیں، کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ صلاح الدین وغیرہ اور دوسرے کُکنگ ایریا کے رضا کاروں کو لازماً اس کی اطلاع ہو گی اور وہ حتی المقدور کوشش کر رہے ہوں گے۔

مدتوں پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک دعا یا وِرد ڈال دیا تھا اور دعوتوں کی سروس کے وقت مَیں تسبیح و تحمید، استغفار، لاحول اور درود شریف کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ دُہراتا رہتا: البرکت لِلّٰہ۔ العزت لِلّٰہ۔ الرزق لِلّٰہ۔ الحمد لِلّٰہ

اس وقت بھی مَیں تقسیمِ ضیافت کے مقام پر جہاں ورکرز کٹوریوں میں سالن ڈال رہے تھے، مسلسل ٹہل رہا تھا اور انہی دعاؤں کا ورد کرتا جاتا اور دم کر کے ان بچی کھچی کٹوریوں کی طرف پھونکتا جاتا اور اپنے ربّ سے التجا کرتا جاتا کہ میرے خدا! یہ تو تیرے بندے اور مسیحِ موعودؑ کے مہمان ہیں۔ یہ تو نہیں جانتے کہ کھانا پکانے، کھلانے اور کھانے میں کیا کیا غفلتیں ہوئی ہیں۔ مگر اس وقت کھانا ان کی ضرورت ہے۔ ان کی حاجت پوری کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

مَیں جب بھی خیال کرتا کہ پیچھے جا کر پتا کروں، کیا صورت حال ہے؛ جیسے کوئی میرا دل پکڑ کر کہہ رہا ہو: تم نے یہاں سے ہلنا نہیں۔ یہاں سے ہٹے تو کھانا ختم ہو جائے گا۔

مَیں اسی طرح مسلسل ٹہلتا رہا اور بغیر کسی پر ظاہر کیے دعا کرتا اور دم کر کے پھونکتا رہا۔ ابھی چند آخری کٹوریاں رہ گئی تھیں جن کی طرف مہمان بڑھ رہے تھے کہ اچانک شور ہوا اور ٹرانسپورٹ کی وین آدھی دیگ سالن کی لے کر پہنچ گئی۔ یہ وہ دیگ تھی جو رات بچ جانے کی وجہ سے فریزر میں رکھوا دی گئی تھی کہ جلسہ کے بعد مسجد بیت الرحمان بھجوا دی جائے گی۔ سرونگ ٹیم کے کارکنوں نے چند منٹوں میں کٹوریوں کی لائن میزوں پر سجا دی۔ جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہ کھانا خاصی بڑی تعداد کے لیے بغیر کسی دشواری کے کافی ہو جائے گا تو مَیں بھاگم بھاگ کُکنگ ایریا پہنچا۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ لجنہ کی طرف سے ایک چوتھائی دیگ جو وہاں کی ضرورت سے زائد تھی آ رہی ہے۔ اُس وقت ہر طرف رخصت ہونے والے احباب کی ریل پیل تھی اور وین کے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ صلاح الدین نے مجھے کہا: تم خود لے کر جاؤ۔ چنانچہ مَیں نے ایک خادم ڈرائیور کے ساتھ اسے گو کارٹ میں رکھا اور منہ سے ہارن بجاتے اور شور مچاتے، راستہ بناتے تقسیمِ ضیافت ہال میں پہنچ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہماری غفلتوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالتے ہوئے اپنے فضل اور احسان سے تمام مہمانوں کو سیر کر دیا۔

زندگی کی سب سے لذیذ اور عزیز ضیافت

کبھی کبھی مَیں سوچتا ہوں کہ انسانی زندگی میں بہت سے معاملات اس طرح رونما ہوتے چلے جاتے ہیں جو انسان کی اپنی طلب، کاوش یا منصوبہ بندی کے مطابق نہیں ہوتے۔ اس کی کسی اکتسابی جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ ایک طرح سے حادثاتی اور وارداتی عمل دکھائی دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کسی ماورائی تصرف کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے معاملات میں وہ انجانے میں ملوث ہوئے چلا جاتا ہے، کسی اَن دیکھے بہاؤ میں بہے چلا جاتا ہے۔ کسی منزل، کسی مقصد، کسی ہدف کے بغیر ہی اس کائنات کے لیے شاید یہی اس مالکِ کون و مکاں کا ارادہ و خاکہ ہے۔ شاید وہ اسی ادراک بالصراحت کا قیام چاہتا ہے کہ ہر شے کلیۃً اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہے، جدھر چاہے رخ موڑ دے۔ اس قادر کی حکمتیں اور مصالح ٹوٹے کام بنا دیں یا بنے بنائے توڑ دیں کوئی اس کے بھیدوں کو سمجھ نہیں سکتا۔

امریکہ کے نظامِ ضیافت میں شامل ہونا اور لنگرِ مسیحِ موعودؑ کی برکات و فیوض سے حصہ پانا میری کسی طلب، تمنا یا کوشش کا ثمر نہیں۔ میرے تو وہم و گمان کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا کہ مَیں کبھی اس سعادت سے بہرہ مند ہو سکوں گا۔ اور ان نعماء و انوار کا وارث بنوں گا جن کی بشارتیں حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اس مقدس ادارے سے وابستہ خدام کو دی ہیں۔ مگر اب مَیں سوچتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر اس میدان میں لے آیا جس میں عاجزی و انکساری اور تواضع و بردباری کے کیسے کیسے گوہر پنہاں تھے۔ اور اس میں خود میری اپنی تربیت اور اصلاح کے کیسے کیسے راز مضمر تھے۔ اور آج جو مجھے اس کے فضلوں اور انعاموں کی سپاس گزاری اور تحدیثِ نعمت کے طور پر چند سطریں لکھنے کا موقع مل رہا ہے تو یہ بھی اس کے احسانوں سے مرصع تقدیر کا ہی حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک آخری واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

2014ء کے جلسہ کے اختتام پر شام کے وقت ہمیں مسجد بیت الرحمان ایک شادی میں شرکت کرنے کے لیے جانا تھا۔ اس میں شرکت کے لیے میرا بچپن کا نہایت عزیز بے تکلف دوست، ہم جماعت اور زندگی کے ہر دکھ سکھ میں شریک محسن ساتھی بھی کینیڈا سے اپنے بیٹے سمیت جلسہ پر آیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دینی و دنیاوی وجاہت و مرتبت کے ساتھ ساتھ بے پناہ عاجزی و انکساری سے نوازا ہے۔ اور خدمتِ دین کے بے شمار مواقع بھی عطا فرمائے ہیں۔ جلسہ کے اختتام پر ہی مجھے موقع مل پاتا تھا کہ دوست احباب سے ملاقات ہو سکے۔ چنانچہ آج بھی جلسہ کی اختتامی دعا سے فارغ ہو کر ہم دوسرے دوستوں کے ساتھ کھانے کے ہال کی طرف بڑھے، مگر جس طرف سے گزرتے کوئی عزیز، کوئی دوست، کوئی محبت کرنے والا مل جاتا۔ ان محبت کے رشتوں کے لیے ہی تو حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام نے جلسہ کو قائم فرمایا تھا۔ جب سب احباب سے مل چکے تو مَیں نے اپنے عزیز دوست سے کہا: چلو آؤ، اب کچھ کھا بھی لیں۔ کھانے کی میزیں اُس وقت تک صاف ہو چکی تھیں۔ تقسیمِ ضیافت کے کارکنان چیزیں سمیٹ رہے تھے اور چند ایک حاضرین مقدس لنگر کے آخری نوالوں سے برکت حاصل کر رہے تھے۔ تھوڑی سی لائن چائے کے سٹال پر لگی ہوئی تھی۔ ہم تینوں نے چائے کا ایک ایک کپ لیا اور ایک میز پر بیٹھ گئے۔ ایک جگہ ایک پوری روٹی اور چند ایک آدھے آدھے ٹکڑے ملے۔ انہیں چائے میں ڈبو کر کھانا شروع کیا تو ایک کٹوری میں اچار کی چند ڈلیاں دکھائی دیں۔ اس سے زیادہ کس شے کی طلب اور تمنا ہو سکتی تھی کہ میز کے دوسرے کونے پر نظر پڑی تو ایک پلیٹ میں تھوڑے سے سالن کی مقدار تھی جو کسی نے آدھی کھا کر چھوڑ دی تھی اور ابھی صفائی کرنے والوں کی نذر نہیں ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ نعمتِ غیر مترقبہ اور کیا ہو سکتی تھی۔ ہم تینوں دیر تک بیٹھے باتیں کرتے اور زمین پر گرے اور میزوں کے کونوں کھدروں پر پڑے روٹی کے ٹکڑے اکٹھا کرتے اور چائے میں ڈبو ڈبو کر کھاتے رہے۔ اُس وقت میرا دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے جس طرح لبریز تھا اسے بیان کرنے کی تاب نہیں۔ بار بار آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے طعامِ فتح (victory feast) کی یاد آ رہی تھی جب شہنشاہِ دو عالم تاریخِ انسانیت کی سب سے بڑی فتح کے بعد، جس نے عرب سے شرک جیسے گناہِ عظیم کا قلع قمع کر دیا اور توحید کے قیام کے لیے انسانوں کی کایا پلٹ دی، حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں سوکھی روٹی سرکہ میں بھگو بھگو کر کھا رہے تھے اور حمد سے آپ کا رُواں رُواں سجدہ ریز تھا۔ آج میرا انگ انگ بھی خدا تعالیٰ کے حضور شکر سے لبریز تھا کہ مَیں نے اپنے سب سے زیادہ عزیز اور معزز دوست کی ضیافت مسیحِ موعودؑ کے مہمانوں کے چھوڑے ہوئے بچے کھچے ٹکڑوں اور جوٹھے کٹوروں میں موجود سالن سے کی۔

میرے دوست کا ناز و نعم میں پلا بڑھا میڈیکل کالج کا طالب علم بیٹا بھی اسی ذوق و شوق سے ہماری اس دعوت میں شامل تھا۔ ایک بار بھی اس نے شکایت کی نہ خواہش کی کہ یہاں کھانا نہیں ہے، کہیں باہر چل کر کھا لیتے ہیں۔ بلکہ بعد میں جب ہم مسجد بیت الرحمان میں ملے تو کہنے لگا: کھانے کا جو لطف آج آیا ہے وہ کبھی نہ بھولے گا۔

اب دنیا کے کون سے پیمانے ان لذتوں اور برکتوں کا احاطہ کر سکتے ہیں جو مسیحِ پاکؑ کے دسترخوان کے پس خوردہ ٹکڑوں میں ہیں۔

یہ کوئی قصے کہانیوں کی باتیں نہیں۔ قیاسی افسانے یا خیال آرائیاں نہیں۔ پچھلے پچیس سال سے ہم لنگر میں کام کرنے والے تمام خدمت گزار اکثر ایک ہی پلیٹ میں کھا لیتے ہیں۔ ایک ہی گلاس میں پانی پی لیتے ہیں۔ سوائے کھانا پکاتے ہوئے چکھنے کی نیت سے مَیں نے شاید ہی کبھی تازہ سالن لیا ہو یا پوری نئی روٹی توڑ کر کھائی ہو۔ مَیں اس خوف سے کہ حضرت مسیحِ موعودؑ کو عطا کیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس متبرک مائدے کی بے قدری نہ ہو، زمین پر گرے پڑے ادھ پچدھ روٹی کے ٹکڑے اور کسی کی چھوڑی ہوئی جوٹھی کٹوری سے پیٹ بھرنے میں ہی اپنا سب سے بڑا فخر اور اعزاز سمجھتا ہوں۔

خدا تعالیٰ کی شان ہے، آج تک ہم میں سے ایک بھی اس بنا پر بیمار نہیں ہوا، کوئی انفیکشن نہیں ہوئی، کوئی وائرس نہیں پھیلا۔ سبحان اللہ! یہ حضرت اقدسؑ کو عطا کی ہوئی قوتِ قدسیہ اور شانِ مسیحائی کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے۔

کارواں کامران است

آج سے ربع صدی قبل خدا تعالیٰ نے اپنے عاجز بندوں کی بے مایہ کاوشوں کو قبولیت عطا فرما کر امریکہ کے گلستانِ احمدیت میں آقائے پاک سیّدنا حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم فرمودہ درخشاں ادارے لنگرِ مسیحِ موعودؑ کا بیج بویا اور اپنے کمزور و ناتواں بندوں کو توفیق دی کہ وہ اپنا تن من دھن نچھاور کر کے اور خون پسینہ ایک کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اسے ایک مضبوط درخت میں ڈھلتے ہوئے دیکھیں۔ آج جب اس نے ان کی عاجزانہ محنتوں کا پھل ایک مضبوط و توانا سدا بہار شجرِ تناور کی صورت میں عطا کیا تو وہ سب بھول گئے کہ اس کٹھن سفر میں انہیں کتنی مہیب گھاٹیوں کی دشت سیاحی کرنی پڑی، کیسی کیسی چلچلاتی دھوپوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ کن کن آگوں میں جل کر کندن ہوئے۔ اس رستے میں انہیں کتنے کانٹے چبھے، کیسے کیسے گھاؤ لگے اور کن کن زخموں پر نمک پاشی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے مسیحِ پاکؑ کے ذریعے جس پودے کی آبیاری کی اسے تو پھولنا پھلنا ہی ہے۔ عشق و وفا کے جن کھیتوں کو خون سے سینچا گیا انہیں تو پنپنا ہی پنپنا ہے۔ آپؑ نے جس کارواں کی باگ ڈور سنبھالی اسے تو آگے بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ یہ ہمارا سرمایہ شکر و افتخار ہے اگر وہ اس وجودِ پاک علیہ السلام کے ساتھ ہماری عاجزانہ راہیں اور کاوشیں بھی قبول فرما لے۔ اور اطاعت و فرماں برداری کی وہ دیوانگی عطا فرمائے جس پر فرزانے بھی رشک کر اٹھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

یہ سوچ کر شکر اور حمد سے لبریز دل اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ اس کا فضل و کرم ہو تو دو دیوانوں کے خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو سکتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ: نمازِ جنازہ حاضر و غائب

از صفحہ نمبر 2

وفاداری سے قائم رہیں۔ پابند صوم و صلوٰۃ، مہمان نواز اور بڑی نیک باوفا خاتون تھیں۔ خلافت سے بے حد محبت تھی۔ ایم ٹی اے پر خطبات اور دیگر پروگرام شوق سے دیکھا کرتی تھیں۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ مکرم رشید احمد صاحب زیروی مرحوم واقفِ زندگی کی والدہ تھیں۔

(9) مکرم شریف احمد بھٹی صاحب (آف کینیڈا)

29/اپریل 2016 کو 76 سال کی عمر میں کیلگری میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ تہجد گزار، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور باقاعدگی سے صدقہ و خیرات ادا کرنے والے نیک انسان تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ فیصل آباد میں ضلع و شہر کی سطح پر نیز ربوہ میں مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔ آپ خدا کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا، چار بیٹیاں اور کئی پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

(10) مکرم معروف احمد صاحب (ابن مکرم محمد حنیف جٹ صاحب آف شیندرہ ضلع پونچھ جموں کشمیر) گزشتہ دنوں ایک ایکسیڈنٹ میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ: **مَصَالِحُ الْعَرَب** از صفحہ نمبر 3

پیش کردہ مفاہیم تو اسلام اور نبئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والے ہیں۔ پھر ایسی جماعت بنانے میں یہود اور فری میسنز کا کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ اور جن مفاہیم کے ذریعہ احمدیت تمام ادیان کا منہ بند کر رہی ہے ان کو پھیلا کر یہود اور فری میسنز کونسے اہداف پورے کر سکتے ہیں؟

الغرض اس موضوع پر چار کتب کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ احمدیت کسی انسان کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا نہیں ہے بلکہ اگر جنّ وانس سارے جمع ہو کر بھی کوشش کریں تب بھی عقائد و مفاہیم کا ایسا مجموعہ تیار کرنے میں ناکام رہیں گے جو سراسر عقل و منطق کے مطابق اور ذہن و قلب کو مطمئن کرنے والا ہو۔ ایسا صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اور ایسا ہمیشہ اس کی طرف سے بھیجے ہوئے کسی مبعوث ربّانی کے ذریعہ ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔

منہاج الطالبین

دوران تحقیق میں نے بکثرت یہ الزام بھی پڑھا کہ احمدی نماز نہیں پڑھتے اور خاص طور پر جماعت احمدیہ مراکش کے ایک معروف شخص کے بارہ میں کسی کی شہادت بھی پڑھنے کو ملی جس میں اس نے کہا تھا کہ وہ ذاتی طور پر اس احمدی کو جانتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ احمدی نماز نہیں پڑھتا۔

جب یہ بات میری نظر سے گزری تو میں نے جماعت کی عربی ویب سائٹ پر اس بارہ میں کچھ مواد تلاش کرنے کی کوشش کی۔ میرا خیال تھا کہ شاید جماعت زُہد کی تعلیم کے ذیل میں یا بعض اذکار و وظائف کے ضمن میں کہیں اس چیز کا بھی ذکر کرتی ہوگی کہ فلاں قسم کا زُہد یا فلاں قسم کا ذکر نماز سے افضل ہے۔ ساری ویب سائٹ چھان ماری لیکن مجھے اس طرح کی کوئی بات تو نہ ملی تاہم ''منہاج الطالبین'' نامی ایک ایسی کتاب مل گئی جس میں اس موضوع سے متعلق کچھ مواد تھا۔ اس کتاب کی فہرست پڑھتے ہی میرے دل میں اس کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اسے ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کتاب کی ابتدا میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جنہوں نے آپ کے بارہ میں یہ کہا تھا کہ: ''وہ خالی بیٹھے رہتے ہیں۔ کام کیا کرتے ہیں؟ ہمیں تو ان کا کوئی کام نظر نہیں آتا۔'' اور اس کے جواب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: ''ایسے لوگوں کے لئے میں اپنی طبیعت کے برخلاف اپنے کام بیان کرتا ہوں تا کہ جن دوستوں کو اس بارے میں شک ہو ان کا شک دور ہو جائے۔'' اس کے بعد آپؓ نے اپنا روزمرہ کے کاموں کا شیڈیول بیان فرمایا ہے۔

مَیں ایک طرف اسے پڑھتا جا رہا تھا تو دوسری طرف میرے ذہن میں تفسیر کبیر گردش کر رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ جس کا روزمرہ کا پروگرام اس قدر غیر معمولی کاموں سے معمور ہو وہ تفسیر کبیر جیسا گہرا علمی اور تحقیقی کام کس طرح کر سکتا ہے؟ میں نے کہا کہ فرض کریں کہ اگر مرزا غلام احمد خدانخواستہ جھوٹے تھے تو انہوں نے اپنے بیٹے کو اس طرح کی مشقّت میں کیوں ڈالا کہ وہ اپنے روزمرہ کاموں کی انجام دہی میں نہ چین سے سو سکتا ہے نہ اطمینان سے کھانا کھا سکتا ہے اور نہ دنیاوی اعتبار سے راحت و سکینت سے اپنے دن گزار سکتا ہے؟ اگر مرزا صاحب جھوٹے تھے تو ان کا بیٹا کیوں دن رات اسلام کی ترقی کی خاطر قرآن کریم کے خزانے نکال نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں اس طرح مصروف ہے کہ اس جہاد میں نہ اسے اپنی پرواہ ہے، نہ اپنے اہل و عیال کی اور نہ اپنی صحت کا خیال ہے؟

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ذہن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی آ گئی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ جب آنے والا مسیح آئے گا تو وہ شادی کرے گا اور اس کی غیر معمولی اولاد ہوگی۔ جب میں نے اس پیشگوئی پر غور کیا تو میرا دل ایسے عجیب و غریب جذبات سے بھر گیا جن کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ پہلے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے اس وقت بشارت پا کر خبر دی جب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت اور آپ کی عظمت کے قیام کے لئے تاریخی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اور پھر نہ صرف وہ موعود بیٹا پیدا ہوا بلکہ انہی صفات کا حامل بن کر آیا جن کا ذکر قبل ازیں وحی ربّانی میں ہو چکا تھا۔ اور یہی وہ بطل جلیل ہے جس کے ذریعہ کلام اللہ کا فہم پھیلایا گیا اور تفسیر کبیر جیسی عظیم تفسیر دنیا میں ظاہر ہوئی جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ اسی نہج پر سوچتے سوچتے میں قطعی نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مسیح موعود کی آمد اور ان کی شادی اور اولاد کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سچی تھی اور یہ آپؐ کی عظمت اور صداقت پر بیّن دلیل ہے۔ اور اس پیشگوئی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سچے ہیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ وہی موعود فرزند ہیں جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ذکر فرمایا ہے۔

منہاج الطالبین کے اس حصہ کے مطالعہ سے بیعت کے راستہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں اور میں انشراح صدر کے ساتھ بیعت کے لئے تیار ہو گیا۔

{یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس عاجز (محمد طاہر ندیم) کو ''منہاج الطالبین'' کا عربی ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ اس سلسلہ میں یہاں خلافت کی برکت کے بیان اور شکر نعمت کے طور پر یہ عرض ہے کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بہت سال پہلے ہو چکا تھا۔ خاکسار نے عربی ترجمہ شروع کرنے سے قبل انگریزی ترجمہ پر ایک نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس میں صرف منہاج الطالبین کے مضمون کو ہی شائع کیا گیا تھا اور اس میں حضورؓ کے روزمرہ پروگرام والے حصہ کا ترجمہ شامل نہیں کیا گیا۔ خاکسار نے یہ معاملہ حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے راہنمائی چاہی تو حضور انور نے فرمایا کہ چونکہ یہ اردو میں چھپنے والی کتاب کا حصہ ہے اس لئے آپ اس کا بھی ترجمہ کریں۔

اور جیسا کہ قارئین کرام نے ابھی پڑھا ہے کہ مکرم عبدالکریم ایت العربی کے لئے جو نقطہ بیعت کا مرحلہ عبور کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوا وہ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ روزمرہ کا پروگرام تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ (ندیم)}

شرائط بیعت کا مطالعہ، رؤیا اور بیعت

مَیں بیعت کے لئے تو تیار ہو گیا تھا لیکن بیعت کو سمجھنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے لئے میں نے مناسب سمجھا کہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''شرائط بیعت اور ہماری ذمہ داریاں'' کا مطالعہ کر لوں۔ میں نے یہ کتاب ڈاؤن لوڈ کی اور اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ میں اس گلدستۂ نصائح میں اس قدر کھویا کہ ساری رات اس کتاب کے مطالعہ میں بیت گئی۔ میں نے نماز فجر کے بعد مطالعہ جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ کر سکا کیونکہ مجھے ہر سطر پر رونا آ رہا تھا۔ میں اپنی حالت پر غور کرتا اور پھر اس کتاب میں مذکور مطلوبہ حالت کا خیال دل میں لاتا تو آنسوؤں کا سیلاب نہ روک سکتا۔ میں نے کہا کہ علماء و مشائخ نہ جانے کس چیز پر تکبر کرتے ہیں اور میرے جیسے نہ جانے کتنے ہیں جو خشک علم پر ناز کر کے قبول حق کے راستے میں اَنا کے پہاڑ کھڑے کر لیتے ہیں۔ کتنے ہی اپنی بصیرت پر ناز کرنے والے ایسے ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے تعصب کی دیواریں آ جاتی ہیں اور انہیں حق کی روشنی کی کوئی کرن بھی دکھائی نہیں دیتی۔

میری اَنا کا پہاڑ بھی ٹوٹ چکا تھا اور آنکھوں کے سامنے سے تعصب و اَنا کی آہنی دیوار کے پاش پاش ہونے کے بعد اب حق کی روشنی میری آنکھوں کو خیرہ کئے جا رہی تھی۔ میں نے بیعت فارم پُر کرنا چاہا تو ایک رات مسجد میں عبادت کرنے کا پروگرام بنایا۔ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارنے کے بعد جب مَیں سویا تو ایک رؤیا دیکھا۔ مَیں قبل ازیں خوابوں کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ لیکن یہ عجیب رؤیا تھا جس کی سچائی میرے لئے روشن تھی کیونکہ اس کا تعلق میری موجودہ حالت سے تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ میں ایک چھوٹی سی سفید رنگ کی کرسی پر بیٹھا ہوں اور میں نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔ کرسی اور لباس کا رنگ باہم اس قدر مشابہ ہے کہ دونوں کے مابین فرق کرنا مشکل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ میں مولویوں کے ساتھ ایک مناظرہ کرنے والا ہوں جو میرے سامنے نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہیں۔ تمام مولویوں نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے اور ان کے لباس میں سے سوائے ان کے چہرے کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ان میں سے بعض کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں لیکن خواب میں ان کے جسم ہاتھی کے جسم کے برابر ہیں۔ میں ان بھاری بھرکم وجودوں کے سامنے بہت چھوٹا دکھائی دیتا ہوں۔ مناظرہ شروع ہوتا ہے تو جماعت احمدیہ کے جملہ عقائد پر بحث ہوتی ہے۔ میں ان کے تمام سوالوں کے جواب دے دیتا ہوں اور پھر ان کے سامنے ایسے سوال رکھتا ہوں جن کا جواب دینے سے وہ عاجز آ جاتے ہیں۔ مجھے خواب میں پیش کئے جانے والے اپنے دلائل اور سوال تو یاد نہیں رہے تاہم اتنا یاد رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سب پر غلبہ اور کامیابی بخشتا ہے۔ اس رؤیا کے بعد میں نے اگلی صبح بیعت فارم پُر کر کے ارسال کر دیا۔

معرفتِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ

بیعت کے ساتھ ہی مجھے ان سوالوں کا جواب بھی مل گیا جن کے بارہ میں مَیں نے تحقیق شروع کی تھی۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی جائے؟ اس بارہ میں جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بہت سا مواد موجود ہے لیکن جو حصہ مجھے سب سے زیادہ پیارا لگا اور جسے پڑھ کر میرے وجود کا ذرّہ ذرّہ خدا تعالیٰ کے عشق میں ڈوب گیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی زبان میں حمدیہ قصائد ہیں۔

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تعلق ہے تو احمدیت کے ذریعہ جب میرا حقیقی اسلام اور اس کی پیاری تعلیم سے تعارف ہوا اور جب یہ پتہ چلا کہ اسلام تو امن و سلامتی کا دین ہے، وہ تو کافر اور جانی دشمن سے بھی پیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس میں بے جا شدت پسندی اور سختی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور جب یہ پتہ چلا کہ اسلام کی تعلیم محکم ہے اس میں ناسخ و منسوخ کا کوئی تصور نہیں۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں پر غور کرنا شروع کیا تو نہایت پُر جوش طریق پر دل کی گہرائیوں سے درود شریف ادا ہونے لگا اور ویسی محبت کے ابتدائی نقوش پیدا ہونے شروع ہو گئے جس کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام رشتوں اور قرابتوں سے پیاری اور محبوب ہو جاتی ہے۔

پھر خلافت سے تعلق اور خلیفہ وقت کی احمدیوں کے ساتھ محبت اور خطبات کے ذریعہ تربیت اور راہنمائی اور ہمدردی کو دیکھ کر میری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ میں نے سوچا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم صادق کے خلیفہ کی انسانیت کے لئے محبت و شفقت کا یہ عالَم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں اور آپ کی محبت و شفقت کا عالَم کیا ہوگا؟!

تبلیغ، ثمرات اور افضالِ الٰہی

میری اہلیہ پہلے پہل جماعتی سرگرمیوں میں شامل ہونے پر میری مخالفت کرتی تھی لیکن خدا کے فضل سے آہستہ آہستہ اس کی حالت تبدیل ہونی شروع ہو گئی۔ ایک روز میں نے اسے دنیا کے واقعات بیان کر کے کہا کہ ہمیں خود کو اور اپنی اولاد کو آنے والے خطرات اور حادثات سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور پھر اس بارہ میں جماعت کا موقف بیان کیا تو اس کا دل بیعت کرنے کی طرف مائل ہو گیا۔ میں اپنی گاڑی سے بیعت فارم لے کر آیا تو وہ کہنے لگی کہ مجھے معذور سمجھیں۔ مجھ میں اپنے والدین کی مخالفت برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں اس کی صورتحال کو بہتر سمجھتا ہوں اور اسے معذور سمجھتا ہوں۔ تاہم اس واقعہ کے بعد وہ ہر لحاظ سے میری معاون و مددگار بن گئی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایک روز وہ بیعت کر لے گی۔

مَیں نے اپنے کام پر دو مخلص دوستوں کو آہستہ آہستہ تبلیغ شروع کی تو بفضلہٖ تعالیٰ دونوں نے بیعت کر لی اور اب وہ بڑے اخلاص سے نظام جماعت سے منسلک ہیں۔

میرے علاقہ میں آہستہ آہستہ احمدیوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ شروع شروع میں تو میرے گھر پر ہی کبھی کبھی ہم مل بیٹھتے تھے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جگہ کا معجزانہ طور پر انتظام کر دیا۔

ہوا یوں کہ ایک مراکشی عورت کا جماعت سے تعارف ہوا جو کہ ایک یورپین ملک میں رہائش پذیر ہے۔ اس نے اپنے بھائی کو اس بارہ میں تحقیق کرنے کا کہا۔ اس کا یہ بھائی ہمارے علاقے میں رہتا ہے۔ تحقیق کے بعد اس عورت کے بھائی نے بیعت کر لی جبکہ یہ عورت باوجود مطمئن ہونے کے ابھی بیعت ارسال نہ کر سکی تھی۔ اسی دوران اس عورت کا مراکش میں آنا ہوا تو اس کے بھائی کی درخواست پر میں نے اپنی گاڑی پر اسے ائیرپورٹ سے گھر پہنچانے کی خدمت سرانجام دی۔ راستے میں اس عورت نے کہا کہ اسی علاقے میں اس کا ایک گھر ہے جسے بوقت ضرورت جماعتی ضرورت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یوں ہمارے لئے جگہ کا بھی انتظام ہو گیا۔ اور پھر اسی سال اس خاتون نے یورپ میں ہی بیعت بھی کر لی۔

میرے کام پر میری بہت مخالفت ہوئی یہاں تک کہ میں نے احتیاطاً کوئی اور کام تلاش کرنا شروع کر دیا اور حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھ دیا۔ کچھ دیر بعد حضور انور کی دعا سے ایسی عجیب تبدیلی ہوئی کہ نہ صرف مجھے میری مرضی کی جگہ دے دی گئی بلکہ میرے اختیارات میں اضافہ ہو گیا اور ساری مخالفت محبت میں بدل گئی۔

مَیں نے کئی مولوی حضرات کے ساتھ بحث مباحثے بھی کئے۔ ان میں سے ایک میں مولوی نے کہا کہ تم اپنے اچھے اخلاق اور حسن کلام سے لوگوں کو فتنہ میں نہ ڈالو۔ میں نے کہا کہ یہ اس اسلامی تعلیم کا اثر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم صادق نے آ کر سمجھائی ہے۔

میں خدا کی کس کس نعمت کا شکریہ ادا کروں؟ یہ محض اس کا فضل ہے کہ امام الزمان کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور خلافت سے اخلاص و محبت کے ساتھ جڑنے کا اعزاز بخشا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اولاد کو بھی خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

.........(**باقی آئندہ**)

تاریخی ’بھٹہ خشت‘ کا ذکر ’’کتابِ مقدس‘‘ سے خارج، مگر کیوں؟

(ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا)

نسبتاً غیر مقبول تاریخ دان عمانوایل ویلکوسکی (Immanuel Velikovsky) نے قدیم مصری تاریخ سے متعلق اپنی کتاب Ages in Chaos یعنی ’’ادوارِ بدنظمی‘‘ کے حصہ دوم (ایڈیشن 2010ء شائع کردہ Paradigma Ltd) جو کہ مشہور فرعون رعمسیس دوم (RamsesII) اور اس کے دورِ حکومت کے بارہ میں ہے، The Brick Kiln of Tahpanheth کے زیر عنوان پختہ سرخ اینٹیں تیار کرنے کی ایک ایسی بھٹی (بھٹہ خشت) کا ذکر کیا ہے جو مصر میں ماہرین آثار قدیمہ کو کھدائی کے دوران دریافت ہوئی تھی۔اس کے ساتھ ہی ایک بڑا رہائشی کمپلیکس اور دو مقبرے بھی دریافت ہوئے جن میں پختہ اینٹیں استعمال کی گئی ہیں۔اسی جگہ ایک اور بہت بڑی عمارت کی بنیادیں بھی ملی ہیں جو تمام کی تمام پختہ انیٹوں پر مشتمل ہیں۔

عہد نامہ قدیم کا ایک حوالہ

اس انتہائی اہم دریافت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف عمانوایل صفحہ 186 پر لکھتا ہے کہ عہد نامہ قدیم کی کتاب یرمیاہ کے باب 43 کی آیت 9 میں فرعون کی اسی رہائشگاہ اور اس کے پاس بھٹہ خشت کی موجودگی کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

"......the brickkiln , which is at the entry of Pharaoh's house in Tahpanhes" (Jeremiah 43:9)

بائبل کی مذکورہ بالا آیت کا سیاق وسباق اور ’’مصدقہ ترجمہ‘‘ دیکھنے کے لئے راقم نے جب ایک اردو بائبل کھولی تو اس کی متعلقہ عبارت میں ’’فرعون کے محل کے داخلی دروازے کے نزدیک چکنی مٹی سے بنے فرش‘‘ کے الفاظ درج ملے ۔(شائع کردہ ورلڈ ٹرانسلیشن سنٹر 2006ء۔ ٹیکساس، امریکہ)۔مایوسی اس وقت حیرت میں بدل گئی جب لائبریری میں موجود ایک NRSV کیتھولک بائبل (مطبوعہ 1993ء) میں بھی brickkiln کی بجائے "Clay Pavement" کے الفاظ پڑھنے کو ملے۔جس کے حاشیہ میں یہ نوٹ درج کیا گیا ہے کہ عبرانی مأخذ کا مطلب غیر واضح ہے۔(Meaning of Heb uncertain)

انٹرنیٹ کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سروے کیا تو ’’کتاب مقدس‘‘ یعنی بائبل کے 15 مروجہ انگریزی نسخوں میں brickkiln کا لفظ استعمال کرنے سے کلیتاً گریز سامنے آیا۔صرف پانچ تراجم میں یہ ترجمہ اسی طرح ملا جو عمانوایل نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔اور گمان ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ان میں سے بھی اس بھٹہ خشت کا ذکر غائب کر دیا جائے کیونکہ کنگ جیمز بائبل مطبوعہ 1978ء میں تو brickkiln کا لفظ موجود ہے مگر نیو کنگ جیمز 2000 بائبل میں Pavement کا لفظ لکھا گیا ہے۔

طبعی طور پر یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ آخر بائبل کے مترجمین کو اس بھٹہ خشت سے اتنی خار کیوں ہے۔جس کی خاطر وہ الہامی پس منظر پر مشتمل اس مقدس کتاب کی تحریف کرنے میں بھی کوئی مضائقہ یا عار نہیں سمجھتے ؟۔اگر مسئلہ صرف عبرانی زبان کی سمجھ کا ہے تو پورے باب میں سے صرف اس ایک لفظ کا سمجھ میں نہ آسکنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔حالانکہ اس سے قبل مشہور شارح بائبل میتھیو ہنری (Matthew Henry) نے یرمیاہ کی اس آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے نہ صرف "Brick-kiln" بلکہ "Furnace" کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں۔اور اس ضمن میں بائبل کے عبرانی، یونانی یا رومن متن میں پائے جانے والے کسی ابہام یا تضاد کا ذکر نہیں کیا۔(Commentary on the Whole Bible Volume 4 صفحہ 1028)

قرآن کریم پر ایک اعتراض

اصل وجہ جو سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ عرصہ دراز سے اکثر غیر از اسلام مذہبی اور غیر مذہبی مؤرخین اور ماہرین آثار قدیمہ اس نظریہ کے قائل چلے آرہے تھے کہ مصر میں پختہ اینٹوں کا تعارف فرعونِ موسیٰ سے سینکڑوں سال بعد رومن بادشاہ Constantine (قسطنطین اعظم) کے دور میں ہوا تھا اور فرعون اور اس کے انجنیئر وغیرہ صرف بھوسا ملی چکنی مٹی سے بنی کچی اینٹوں (جو دھوپ میں سکھائی جاتی تھیں) اور پتھروں سے ہی عمارات تعمیر کروایا کرتے تھے۔اور اس کے لئے وہ بائبل کی ان عبارات کو بطور حوالہ پیش کرتے تھے جس میں بنی اسرائیل کا فرعون کے لئے سخت مشقت کر کے یہ کچی اینٹیں تیار کرنے کا ذکر ہے۔(مثلاً خروج باب 5 آیات 6 تا 18) اسی کو بنیاد بنا کر متعصب عیسائی مصنفین ہمیشہ قرآن کریم کی ان آیات کو تمسخر اور تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں جن میں فرعون کا ہامان سے آگ میں پکائی پختہ انیٹوں سے محل یا قلعہ تعمیر کروانے کا ذکر ہے۔ ان آیات کا حوالہ دے کر وہ بزعم خود ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ’قرآن کا مصنف‘ تاریخی حقائق سے بالکل بے بہرہ اور ناواقف ہے۔قرآن کریم کی جن آیات کا یہ حوالہ دیتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔(ترجمہ) ’’اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کسی اور معبود کو نہیں جانتا۔پس اے ہامان! میرے لئے مٹی (کی اینٹوں) پر آگ بڑھا۔پس مجھے ایک محل بنا دے تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں تو سہی اور میں یقیناً یہی گمان رکھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔اور اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔(القصص 40-39)

2۔(ترجمہ) ’’اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لئے محل بنا تا کہ میں ان راستوں تک جا پہنچوں جو آسمان کے راستے ہیں تا کہ میں موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں بلکہ درحقیقت میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں‘‘۔(المومن 38-37)

افسوس اس بات کا ہے کہ قرآن دشمنی میں ان متعصب مستشرقین نے اپنی ’’کتاب مقدس‘‘ کی اس مذکورہ آیت کو بھی تحریف کا نشانہ بنا ڈالا جس میں دور فراعین کے ایک بھٹہ خشت کا ذکر ہے کیونکہ یہ ایک طرح سے آیات قرآنی سے عین مطابقت رکھتے ہوئے اس حقیقت کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ فراعین مصر آگ میں پکائی پختہ اینٹوں کے استعمال سے بخوبی واقف تھے۔

تاریخی شواہد کلام اللہ کی تائید میں

آثار قدیمہ کی نئی دریافت سے نہ صرف قرآن مجید بلکہ بائبل کی کتاب یرمیاہ کے متعلقہ حصہ کی بھی تصدیق ہو گئی ہے۔اور یہ نظریہ کہ قدیم مصر میں پختہ اینٹوں سے بنی عمارات کسی رومن بادشاہ کے دور کی نشانی ہیں غلط ثابت ہوگیا ہے۔جس کا اعتراف پختہ اینٹوں سے بنے ان آثار قدیمہ کو دریافت کرنے والے آرکیالوجسٹ Flinders Petrie نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"Hitherto I had never seen any red brick in Egypt of earlier times than the Constantine period;and it appeared to be a test of that age.Now we see from these cases….that baked brick was introduced in the Ramesside times in the Delta."('Ages in Chaos'page 186)

ترجمہ: ’’اب تک میں نے قسطنطین کے دور سے قبل کی کوئی بھی سرخ اینٹ قدیم مصر میں نہیں دیکھی تھی اور عموماً اس کی موجودگی اسی کے دور کا ثبوت سمجھی جاتی تھی۔اب ان (نئے) شواہد سے انکشاف ہوا ہے کہ آگ پہ پکائی ہوئی اینٹ رعمسیسی دور میں متعارف ہو چکی تھی۔‘‘

تاریخی مغالطے اور تین اہم نکات

چونکہ ان مقابر اور ان سے ملحقہ شاہی کمپلیکس سے زیادہ تر رعمسیس دوم کی مہریں دریافت ہوئی ہیں اس لئے Flinders Petrie نے انہیں رعمسیسی دور کا قرار دیا ہے لیکن عیسائی مستشرقین اس ضمن میں اب یہ نکتہ پیش کرنے لگ گئے ہیں کہ رعمسیس دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں بعد کے زمانہ کا فرعون تھا۔یہ **ایک نئی بحث** ہے جو گزشتہ دو دہائیوں سے زور پکڑتی چلی جارہی ہے۔اس سلسلہ میں تین اہم حقائق ملحوظ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

اوّل یہ کہ محولہ بالا NRSV کیتھولک بائبل کے ایڈیٹرز نے خود تسلیم کیا ہے کہ بائبل میں بیان کی ہوئی تواریخ کے حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں دو سو سال تک کا فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔(ضمیمہ بعنوان Events in Biblical Chronology)۔ اس لئے ان کے زمانہ کا تعین حتمی طور پر ابھی تک نہیں کیا جاسکا۔بعض محققین نے تو پانچ سو بلکہ ہزار سال کا فرق بھی بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بائبل کی تواریخ قابل اعتبار نہیں ہیں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ نے قدیم مصری تاریخ کے ایک موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ’’کبھی واقعات ملتے جلتے ہیں تو تاریخیں صحیح نہیں بیٹھتیں اور کبھی تاریخیں ٹھیک بیٹھتی ہیں تو واقعات مطابقت نہیں کھاتے‘‘ (تفسیر کبیر سورہ البقرہ۔صفحہ 242)۔آپ کا یہ حقیقت افروز تجزیہ قدیم مصری تاریخ کے بارہ میں بیان کی گئی بہت سی باتوں پر آج بھی چسپاں ہوتا نظر آتا ہے۔

دوم یہ کہ جہاں تک رعمسیس دوم کا تعلق ہے اس کے بارے میں اب ماہرین آثار قدیمہ متفقہ طور پر بتاتے ہیں کہ اسے کیا نئی اور کیا پرانی، ہر اہم عمارت اور مقام پر اپنی شاہی مہر ثبت کرنے کا شوق بلکہ خبط تھا اور کسی جگہ سے اس کی مہر دستیاب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ متعلقہ عمارت یا آثار اسی کے دور کے ہیں بلکہ کسی سابقہ دور کے بھی ہو سکتے ہیں۔دوسری طرف یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ رعمسیسی دور کی بہت سی اینٹیں اور پتھر بھی بعد میں آنے والے فراعنہ نے نئی عمارات کی تعمیر میں بھی استعمال کر لی تھیں۔اس لئے جب تک ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ کا جدید کاربن ٹیکنالوجی سے پتہ نہ چلایا جاسکے، تاریخوں کے بارہ میں کوئی حتمی فتویٰ جاری کر دینا درست نہیں۔

سوم (اور سب سے اہم) یہ کہ فرعونِ موسیٰ کا اصل نام نہ تو بائبل نے بیان کیا ہے اور نہ ہی قرآن مجید نے، دونوں میں ہی اس کا ذکر نام کی بجائے اس کے لقب ’’فرعون‘‘ سے ملتا ہے ۔اس کا اصل نام کیا تھا، یہ ایک ثانوی بحث ہے۔جن مختلف فراعین کے نام ممکنہ ’’فرعونِ موسیٰ‘‘ کے طور پر آجکل بیان کئے جاتے ہیں ان کی حنوط شدہ لاشیں شناخت کی جاچکی ہیں، ان میں سے جو بھی حقیقتاً خروج یعنی Exodus کے وقت کا ’’فرعون موسیٰ‘‘ ہے، اسی کا محفوظ شدہ بدن ارشاد ربانی ’’نُنَجِّیۡکَ بِبَدَنِکَ‘‘ (ہم تجھے تمہارے بدن کے ساتھ نجات بخشیں گے۔(سورہ یونس آیت 93)۔‘‘ کی صداقت پر گواہ ٹھہرتا ہے۔

ایک عیسائی سکالر کا اہم بیان

اٹھارویں صدی کے عیسائی سکالر میتھیو ہنری نے، جن کا ذکر قبل ازیں ہو چکا، اپنی بائبل کمنٹری میں ذکر کیا ہے کہ جن دنوں بنی اسرائیل سے مشقت کروا کر ان سے اینٹیں بنوائی جاتی تھیں وہاں اینٹوں کی بھٹیاں بھی عام تھیں۔

"Egypt was famous for brick -kilns, witness the slavery of the Isrealites there,whom they forced to make bricks."(Commentary on the Whole Bible Volume 4.Page 1028)

پس بائبل کے اس بیان سے کہ غلام اسرائیلیوں سے گارے اور بھوسی کی اینٹیں بنوائی جاتی تھیں، خود بخود یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ اس زمانہ میں پکی اینٹیں تیار ہی نہیں ہوتی تھیں۔المحاسنہ (El Mahasna) کے مقام سے تو ایک ایسی بھٹی بھی دریافت ہو چکی ہے جو فراعین مصر کے دور سے بھی پرانی ہے، اس کی دیواریں پکی انیٹوں سے ترتیب دی گئی ہیں۔

اس حوالے سے پھر آج کل قرآن کریم پر یہ اعتراض کر دیا جاتا ہے کہ زمانہ اور شخصیت کے تعین کی بحث سے قطع نظر اگر قرآن مجید کے مطابق فرعونِ موسیٰ کے دور میں پکی انیٹیں بنائی بھی جاتی تھیں تو پھر وہ بلند و بالا عمارت (یا اس کا ملبہ) کہاں ہے جس کے بنانے کا حکم فرعون نے دیا تھا جس پر چڑھ کر وہ موسیٰ کے خدا کو دیکھنا چاہتا تھا۔

اس سلسلہ میں یاد رہے کہ **قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ ہامان نے فرعون کے لئے اس کے بعد اس مقصد کے لئے واقعی کوئی ایسا اونچا محل یا قلعہ تعمیر بھی کروایا تھا** بلکہ اس کے برعکس ’’وہ راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ نامرادی میں ڈوبی ہوئی تھی‘‘۔(المؤمن:38)

حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا مکالمہ

یہ بھی واضح رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت الی اللہ کرتے ہوئے یہ نہیں کہا تھا کہ ان کا خدا آسمانوں میں ہے بلکہ یہ کہ وہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرض یعنی آسمانوں اور زمین کا رب ہے (بنی اسرائیل: 103) اور رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا یعنی ’’آسمانوں اور زمین کا رب اور اس کا جو اُن دونوں کے درمیان ہے‘‘ (الشوریٰ :25) ۔اور اسی طرح اپنے مامور من اللہ ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ میں تمام جہانوں کے ربّ یعنی ربِّ الۡعٰلَمِیۡن (الزخرف:47) کا مقرر کردہ رسول ہوں۔(نیز الشوریٰ: 17) اور اس کے جواب میں فرعون نے بھی یہ سوال کیا تھا کہ: وَمَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡن اور وہ سب جہانوں کا رب ہے کیا چیز؟ (الشوریٰ:24)۔یہ نہیں کہا کہ تمہارا وہ آسمانوں کا ربّ ہے کیا چیز۔ان مکالموں کے تناظر میں فرعونؔ کا ہامانؔ سے یہ کہنا کہ میرے لئے ایک محل بناؤ تا کہ میں موسیٰؑ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں تو سہی، محض ایک استہزائیہ طرز کلام اور **متکبرانہ فقرہ** معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی اِس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس نے ناحق تکبر سے

باقی صفحہ نمبر 34 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: خطاب حضورانور
ازصفحہ نمبر 40

ذریعہ سے نیک نامی کا باعث بن رہے ہیں۔اس لئے جیسا کہ مَیں کہہ چکا ہوں ایسے واقفین نَو کی بڑی تعداد ہے جو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعداَب اپنی زندگی کے اگلے مرحلہ کا آغاز کررہے ہیں اوراپنی اپنی فیلڈز میں بہت عمدہ کام کر رہے ہیں۔ واقفین نَو میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے کچھ سال قبل جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اوراب جامعہ سے فارغ التحصیل ہوکر مبلغین کی حیثیت سے یہاں برطانیہ میں اوربعض دوسرے ممالک میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔اوربعض کو جماعتی دفاتر میں بھجوایا گیا ہے جہاں ان کی خدمت کی ضرورت تھی۔اس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس تحریک کویعنی تحریکِ وقفِ نو کواپنے فضل سے نوازا ہے جس کا آج سے تقریبا29برس قبل اجرا کیا گیا تھا۔ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ بیج جو ایک مدّت پہلے بوئے گئے تھے اَب انتہائی شاندار پھل پیدا کررہے ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے جماعت کوایسے واقفینِ زندگی عطافرمائے ہیں جن میں وقف کی حقیقی روح بچپن سے ہی پھونکی گئی تھی۔کئی سالوں پرمحیط دینی علم حاصل کرنے کے بعد جامعہ کے فارغ التحصیل مبلغین اب بڑی عمدگی کے ساتھ جماعت کے لئے کام کررہے ہیں۔جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے والے واقفین کے علاوہ ہمارے وہ بھی واقفینِ نو ہیں جوآرکیٹیکس اورانجینئرز ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی بہت اچھا کام کررہے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بہرحال آپ سب کو اس بات سے آگاہ رہنا چاہئے کہ جماعت کو واقفین زندگی کی خدمات کی بہت ضرورت ہے۔آپ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیاں آپ کے والدین نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی دین کے لئے وقف کردی تھیں۔انہوں نے خصوصی دعائیں کی تھیں کہ آپ اسلام کے باوفا خدام بن جائیں۔آپ میں سے ایک بڑی تعداد جماعت کی باقاعدہ خدمت کا آغاز کرچکی ہے اورآپ میں سے ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو واقف نَو ہونے کے باوجود براہ راست جماعت کی خدمت میں شامل نہیں ہیں۔بعض کو جماعت کی انتظامیہ کی طرف سے یا میری طرف سے براہِ راست یہ رہنمائی دی گئی ہے کہ اپنے مہارت کے شعبوں میں مزید تجربہ حاصل کرتے رہیں تاکہ وہ اپنے آپ کواس وقت پیش کرسکیں جب مزید تعلیم یافتہ اورتربیت یافتہ بن جائیں۔لیکن ایسے کئی واقفین نَو ہیں جنہوں نے ابھی تک اپنے موجودہ کوائف جمع نہیں کرائے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بہرحال آپ میں سے وہ جو پندرہ سال یاپندرہ سال سے زائدعمر کے ہیں اَب اپنے مستقبل اور اپنے کیریئر کے انتخاب کے بارہ سوچنے لگ جائیں گے۔ یقیناً آپ کووہ شعبے اختیارکرنے چاہئیں جوآپ کی دلچسپی کے ہیں۔لیکن مَیں آپ میں سے زیادہ سے زیادہ کوتاکید کروں گا کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے درخواست دینے پرغور کریں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں دنیا بھر میں مبلغین کی اشدضرورت ہے۔گوکہ جامعہ احمدیہ یوکے سے چارکلاسیں فارغ التحصیل ہوچکی ہیں مگراس کے باوجودابھی تک برطانیہ میں ہی مبلغین کی ضرورت کو پورانہیں کیا جاسکا۔نیز بہت سے ایسے ممالک جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہے وہاں بھی ہمیں مبلغین کی ضرورت ہے اس لئے مَیں آپ کو نصیحت کروں گا کہ آپ جامعہ میں اس روح کے ساتھ داخلہ لینے کومدّنظر رکھیں کہ یہ آپ کے وقف کے عہد کو پورا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یقیناً ہمیں دوسرے شعبوں میں بھی واقفین کی ضرورت ہے مثلاً ہمیں آرکیٹیکس کی ضرورت ہے۔ مختلف انجینئرز کی ضرورت ہے مثلاً سِوِل انجینئرز کی۔آپ میں سے وہ جنہیں ان شعبوں میں دلچسپی ہے انہیں ان شعبوں میں تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور جب آپ اپنی تعلیم مکمل کرلیں تو پھراپنے آپ کو جماعت کی خدمت کے لئے پیش کردینا چاہئے۔ ہمیں ایک بڑی تعداد میں اساتذہ کی بھی ضرورت ہے اس لئے آپ میں سے وہ جودرس وتدریس میں دلچسپی رکھتے ہیں انہیں اس سلسلہ میں متعلقہ تربیت لینی چاہئے اور پھر جماعت کومطلع کرنا چاہئے تاکہ آپ کو ہمارے سکولوں میں بھیجا جاسکے جو افریقہ میں اور دوسرے خطّوں میں واقع ہیں۔اس کے علاوہ مختلف ممالک میں ہمارے ہسپتال بھی ہیں اوران تمام ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ہمیں توقع تھی کہ وقف نَو کی تحریک میں شامل ہونے والے کئی واقفین تربیت یافتہ ڈاکٹروں کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کردیں گے۔دوسرے ممالک میں بعض ایسے واقفین نَو ہیں جنہوں نے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کرلی ہے۔لیکن اگر یہاں برطانیہ میں کوئی ایسے واقفین ہیں جنہوں نے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کی ہے تو انہوں نے ابھی تک اپنے آپ کو واقف زندگی کے طور پر جماعت کواپنی خدمات پیش نہیں کیں۔اس لئے آپ میں سے ان واقفین کومَیں تاکید کرتا ہوں جن کی دلچسپی اور ذہنی رجحان طبّ کی تعلیم کی طرف ہے کہ وہ ڈاکٹر بنیں اورڈاکٹر بننے کے بعداپنے آپ کوپیش کردیں تاکہ انہیں افریقہ یاکسی اورجگہ جہاں ضرورت ہو بھجوایا جاسکے۔ جہاں ایک طرف آپ کو اپنے دین کی خدمت کرنے کا موقع مل رہا ہوگا وہیں آپ کوانسانیت کی خدمت کا بھی موقع مل رہا ہوگا۔آپ کوان لوگوں کی خدمت کا بھی موقع ملے گا جو انتہائی مشکل حالات میں اپنی زندگیاں بسرکررہے ہیں۔آپ کوان لوگوں کی خدمت کا بھی موقع ملے گا جن کے پاس روزمرّہ کی ضروریاتِ زندگی یازندگی کی بنیادی سہولیات تک رسائی نہیں۔وہ سہولیات جو دنیا کے اِس خطہ میں ہمیں وافراور بآسانی میسر ہیں۔اس طرح آپ بے شمار برکتوں کی فصلیں کاٹ رہے ہوں گے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہمیں ایسے واقفین کی بھی ضرورت ہے جومیڈیا اور ذرائع ابلاغ کے شعبوں میں تعلیم یافتہ اورتربیت یافتہ ہیں۔ ایم ٹی اے کا کام دن بدن وسعت اختیارکررہاہے اوراَب ہم نے ریڈیواسٹیشن Voice of Islam کا بھی اجرا کیا ہے۔ابھی یہ ریڈیو اسٹیشن اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ ہم مسلسل اس کوترقی دیں اوراس کے دائرہ کو وسیع ترکریں۔ اس کے لئے ہمیں مناسب افرادی قوت کی ضرورت ہے۔پھرایم ٹی اے انٹرنیشنل کے علاوہ دوسرے مقامی ایم ٹی اے سٹوڈیوز بھی ہیں۔بعض جگہوں پر یاتو نئے ایم ٹی اے سٹوڈیوز کا اجرا کیا جارہا ہے یا متعددممالک میں موجودہ ایم ٹی اے کے نظام کومزید ترقی دی جارہی ہے۔اس لئے آپ میں سے وہ جن کی قابلیت یا دلچسپی اس شعبہ میں ہے انہیں چاہئے کہ وہ Broadcast میڈیا یااس سے ملتے جلتے ٹیکنیکی شعبوں کو اختیارکریں۔ ہمیں صحافیوں اورمیڈیا کے ماہرین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ mass media کا اثر ورسوخ دن بدن بڑھ رہا ہے۔اس لئے ہمیں اپنے لوگوں کی ضرورت ہے جواسلام کی حقیقی تعلیمات کومیڈیا کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔چنانچہ واقفین نَو کی حیثیت سے آپ کو جماعت کی ضروریات کو مدّنظر رکھنا چاہئے۔اور اِنہیں ضروریات پر مبنی اپنی تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور پھراس کے لئے حتی الوسع محنت کرنی چاہئے۔جب آپ اپنے متعلقہ شعبہ میں تعلیم اورتربیت حاصل کرچکے ہوں تو پھراس بات کویقینی بنائیں کہ آپ نے جماعت کواطلاع دے دی ہے اوراپنے آپ کو باقاعدہ واقفِ زندگی کے طور پرپیش کردیا ہے۔اور پھرخدمت کے لئے تیار ہوجائیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

لیکن مَیں اس بات کوبھی آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اپنی دنیاوی تعلیم کو حاصل کرلینا کافی نہیں۔ بلکہ تحریک وقف نَو کے ممبران کی حیثیت سے اَور بہت سی توقعات ہمیں آپ سے وابستہ ہیں۔مختصراًیہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک واقف نَو کا کردار اسلام کی حقیقی تعلیمات کے عین مطابق ہونا چاہئے۔آپ کو ہمیشہ اعلیٰ ترین روحانی معیاراور اخلاقی اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔سوال یہ ہے کہ کس طرح اس اعلیٰ ترین روحانی اوراخلاقی معیار کاحصول ممکن ہے؟ ہستی باری تعالیٰ سے متعلق ہمارے بنیادی عقیدہ کے بعدسب سے اہم بات جو اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کوسکھائی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہرحال میں پنجوقتہ فرض نمازوں یعنی صلوٰۃ کا پابند ہو۔یادرکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مومن کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ دلی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتا ہے۔اس لئے آپ ہمیشہ اس بات کویقینی بنائیں کہ آپ اپنی نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کررہے ہیں۔نوجوان مرد اورلڑکے ہونے کی وجہ سے آپ پر یہ لازم ہے کہ حتی المقدوراپنی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ واقف نَو ہونے کی وجہ سے دوسرے احمدیوں کی نسبت آپ سے ہماری تو اَور بھی زیادہ توقعات وابستہ ہیں۔اس لئے آپ کونماز کی باقاعدہ ادائیگی کی اہمیت اوراس کے فائدے کاخاص طور پر احساس ہونا چاہئے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مومن کی ایک اَورنشانی یہ ہے کہ وہ نامناسب اورغیراخلاقی چیزوں سے دُور رہتا ہے۔نَو جوانی کی عمرمیں اورخاص طور پرمغربی معاشرے میں اس بات کا خطرہ ہے کہ ایک شخص بے حیائی سے متأثر ہوجائے۔اورپھرمتأثر ہوجانے کی وجہ سے گمراہ ہوجائے۔ مثلاً غیراخلاقی اورفحش پروگرام باقاعدگی کے ساتھ ٹی وی پردکھائے جاتے ہیں اورانٹرنیٹ پران کا دستیاب ہونا ایک معمول کی بات ہے۔ یہ انتہائی بیہودہ اورگناہ کا موجب ہیں جن سے ایک مومن کو لازماً بہت دُور رہنا چاہئے۔یقیناً ایک واقف نَوجس کے والدین نے اُس کی پیدائش سے پہلے عہد کیا تھا کہ ان کا ہونے والا بچہ اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں گزارے گا اُسے تو خاص طور پران غیراخلاقی باتوں سے دُور رہنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی چیزیں انسان کو دین سے دُور لے جاتی ہیں۔اس لئے حقیقی مومنین کوایسی لغویات اورہرقسم کی غلط باتوں سے اپنے آپ کوبچانا چاہئے۔

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمہیں اپنے عہدوں کو پورا کرنا چاہئے اوراپنی امانتوں کا پاس رکھنا چاہئے۔ وقف نَو کاممبر ہونے کی حیثیت سے آپ سب نے اپنی زندگیوں کودین کی خاطروقف کرنے کا ایک پختہ عہد کیا ہے۔ یہ عہد زبردستی یا جبراً آپ سے نہیں لیا گیا بلکہ آپ نے خود یہ عہد پختہ سوچ کے ساتھ کیا ہے۔اوراس میں مکمل طور پرآپ کی اپنی مرضی شامل ہے۔ یہ درست ہے کہ آپ کے والدین نے اس تحریک میں آپ کی پیدائش سے پہلے یہ عہد کیا تھا لیکن جب آپ نسبتاً بڑی عمر کو پہنچتے ہیں تو جماعت آپ سے براہِ راست پوچھتی ہے کہ کیا آپ اس تحریک وقفِ نَو میں شامل رہنا چاہتے ہیں؟ ہروقف نَوممبر جب پختگی اور بلوغت کی عمرکو پہنچتا ہے تواسے آزادانہ فیصلہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ رہنا چاہتا ہے یانہیں۔ درحقیقت صرف ایک ہی دفعہ نہیں پوچھا جاتا بلکہ کئی مرتبہ پوچھا جاتا ہے۔اس طرح آپ نے خوداس عہد کو پورا کرنے کا فیصلہ کیا ہے جوابتداء میں آپ کے والدین نے کیا تھا۔اس لحاظ سے اب یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ وقف کے اس عہد کو پورا کریں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتا جب تک آپ اپنی امانتوں کا پاس رکھنا نہیں سیکھیں گے۔آپ کی تمام امانتوں میں سے سب سے اہم امانت جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں گے۔اس کے لئے آپ کواللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہوگا اوراس کے احکامات کی پیروی کرنی ہوگی۔جیسا کہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے اہم ترین حکم یہ ہے کہ نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی کے ذریعہ سے عبادت کے حقوق ادا کئے جائیں۔اس لئے آپ کواس کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہت سی نیکیاں ہیں جو ایک مومن کو اپنانی چاہئیں اور بہت سی بدیوں سے بچنا چاہئے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہرقسم کی غیراخلاقی اور بے حیائی سے دُور رہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہرقسم کے بُرے خیالات اوردوسرے ہر قسم کے گناہوں سے دُور رہیں۔یہ وہ معیار ہیں جن کی توقع ایک عام مومن سے کی جاتی ہے۔لیکن آپ تو وقف نَو کے ممبران ہیں۔اس لئے آپ سے اس سے بڑھ کر اخلاقی معیاروں کی توقع ہے۔واقف زندگی کے طور پر یہ بات آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اپنے آپ کو ایک روشن مثال ثابت کریں تاکہ دوسرے آپ کے نمونہ پر چلیں اورآپ سے سیکھ سکیں۔ پندرہ برس سے زائدعمر کے جولڑکے یہاں حاضر ہیں آپ پختگی اور سمجھداری کی عمرکو پہنچ گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ذہین ہیں۔اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ استعدادوں کو اُس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے استعمال میں لانا چاہئے اور آپ کو اپنی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسرکرنی چاہئیں۔

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک نیکی جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو خواتین یالڑکیوں کے ساتھ غیرمناسب رنگ میں آزادانہ میل جول نہیں رکھنا چاہئے۔اوران کی طرف بلاضرورت نہیں دیکھنا چاہئے۔ہم اپنی خواتین سے کہتے ہیں کہ وہ پردہ کریں لیکن یادرکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مردوں کوحکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں تاکہ ان کے ذہن کی حالت ہروقت پاک رہے۔اس اخلاقی نیکی اور پاکبازی پرمَیں بہت زیادہ زور دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس معاشرے میں مسائل آسانی سے پیدا ہوسکتے ہیں۔اخلاقی نیکی کا فقدان دوسری بے شمار بُرائیوں کی جڑ ہے۔اگرایک انسان پرہیزگارنہیں ہے تو بہت سے گناہوں اور برائیوں کو جنم دیتا ہے۔نگاہیں نیچی رکھنے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ آپ عورتوں کے پاس سے گزرتے ہوئے اُن کی طرف براہ راست نہ دیکھیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام ایسی حرکات اور باتوں سے باز رہیں جن سے آپ کے ذہن پرمنفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔جیسا کہ مَیں پہلے کہہ چکا ہوں کہ آپ کو بیہودہ فلموں اور ٹی وی پروگراموں سے

پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر آپ اِس اسلامی تعلیم پر عمل کریں گے تو آپ کے خیالات پاکیزہ رہیں گے اور آپ اس قابل ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی احسن رنگ میں عبادت کر سکیں اور اس کے دوسرے احکامات بھی ادا کر سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم تقویٰ اور نیکی میں کمال حاصل کریں۔ اس لئے ایک واقف نو کی ایک عظیم ذمہ داری ہے کہ وہ ہر وقت بہتری کے لئے کوشاں رہے اور ہر قسم کی بدیوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے غصہ پر قابو رکھنا چاہئے۔ یہ لڑکوں اور نَو جوان مردوں کے لئے عام بات ہے کہ وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور غصہ میں سخت کلامی کر جاتے ہیں۔ لیکن ایک مومن کو ہمیشہ اپنے جذبات اور اعصاب پر قابو رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اُسے ہر وقت پُرسکون رہنا چاہئے کیونکہ غصہ اکثر لڑائی جھگڑے پر منتج ہوتا ہے اور اس سے بآسانی معاشرے کا امن برباد ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مَیں ان بچوں اور نوجوانوں کو جو اٹھارہ یا پندرہ سال سے کم عمر کے ہیں یاد دلاتا ہوں کہ انہیں اب اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ بحیثیت واقف نَو اُن کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کرنا ہے۔ اس کے حصول کا ذریعہ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنا ہے۔ اس لئے مَیں آپ سب کو ایک مرتبہ پھر یاد دلاتا ہوں کہ آپ اپنی تمام نمازوں کی حفاظت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ خواہ آپ گھر میں ہوں، سکول میں ہوں یا کہیں بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اپنے والدین سے محبت کریں، ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں اور ان کی باتیں سنیں۔ عام طور پر جب بچے بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو نَو جوان سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ہم آزاد اور خود مختار ہیں۔ اور بعض اوقات اُن کے ساتھی بھی اُن پر اثر کر رہے ہوتے ہیں۔ نتیجۃً وہ بچے اپنے والدین سے بدتمیزی کرتے ہیں یا اُن کی باتوں پر کان نہیں دھرتے۔ البتہ ہمارے وقف نو بچوں کو بہترین معیاروں کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ لوگ آپ میں اور دوسروں میں واضح امتیاز کر سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک مومن کو اس رنگ میں دوسروں کی تضحیک نہیں کرنی چاہئے یا اُن کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے جس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہو۔ اس لئے آپ کو قطعاً بے رحم نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایک وقف نو بچے کو دوسروں کے جذبات اور احساسات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ انہیں کبھی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جو دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتی ہو اور جس سے زیادہ بڑا جھگڑا اور ہاتھا پائی تک نوبت آجائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک اور بہت بڑا گناہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ خواہ کیسے بھی حالات ہوں تمام احمدیوں کو جھوٹ سے بچنا چاہئے اور یقیناً ایک واقف نو کو تو ایمانداری، سچائی اور دیانتداری کی بہترین مثال قائم کرنی چاہئے۔ اس کی بنیادی اہمیت ہے۔ کیونکہ آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے معاشرے کی روحانی اصلاح کرنے کا عہد کیا ہے۔ اس لئے ایک واقف نو کے لئے یہ انتہائی اہم بات ہے کہ وہ ہر وقت راستبازی اور سچائی پر قائم رہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اسی طرح ایک اَور اہم بات یہ ہے کہ واقفین نَو بچوں کو اپنی پڑھائی پر اور اپنی تعلیم پر بہت توجہ دینی چاہئے۔ انہیں ہمیشہ بہت محنت کرنی چاہئے اور بہترین نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ انہیں بے مقصد اور فضول ویڈیو گیمز (Games) کھیل کر یا پھر اپنے IPads اور Tablets پر مسلسل گیمز (Games) کھیل کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں کتابوں کا مطالعہ کرنے اور اپنے علم میں اضافہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ انہیں نصابی اور مذہبی کتب پڑھنی چاہئیں۔ وہ ناول بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مَیں نے یہاں محض آٹھ، نو سال کے بچوں کو دیکھا ہے جو اپنے سکولوں کے مثبت اثرات کے تحت بہت شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ بہر حال تمام بچوں اور نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھنی چاہئیں اور یہ اچھی عادت ڈالنی چاہئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جیسا کہ مَیں نے کہا ہے آپ کو دینی کتابیں بھی پڑھنی چاہئیں اور آپ کو اپنے والدین سے سوالات پوچھنے چاہئیں تاکہ آپ کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا جائے۔ اگر کسی بھی وجہ سے آپ کے والدین کو جواب نہیں آتا ہو تو آپ اپنے مقامی مربی سے پوچھ سکتے ہیں اور آپ مجھے بھی اپنا سوال لکھ کر بھجوا سکتے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ سب اپنے مذہب کے بارہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں اور اس کا مطالعہ کرتے چلے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ انشاء اللہ اِن باتوں پر کان دھریں گے جو مَیں نے کہیں ہیں۔ اور جس حد تک ممکن ہو بہترین واقف نَو بن جائیں گے۔ مَیں یہ امید کرتا ہوں اور یہ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ اُس عہد کو پورا کریں گے جو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کے والدین نے کیا تھا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے اِس عہد کے تقاضوں کو زندگی بھر پورا کرتے ہوئے بسر کریں گے۔ میری دعا ہے کہ آپ میں نہ صرف اپنے دین کی خاطر بے لوث خدمت اور لگن کا جذبہ ہمیشہ ساتھ رہے بلکہ آپ کی زندگی کے ہر مرحلہ میں اس میں اضافہ ہوتا رہے۔ خواہ آپ پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں یا اکیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں یا پھر اس وقت جب آپ اپنی تعلیم مکمل کر لیں یا مستقبل میں کسی بھی موقع پر۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ تحریک وقف نو کے تمام ممبران پر ہر لحاظ سے اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

اب آپ میرے ساتھ دعا میں شامل ہو جائیں۔

بقیہ مضمون: تاریخی ’بھٹہ خشت‘ کا ذکر ’’کتابِ مقدس‘‘ سے خارج۔ مگر کیوں؟......از صفحہ 32

کام لیا۔ (القصص: 40-39)

فرعون کے تکبر کا نتیجہ

اور جیسا کہ پہلے بیان ہوا، اگر اس نے ایسی کوئی تدبیر کرنا چاہی بھی تھی تو ارشاد ربانی کے مطابق اس کی یہ ’’تدبیر نامرادی میں ڈوبی ہوئی تھی‘‘ (المؤمن: 38)۔ یہی نہیں بلکہ اس کی تعمیر کردہ بلند و بالا عمارتیں جو موجود بھی تھیں انہیں بھی خدا تعالیٰ نے اس کے تکبر کے نتیجہ میں سزا کے طور پر برباد کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ دَمَّرۡنَا مَا کَانَ یَصۡنَعُ فِرۡعَوۡنُ وَقَوۡمُہٗ وَمَا کَانُوۡا یَعۡرِشُوۡنَ (الاعراف: 138) (ترجمہ: اور ہم نے برباد کر دیا اس کو جو فرعون اور اس کی قوم کیا کرتے تھے اور جو وہ بلند عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔

ماہرین آثار قدیمہ بتاتے ہیں کہ دور فراعنہ کی بہت سی عمارتیں تو ایسے ملیامیٹ ہو گئیں کہ ان کا کچھ باقی نہیں بچا۔ جبکہ بہت سی ایسی ہیں جن کے ملبہ کے پتھر اور اینٹیں گزشتہ اڑھائی تین ہزار برسوں میں مقامی لوگوں کی کتنی ہی نسلوں نے اپنے مکانات کی تعمیر میں کھپا لیں جن کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر یہ کہ مستقبل میں مزید آثار قدیمہ کا دریافت ہونا بھی خارج از امکان نہیں۔ جملہ معترضین کو انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ اعتراف بھی کرنا چاہئے کہ خود بائبل میں بیان کردہ پختہ اینٹوں سے تیار کردہ اس مینار کا ملبہ آج تک دستیاب نہیں ہو سکا جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبینہ طور پر بابل میں تعمیر کیا گیا تھا۔

(پیدائش باب 11 آیت 3)

بائبل میں تحریف ’’میثاق اہل کتاب‘‘ سے روگردانی کا ایک ثبوت ہے

پس قرآن مجید، فرقان حمید نے تو آیات بینات کے ذریعہ جملہ حقائق ہمارے سامنے خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے جو نہ تو خلاف عقل ہیں اور نہ خلاف واقعہ، جن کے ثبوت میں کتنے ہی تاریخی شواہد ملتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی لمحہ فکریہ ہے تو ان نام نہاد محققین کے لئے ہے جو مروّجہ بائبل کو غیر مبدّل اور غیر محرّف قرار دینے پر مصر ہیں۔ ایک بھٹہ خشت کا ذکر اپنی ہی ’’کتاب مقدس‘‘ کے متن سے اس لئے خارج کر دینا کہ اس سے قرآن مجید کے منجانب اللہ اور مبنی بروحِ حق ہونے کی تائید ہوتی دکھائی دیتی ہے، کوئی پہلا واقعہ نہیں۔ ان کے بارہ میں قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

’’اور جب اللہ نے ان لوگوں کا میثاق لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم لوگوں کی بھلائی کے لئے اس کو کھول کھول کر بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، پھر انہوں نے اس (میثاق) کو اپنے پسِ پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے معمولی قیمت وصول کر لی۔ پس بہت ہی بُرا ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔‘‘ (سورہ آل عمران آیت 188)۔

☆☆☆☆

بقیہ: سرمہ چشم آریہ کی وجہ تالیف، انقلابی اثرات، غیروں کے تأثرات اور سرقہ کی کہانی ....از صفحہ 11

نصرت سے تعلق رکھتا ہے۔

شق القمر کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے مہابھارت کا ایک حوالہ یوں پیش فرمایا ہے۔

شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں بھی شہادت پائی جاتی ہے مہابھارتہ کے دھرم پرب میں بیاس جی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر مل گیا تھا اور وہ اس شق قمر کو اپنے بے ثبوت خیال سے بسوامتر کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن پنڈت دیانند صاحب کی شہادت اور یورپ کے محققوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مہابھارتہ وغیرہ پران کچھ قدیم اور پرانے نہیں ہیں بلکہ بعض پرانوں کی تالیف کو تو صرف آٹھ سو یا نو سو برس ہوا ہے۔ اب قرین قیاس ہے کہ مہابھارتہ یا اس کا واقعہ بعد مشاہدہ واقعہ شق القمر جو معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا لکھا گیا اور بسوامتر کا نام صرف بے جا طور پر تعریف پر جیسا کہ قدیم سے ہندوؤں کے اپنے بزرگوں کی نسبت عادت ہے درج کیا گیا ہے۔

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 127)

نیز اسی کتاب میں حضور نے صفحہ 279 پر بھی اس معجزہ کا مہابھارت کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے۔ (دیکھئے سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 279)

اس حوالہ پر آریوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ دھرم پرب نام کا کوئی پرب مہابھارت میں نہیں ہے۔ اس لئے یہ حوالہ مرزا صاحب نے غلط دے دیا ہے۔ اس حوالہ پر محترم مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے تحقیق کی تو انہیں اکبر کے دور کا مہابھارت کا ایک فارسی ترجمہ مل گیا جو نول کشور پریس لکھنؤ سے چھپا ہوا تھا۔ اس ترجمہ میں فصل سوم از شانت پرب ’’موچھ دھرم‘‘ صفحہ 425 پر اس معجزہ کا ذکر تھا۔ یہ تحقیق الفضل 11 جنوری 1947ء میں چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے قدیم اسلامی تاریخی ماخذوں میں سے تاریخ فرشتہ میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے۔

مستقبل کی پیشگوئی

3/اکتوبر 1898ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے بعد نماز فجر فرمایا: رات کو بعد تہجد لیٹ گیا تھوڑی سی غنودگی کے بعد دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سرمہ چشم آریہ کے چار ورق ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ آریہ لوگ اب خود اس کتاب کو چھپوا رہے ہیں۔ (الحکم 8/اکتوبر 1898ء صفحہ 6)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں آریوں کے قبول حق کے لئے یہ کتاب بہت اہم کردار ادا کرے گی۔ اسی حوالے سے حضورؑ کو اور الہامات بھی ہوئے۔ فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تُو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 85)

ایک بار یہ الہام ہوا۔ ’’آریوں کا بادشاہ آیا‘‘۔ (تذکرہ صفحہ 313)

’’مجھ سے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔ ابھی وہ بچے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے۔ مگر وہ وقت آتا ہے کہ ان کی آنکھیں کھلیں گی اور زندہ خدا کو اس کے عجائب کاموں کے ساتھ بجز اسلام کے اور کسی جگہ نہیں پائیں گے۔‘‘

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 471)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریداران و قارئین الفضل انٹرنیشنل کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ الفضل انٹرنیشنل کا یہ شمارہ (12 اگست اور 19 اگست 2016ء) دو ہفتوں کا اکٹھا شائع کیا جا رہا ہے۔ اگلا شمارہ 26/اگست 2016ء کو شائع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اس شمارہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک تصویر بھی شامل ہے جو حضور انور نے ازراہ شفقت اپنے مبارک دستخطوں اور دعاؤں کے ساتھ قارئین الفضل انٹرنیشنل کے لئے عطا فرمائی ہے۔ الحمد للہ۔

(مینجر)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں

احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء اور 2016ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

عبدالرحمان

(قسط نمبر 194)

پاکستان میں ممبران جماعت احمدیہ کو شدّت پسند طبقہ کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا ہے۔ایک عرصہ سے جاری رہنے والی اس مخالفت نے عوام الناس کو بھی متاثر کر چھوڑا ہے۔ چنانچہ پاکستان بھر میں احمدیوں کے ساتھ تیسرے درجے کے شہریوں والا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اور ان پر ہر قسم کا ظلم کرنا، ان کے اموال کو لُوٹنا اور انہیں تکالیف پہنچانا عین 'اسلامی' کام سمجھا جانے لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز میں بسنے والے احمدیوں کو ہر آن اپنی حفاظت میں رکھے اور شرّ پسند عناصر کا عبرت ناک انجام کرے۔آمین

ذیل میں نومبر، دسمبر 2015ء اور 2016ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ہونے والے مظالم/مخالفت کے واقعات میں سے کچھ خلاصۃً پیش کیے جاتے ہیں۔

....

اخبارات ورسائل میں مخالفت

ہماری گزشتہ رپورٹس میں اس امر کا ذکر آچکا ہے کہ پاکستان میں اخبارات خصوصًا اردو زبان میں شائع ہونے والے جرائد میں احمدیوں کے خلاف ملّاؤں کے بیانات کو تو بہت جگہ دی جاتی ہے اور بغیر کسی تحقیق کے شائع بھی کر دیا جاتا ہے لیکن ان کے جواب میں جب جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی تردید یا خبر کا جواب بھجوایا جاتا ہے تو اسے شائع کرنے سے گریز کرنے کی ہر ممکن راہ اختیار کی جاتی ہے۔جنوری 2016ء کے دوران بھی مختلف اخبارات میں احمدیوں کے خلاف بے شمار خبریں شائع کی گئیں جن میں روزنامہ اوصاف لاہور، 5/جنوری، روزنامہ جنگ لاہور، 4/جنوری، روزنامہ دنیا فیصل آباد 4/جنوری، روزنامہ پاکستان لاہور، 3 جنوری، روزنامہ دنیا فیصل آباد، 3/ جنوری، روزنامہ ایکسپریس، 3/جنوری، روزنامہ نوائے وقت لاہور، 2/ جنوری، روزنامہ اوصاف لاہور، 2/ جنوری، اور اس کے علاوہ بہت سے اخبارات شامل ہیں۔

....

کراچی میں ایک احمدی کی شہادت

کراچی، 25/مئی 2016ء: کراچی کے علاقہ گلزارِ ہجری کے احمدی داؤد احمد صاحب ابن حاجی غلام محی الدّین صاحب کو مذہبی منافرت کی بنیاد پر ان کے گھر کے باہر نامعلوم افراد نے گولیاں مار کر شہید کر دیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شہید مرحوم کی عمر 55 سال تھی۔تفصیلات کے مطابق داؤد احمد اپنے گھر کے باہر کھڑے اپنے ایک دوست کا انتظار کر رہے تھے کہ دو نامعلوم افراد موٹر سائیکل پر آئے جن میں سے پچھلی سیٹ پر بیٹھے شقی القلب شخص نے ان پر فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ انہیں سینہ اور پیٹ میں تین گولیاں لگیں۔حملہ کے وقت ان کے دوست پاس ہی پہنچ چکے تھے۔انہوں نے آگے بڑھ کر ان کو بچانے کی کوشش کی تو حملہ آوروں نے ان پر بھی فائرنگ کر دی جس کی زد میں آ کر وہ بھی زخمی ہو گئے۔ دونوں زخمیوں کو فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔ دونوں کا فوری طور پر آپریشن کیا گیا۔ داؤد احمد جن کا جگر زخمی ہو چکا تھا اور سینے میں گولی لگنے کی وجہ سے خون بھی ضائع ہو چکا تھا جانبر نہ ہو سکے اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔ جبکہ ان کے دوست کا آپریشن کامیاب رہا۔

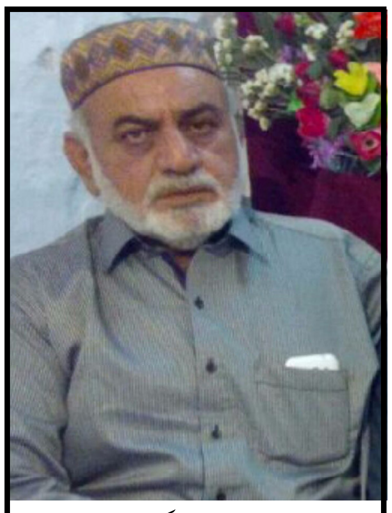

داؤد احمد شہید (کراچی)

داؤد احمد شہید کے لواحقین میں تین بیٹے شامل ہیں۔ان کی اہلیہ کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئی تھیں۔شہید مرحوم ایک شریف النفس اور بے ضرر احمدی مسلمان تھے جن کی کسی سے کوئی ذاتی رنجش نہ تھی۔ انہیں صرف احمدی ہونے کی وجہ سے شہید کیا گیا۔اس علاقہ میں اس سے پہلے بھی احمدیوں پر حملے کیے گئے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے ترجمان نے 25/مئی کو جاری کی جانے والی ایک پریس ریلیز میں بیان دیا کہ احمدیوں کے خلاف پورے ملک میں مخالفت کی ایک لہر چل رہی ہے۔اسی وجہ سے ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ نیشنل ایکشن پلان کے تحت اعلان کیا گیا تھا کہ نفرت پھیلانے والوں کے خلاف مؤثر کارروائی کی جائے گی۔مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلانے والے عناصر نہ صِرف آزاد ہیں بلکہ مسلسل اپنا شرانگیز پراپیگنڈہ بلاخوف جاری رکھے ہوئے ہیں۔

....

اٹک میں ایک احمدی کی شہادت

اٹک، 04/جون 2016ء: مذہبی منافرت کی بنا پر ہومیو پیتھ ڈاکٹر حمید احمد صاحب کو گھر کے باہر شہید کر دیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ انتہائی شریف النفس اور نیک سیرت انسان تھے۔آپ کی شہادت پر نظارت امورِ عامہ کی طرف سے پریس ریلیز میں کہا گیا کہ مؤرخہ 4 جون 2016ء بروز ہفتہ ڈاکٹر حمید احمد صاحب ابن شریف احمد صاحب عمر 63 سال ساکن دارالسلام کالونی اٹک شہر کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔تفصیلات کے مطابق ڈاکٹر حمید احمد اٹک شہر میں ہومیو پیتھک کلینک چلاتے تھے۔گزشتہ روز دوپہر کو نمازِ ظہر کے وقت کلینک سے ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے آئے اور نماز پڑھنے کے بعد تقریباً 2:30 بجے اپنے کلینک سے کچھ سامان لے کر گھر جا رہے تھے۔ وہ گھر کے گیٹ پر پہنچے ہی تھے کہ موٹر سائیکل سوار نامعلوم افراد نے پیچھے آ کر آپ پر فائرنگ کر دی۔ فائرنگ کے نتیجہ میں ایک گولی آپ کے سر میں لگی جس کی وجہ سے موقع پر آپ کی شہادت ہو گئی۔ فائرنگ کے بعد حملہ آور فرار ہو گئے۔

ڈاکٹر حمید احمد کو احمدی ہونے کی بنا پر مذہبی مخالفت کا سامنا تھا اور تقریباً ڈیڑھ سال قبل آپ کے کلینک کو رات

ڈاکٹر حمید احمد شہید (اٹک)

کے وقت دو دفعہ جلانے کی بھی کوشش کی گئی تھی۔آپ انتہائی شریف النفس اور نیک سیرت انسان تھے۔آپ نے لواحقین میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔آپ کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ حمید احمد صاحب کی میّت تدفین کے لئے ربوہ لائی گئی۔

....

کراچی میں احمدی ڈاکٹر کی شہادت

کراچی میں احمدی ہونے کی بناء پر ایک احمدی ڈاکٹر کو شہید کر دیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس افسوسناک واقعہ پر جماعتِ احمدیہ کے مرکزی دفتر کی طرف سے جاری کی جانے والی پریس ریلیز ذیل میں بتایا گیا کہ کراچی میں مذہبی منافرت کی بنا پر گزشتہ روز 20 جون 2016ء کو رات تقریباً 9:30 بجے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر چوہدری خلیق احمد صاحب ولد چوہدری بشیر احمد صاحب بعمر تقریباً 49 سال کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔تفصیلات کے مطابق چوہدری خلیق احمد صاحب نے اپنے گھر کے قریب ہی کلینک بنا رکھا تھا اور حسبِ معمول اپنے کلینک واقع سکندر گوٹھ نزد ابو الحسن اصفہانی روڈ، گلزار ہجری پر موجود مریضوں کو دیکھ رہے تھے کہ نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کر دی اور موقع سے فرار ہو گئے۔فائرنگ کے نتیجہ میں دو گولیاں سر میں لگیں۔انہیں فوری طور پر قریبی ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی جاں بحق ہو گئے۔انہوں نے لواحقین میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی کو سوگوار چھوڑا ہے۔

چوہدری خلیق احمد صاحب جماعت احمدیہ کے ایک فعّال رکن تھے۔وہ ایک نیک نام شخص تھے ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔انہیں صرف احمدی ہونے کی بنا پر ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے۔اس علاقے میں پہلے بھی احمدیوں پر فائرنگ کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔کراچی

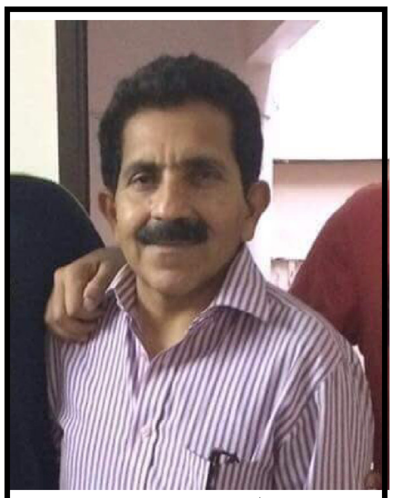

ڈاکٹر خلیق احمد شہید (کراچی)

کے اسی علاقہ گلزار ہجری میں گزشتہ ماہ مئی کی 25 تاریخ کو مذہبی منافرت کی بنا پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ایک احمدی داؤد احمد صاحب ابن حاجی غلام محی الدین صاحب کو شہید کر دیا تھا۔

ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان سلیم الدین صاحب نے اس افسوسناک واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ 1984ء کے امتیازی قوانین کے اجراء سے اب تک کراچی میں جماعت احمدیہ کے 31 افراد کو نشانہ بنا کر قتل کیا گیا ہے اور کسی ایک کے قاتل کو بھی انجام تک نہیں پہنچایا گیا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: ''ایم ٹی اے انٹرنیشنل۔افریقہ'' کا مبارک آغاز
از صفحہ 28

چینل ''ایم ٹی اے انٹرنیشنل۔افریقہ'' کا آغاز فرمایا۔ یہ چینل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات و خطابات اور دیگر مرکزی پروگراموں کے علاوہ افریقہ کی مختلف زبانوں اور وہاں کے مقامی تقاضوں کے مطابق خصوصی پروگرام بھی نشر کرے گا۔ یوں ایک کثیر تعداد تک ان کی مقامی زبان میں اور ان کے مزاج اور حالات کے مطابق اسلام احمدیت کا پیغام پھیلے گا۔اور بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔اور وہ جو اسلام احمدیت کے پیغام کو قبول کر چکے ہیں ان کی تعلیم و تربیت اور تقویتِ ایمان کا سامان کرے گا۔انشاءاللہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جونہی بٹن دبا کر اس نئے چینل کا آغاز فرمایا پہلے چند منٹ پر مشتمل ایک مختصر وڈیو ریکارڈنگ اس پر چلائی گئی جس میں تلاوت قرآن کریم اور اس نئے چینل کا مختصر تعارف تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وہیں کھڑے کھڑے اس وڈیو کو ملاحظہ فرمایا اور پھر اس کے اختتام پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کروائی۔ یہ تمام تقریب ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ براہ راست ساری دنیا میں نشر ہوئی اور دنیا بھر کے کروڑوں احمدی اپنے پیارے امام کے ساتھ اس تاریخی اور تاریخ ساز موقع پر دعا میں شامل ہوئے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز محمود ہال (مسجد فضل لندن) میں تشریف لائے جہاں ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے مختلف عہدیداران اور کارکنان اور دیگر مدعووین موجود تھے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از راہ شفقت چند منٹ کے لئے ہال میں کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ایم ٹی اے انتظامیہ نے خوشی کے اس موقع پر کیک اور مختصر سی ریفریشمنٹ کا انتظام کیا ہوا تھا۔حضور انور نے انتظامیہ کی درخواست پر اپنے دست مبارک سے کیک کاٹا اور پھر اپنے دفتر تشریف لے گئے۔

اس تاریخی اور تاریخ ساز پُر مسرّت موقع پر ادارہ الفضل انٹرنیشنل اپنی طرف سے اور تمام قارئین الفضل کی طرف سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور تمام افرادِ جماعت کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس چینل کا افتتاح ہر لحاظ سے بہت بابرکت فرمائے اور افریقہ کی سعید روحوں کو اسلام احمدیت کے پیغام کو بکثرت قبول کرنے اور اس فیضیاب ہونے کی توفیق و سعادت بخشے۔اور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے زیر سیادت اشاعت اسلام کی عالمگیر مہم دن بدن نئی وسعتیں اختیار کرتے ہوئے استحکام پکڑتی چلی جائے۔آمین

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت حافظ احمد دین صاحبؓ ڈنگوی

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 19؍نومبر 2011ء میں حضرت حافظ احمد دین صاحبؓ ڈنگوی ولد حکیم پیر بخش صاحب کا تذکرہ ’’تاریخ احمدیت‘‘ سے منقول ہے۔

حضرت حافظ احمد دین صاحب قریباً 1869ء میں ڈنگہ میں پیدا ہوئے۔ بیعت کی سعادت 1898ء میں حاصل ہوئی۔ اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ فرمایا تو میرے بعد میرے استاد کے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ خود قادیان جاکر دیکھا جائے۔ اس وقت مشہور تھا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی جادو ہے اور جو کوئی بھی قادیان جاتا ہے اُسے جادو والی روٹی کھلا دی جاتی ہے اور پھر وہ بغیر بیعت کئے واپس نہیں آتا۔ اس خیال کی بِنا پر مَیں نے اور میرے استاد نے تین چار دن کی خوراک اپنے ساتھ لے لی تا کہ قادیان کی روٹی نہ ہی کھائیں۔ جب ہم قادیان کی طرف روانہ ہوئے تو تمام راستے میں یہی سوچتے آئے کہ حضرت مسیح موعود سے کیا کیا سوال کریں گے؟ جس وقت ہم قادیان پہنچے اس وقت حضرت مسیح موعودؑ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور تقریر فرما رہے تھے۔ ہم بھی خاموشی سے مجلس میں جاکر بیٹھ گئے۔ جو جو سوال دل میں سوچ کر گئے تھے۔ اُنہی سوالوں کا جواب حضورؑ دے رہے تھے۔ ہم حیرت سے حضورؑ کا چہرہ دیکھنے لگے اور اسی وقت بیعت سے مشرف ہوگئے۔

حضرت حافظ صاحب شروع سے ہی جماعت احمدیہ ڈنگہ کے امیر اور سیکرٹری مال چلے آتے تھے اور وفات تک ان خدمات پر فائز رہے۔ نہایت رقیق القلب، بہت نیک، پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ آپ کا گھر گویا جماعت ڈنگہ کا مرکز تھا جہاں عیدین، جمعہ اور پانچوں وقت کی نمازیں ادا ہوتی تھیں۔ بہت سے احمدی بچوں اور بچیوں نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نیک فطرت عطا کی تھی۔ علم طب میں بھی ماہر تھے گو ان کا روزگار اس علم پر نہ تھا۔ حاجتمندوں کو دوا مفت دیا کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحبؓ مہاجر قادیان (بیعت 1903ء) آپ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت حافظ صاحبؓ کی وفات 19 نومبر 1954ء کو 85 سال کی عمر میں ڈنگہ میں ہوئی۔ جنازہ ربوہ لایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں تدفین عمل میں آئی۔

محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش

ہفت روزہ ’’بدر‘‘ قادیان (درویش نمبر 2011ء) میں مکرم مامون الرشید تبریز صاحب (مربی سلسلہ) نے اپنے دادا محترم میاں عبدالعظیم صاحب کا ذکرخیر کیا ہے۔

محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش ولد رحمت اللہ صاحب آف پنڈی بھٹیاں 1914ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ نے حضرت میاں محمد مراد صاحب حافظ آبادی کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔

محترم میاں عبدالعظیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں محمد مراد صاحب کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ تھا۔ اس راہ میں ذاتی نقصانات کی قطعاً پروانہ کرتے۔ کاروبار تباہ ہوگیا۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) کے مسلمان ہونے پر ہندو اتنے برافروختہ ہوئے کہ بالآخر میاں صاحب کو بیرانوالہ سے بھاگ کر پنڈی بھٹیاں جانا پڑا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ دختر یار محمد صاحب سکنہ پنڈی بھٹیاں کھاتے پیتے گھرانے کی تھیں۔ وہاں موصوفہ کے حصے کا مکان بھی تھا۔ میں تیرہ چودہ سال کا نوجوان تھا۔ مخالفین کے اعتراض لے کر آیا۔ آپ نے مجھے الفضل پڑھنے کو دیا۔ اور جب بھی آتا الفضل پڑھنے یا سنانے کو کہتے اور میری تعریف کرتے کہ تمہارا علم میرے بچّوں سے زیادہ ہے۔ اس طرح مجھ پر اثر ہونے لگا۔ 1928ء کے اوائل میں مَیں نے بیعت کرلی۔ میری بیعت کا علم جب والد صاحب کو ہوا تو وہ مجھے بہت زدوکوب کرتے۔ ایک موقعہ پر غصّہ میں میرے سر پر شیشے کی بوتل دے ماری جس سے سر لہولہان ہوگیا۔ پھر انہوں نے مجھے عاق کردیا۔ مَیں قادیان آگیا اور ایک سال بعد دو اڑہائی صدروپیہ کماکر واپس گیا تو بھی والد صاحب کے غصّہ میں کسی قسم کی کمی نہ تھی۔ انہوں نے میرے کپڑے اتروا کر ایک معمولی لنگوٹی بندھوائی۔ روپیہ اور سامان چھین لیا اور نہایت بے رحمی سے زدوکوب کرکے بری طرح زخمی کردیا اور کمرہ میں مقفل کرکے چلے گئے۔ مَیں وہاں سے کسی طرح نکل کر بھاگا۔ کئی احمدیوں نے میرے والد کی شدّتِ مخالفت کے باعث خائف ہوکر بمنّت پناہ دینے سے معذرت کرلی۔ بالآخر سیّدوالا میں مَیں نے دکان کھول لی۔ کچھ عرصہ بعد وہاں شدیدطور پر بیمار ہوا۔ ڈاکٹری مشورہ پر مجھے وطن بھجوادیا گیا۔ میں کئی روز سے بے ہوش تھا۔ والد صاحب نے اس حالت میں بھی میری چارپائی گھر سے نکلوادی۔ پانچ سال بعد حضرت میاں محمد مراد صاحب کی تبلیغ سے میرے بھائی حافظ محمد عبداللہ صاحب (والد محترم مولوی دوست محمد صاحب) اور دوسرے بھائی میاں اللہ بخش صاحب بھی احمدی ہوگئے۔ اس سے والد صاحب کے طیش میں کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے میاں محمد مراد صاحب کو تین دفعہ زدوکوب کیا۔ اس پر ایک دفعہ میاں صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھے تین دفعہ پیٹا اور آپ کے تین بیٹے احمدی ہوگئے۔ آپ تین دفعہ اَور مار پیٹ کرلیں تا بقیہ تین بھی احمدیت قبول کرلیں۔

آخر والد صاحب کی طرف سے ہم تینوں احمدی بیٹوں کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے بعض شرائط پر یہ مباہلہ طے پاگیا۔ ایک سال میں یہ نتیجہ نکلا کہ والدہ وفات پاگئیں جو والد صاحب کے لئے سہارا تھیں۔ اس طرح وہ بکلّی دوسروں کے محتاج ہوگئے۔ غلام حیدر (غیراحمدی مباہل) نے داماد کے ساتھ جھگڑے کی وجہ سے نکاح چھڑوانے کے لئے اپنی لڑکی کو عیسائی بنایا جس کے نتیجہ میں وہ باوجود امیر ہونے کے نہایت ذلیل ہوکر روپوش ہوگیا اور بعد میں عدم پتہ ہونے کی حالت میں ہی مرکھپ گیا۔ ایک اور غیراحمدی مباہل کی ہمشیرہ جس سے اسے شدید محبت تھی چھت سے گری اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور عمربھر کے لئے لنگڑی ہوگئی۔ اسی طرح بقیہ تین کو بھی نقصان پہنچا۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ والد صاحب قادیان آئے اور کہا کہ میں آپ کے حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ مَیں اُن سے کہنا چاہتا ہوں کہ کام کے تینوں لڑکے جو سمجھدار تھے وہ آپ نے لے لئے۔ دوسرے تینوں میرے پاس رہے، میرے ساتھ تبادلہ کرلیں۔ مَیں نے کہا کہ وہ کھوٹا مال نہیں لیتے۔ اس پر رونے لگے۔ بعد میں والد صاحب نے اپنا یہی پیغام اپنے پوتے یعنی مولانا دوست محمد شاہد صاحب کے ذریعہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھجوایا تو حضورؓ مسکرائے اور فرمایا کہ اپنے دادا کو میرا پیغام پہنچادیں کہ مجھے بیٹوں کا تبادلہ بخوشی منظور ہے۔ آپ اپنے غیراحمدی بیٹے میرے حوالے کردیں اور آپ کے احمدی بیٹوں کو میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ احمدیت ترک کرکے آپ کے ساتھ شامل ہوجائیں۔ جب حضورؓ کا یہ پیغام والد صاحب کو ملا تو وہ بچوں کی طرح زاروقطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے خلیفہ صاحب کتنے چالاک ہیں، انہیں یقین ہے کہ میرے مرزائی بیٹے تو کبھی ’مرزائیت‘ کو نہیں چھوڑیں گے اس لئے اب وہ میرے دوسرے تین بیٹوں پر بھی اپنا ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں۔

غرض والد صاحب کی مخالفت کے پیش نظر مَیں 1929ء میں پہلے سیدوالا پھر لاہور اور بالآخر مستقل طور پر قادیان آگیا اور یہاں جلد سازی کا کام شروع کیا جو شروع میں بالکل نہیں چلتا تھا۔ بچوں کی پیدائش کے بعد گزارہ کی ایک صورت مرغیاں پال کر انڈے بیچ کر پیدا کی۔ لیکن پھر اس قدر برکت ہوئی کہ قادیان میں اپنا گھر بھی بنالیا اور دکان بھی خریدلی۔ بعد میں صدرانجمن کا پرانا کتب خانہ نیلامی میں خریدلیا جسے ’’احمدیہ بک ڈپو‘‘ کے نام سے چلاتا رہا۔ پھر اپنے بھتیجے (محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد) کو تعلیم کی غرض سے قادیان بلالیا۔

محترم میاں عبدالعظیم صاحب بیان کرتے تھے کہ کچھ عرصہ بعد والد صاحب اپنے دل میں ہزاروں حسرتیں لئے چل بسے۔ بعد میں ایک بیٹے نے جو پنڈی بھٹیاں کی ایک مسجد کا امام تھا خودکشی کرلی۔ دوسرا جو پاؤں سے معذور تھا لاولد اس جہان سے اٹھ گیا۔ اس کے مقابل تینوں احمدی بیٹوں نے لمبا عرصہ خدمت دین کی توفیق پائی۔ تقسیم ملک سے قبل مَیں نے دوشادیاں کیں جبکہ تیسری شادی دورِ درویشی میں کی۔ میرے ہاں آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ (آپ کے ایک بیٹے مولانا خورشید احمد صاحب انور وکیل المال تحریک جدید قادیان ہیں)۔

محترم میاں عبدالعظیم صاحب کو کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آپ نے ایک کتابچہ میں سلسلہ کی تمام کتب کا تعارف بھی شائع کیا۔ آپ کی دوسری تصنیف ’’عجائبات وکمالات ختم نبوت‘‘ ہے جو آپ نے بصارت ختم ہوجانے کے بعد زبانی لکھوائی اور تمام حوالے بھی درج کروائے۔

آپ کو تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ قادیان کی زیارت کے لئے آنے والے مہمانوں کو پُرزور تبلیغ کرتے اور شوقِ تبلیغ میں اکثر دارالضیافت بھی جایا کرتے۔ اپنے غیرمسلم دوستوں کو تبلیغ کرنے کے لئے اکثر قادیان سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔ آپ نہایت خوش مزاج وجود تھے۔

آپ بہت شوق سے مالی تحریکات میں حصہ لیا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ بیعت کے بعد جلد نظام وصیت میں شامل ہوگئے۔

آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ کسی بچہ کو روتا دیکھتے تو اپنے مخصوص ہنر سے اُسے بہلا لیتے اور کاغذ کی اشیاء (مینار، مسجد اور پھول وغیرہ) بناکر اُسے دے دیتے۔ بچوں کی تربیت کا بھی آپ کو خاص خیال تھا لیکن مار پیٹ کے مخالف تھے۔ نماز اور جلسوں میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔

آپ بہت متوکّل تھے۔ ایک مرتبہ کچھ سکھ احباب آپ کے پاس آئے اور کہا کہ جلد بندی کا کچھ کام ہے لیکن اس کے لئے آپ کو وہاں آنا ہوگا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک بیٹے کے ہمراہ چلے گئے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ دراصل گوروگرنتھ صاحب کی جلد بندی کی جانی ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ کام خوش اسلوبی سے کیا اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہے۔ جب کام مکمل ہوگیا تو آپ کو اُجرت پیش کی جانے لگی مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ گوروگرنتھ صرف آپ کی ہی کتاب نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کی بھی ہے۔ پھر آپ قادیان واپس آتے ہوئے بیٹے کو بتاتے رہے کہ ہم آئے تو کمائی کی غرض سے تھے مگر واپس خدمت کرکے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا اجر بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ اگلے ہی روز آپ کی غیرموجودگی میں آپ کے گھر میں وہی سکھ احباب بوریوں میں آٹا، دال چاول اور دوسرا راشن لاکر چھوڑ گئے اور کہہ گئے کہ کل آپ نے سیوا کی تھی آج ہمیں سیوا کا موقع دیں۔

آپ نے اپنی تمام زندگی نہایت سادگی کے ساتھ گزاری۔ کبھی دنیاوی خواہشات کی پیروی نہیں کی۔ یکم اپریل 1991ء کو بعمر 78 سال وفات پاکر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور اسی سال جب حضورؒ قادیان تشریف لائے تو آپ کے مزار پر دعا بھی کی۔

محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب

ہفت روزہ ’’بدر‘‘ قادیان (درویش نمبر 2011ء) میں مکرم منیر احمد خادم صاحب (ناظر اصلاح و ارشاد قادیان) نے اپنے والد محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 30 ستمبر 2011ء میں محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی ایک غزل شائع ہوئی ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب پیش ہے:

کچھ رہے باقی نہ کچھ اس کے سوا باقی رہے
حوصلہ افکار کا ، احساس کا باقی رہے
میں قفس میں مر بھی جاؤں اس کی کچھ پرواہ نہیں
یہ نہ ہو مر کے بھی میری کچھ سزا باقی رہے
آخری اک ذائقہ ہے موت کا بس ذائقہ
پھر زباں باقی رہے نہ ذائقہ باقی رہے
اُف یہ کربِ آگہی ، یہ ہارنے کا حوصلہ
بس خدا باقی ، خدا کا آسرا باقی رہے
چھین لے سیلِ حوادث مجھ سے میری کائنات
آنکھ میں کاجل نہ ہو لیکن حیا باقی رہے
بات کچھ بننے نہ پائی کھل گئے سب میرے راز
ہاتھ میں پکڑے ہوئے بندِ قبا باقی رہے

کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں۔ آپ کا مختصر ذکرِ خیر قبل ازیں 5/جولائی 2002ء کے شمارہ میں ''الفضل ڈائجسٹ'' کی زینت بن چکا ہے۔

محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب قریباً 1925ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں آپ کی دادی محترمہ حضرت مائی جیواں صاحبہؓ نے حضرت مولوی جان محمد صاحبؓ کے ذریعہ بیعت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد آپ کے والد حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ اور والدہ حضرت عمراں بی بی صاحبہؓ اور دیگر عزیز بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ان تمام بزرگوں کی انتہائی مخالفت ہوئی مگر یہ سب بفضل خدا ثابت قدم رہے۔

آپ کے خاندان کا ڈسکہ میں بھینسوں کے بیوپار کا اچھا کاروبار تھا۔ دو مکان تھے۔ آپ کی والدہ آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں اس لئے 1930ء میں آپ کے والد ڈسکہ کی جائیداد بیچ کر قادیان آگئے اور یہاں زمین خرید کر مکان بنوایا۔ آپ تین بھائی تھے۔ چھوٹے بھائی نذیر احمد صاحب نے بھی زندگی وقف کی اور تحریک جدید کی زمینوں پر سندھ میں بطور منشی مقرر ہوئے۔

محترم خادم صاحب نے چھٹی جماعت تک تعلیم پائی اور پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم ترک کردی۔ 1941ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر فوج میں بھرتی ہوگئے جہاں خوب تبلیغ کی توفیق پائی۔ پانچ سال بعد 1946ء میں فوج سے فراغت حاصل کرکے دیہاتی مبلغین کی کلاس میں شامل ہوکر زندگی وقف کردی۔ اپریل 1946ء میں آپ کی شادی حضرت فضل الدین صاحب عبداللہؓ کی بیٹی محترمہ عطیہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ ان سے خدا تعالیٰ نے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ دوسری شادی سے بھی دو بیٹے ہوئے۔ آپ کے آٹھوں بیٹوں کو مولوی فاضل کرکے زندگیاں وقف کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔

1947ء میں تقسیم ملک ہوا تو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر محترم خادم صاحب نے بھی حفاظتِ مرکز کے لئے خود کو پیش کردیا۔ دورِ درویشی میں آپ نے بطور مربی متعدد مقامات پر چالیس سال تک خدمت کی سعادت حاصل کی اور اس دوران آپ کے ذریعہ گیارہ صد سے زائد بیعتیں ہوئیں جبکہ دو درجن سے زائد بچوں کو قادیان لاکر اور بعضوں کا خرچ خود برداشت کرکے مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ دلوانے کی توفیق ملی۔ آپ کو تبلیغ کا جنون تھا اور نئے نئے طریقے دعوت الی اللہ کے نکالا کرتے تھے۔ قادیان میں لمبا عرصہ آپ دفتر زائرین میں خدمت بجا لاتے رہے۔ کامیاب تبلیغ کے لئے خاص طور پر نماز تہجد میں رو رو کر دعا کرتے تھے۔ تمام خدام سلسلہ اور خلیفہ وقت کے لئے دعائیں کرنا آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد بہت رقت اور سوز کے ساتھ ادا کرتے تھے اور چلتے پھرتے بھی ذکر الٰہی کرتے۔ گھر میں بھی بچوں کی تربیت کا بلکہ ماحول کی تربیت کا بھی خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

آپ کو آٹھ سال بحیثیت صدر مجلس انصار اللہ بھارت خدمت کی توفیق ملی۔ اس دوران مجلس کا نیا دفتر تعمیر کروانے کی توفیق بھی ملی۔ اسی طرح بھارت میں مجلس کے اجتماعات کا آغاز بھی آپ کے دَور میں ہوا۔

خدمت خلق آپ کی زندگی کا خصوصی شعار تھا۔ یتیم بچوں اور بچیوں کو گھر میں لاکر ان کی پرورش کرتے تھے۔ کئی غریب اور یتیم بچیوں کی شادیاں اپنے گھر میں کیں۔ ایک مرتبہ یوپی کے گاؤں انجولی سے حکیم عبدالقدوس صاحب کو (جو لاوارث تھے)، آپ کے بیٹے مکرم ظہیر احمد خادم صاحب قادیان لائے۔ اُن کی ایک زمین تھی جو انہوں نے جماعت کے نام وقف کردی تھی اور پھر وہ آپ کے گھر میں رہا کرتے تھے اور آپ معصوم بچوں کی طرح اُن کی نگہداشت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گھر میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ آپ حکیم صاحب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کی وجہ سے جنت کی بشارت دی ہے۔

آپ نہایت پوشیدہ طور پر غربا کی مدد کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنی ضرورت کو نظرانداز کرکے ایسا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب کہ گھر میں گندم کی قلّت تھی، فاقے چل رہے تھے۔ آپ کی درخواست پر آپ کو بیس کلو گندم جماعتی اسٹور سے ملی۔ آپ جب گندم لے کر گھر جارہے تھے تو راستے میں ایک دوست نے کہا کہ آپ تو یہاں کے پرانے باشندے ہیں آپ کو تو اَور گندم مل جائے گی، میرے گھر میں گندم نہیں ہے۔ اس پر آپ نے یہ گندم ان کو اُٹھوادی اور خود خالی ہاتھ گھر آگئے۔

آپ کی پہلی بیوی عطیہ بیگم صاحبہ کی وفات 1970ء میں ہوئی تھی۔ ان سے آپ کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ مرحومہ نے آپ کے ساتھ تبلیغی میدان میں عورتوں میں تبلیغ اور تربیت و تنظیم لجنہ اماء اللہ کا بہت کام کیا اور بچوں کو قرآن کریم اور بڑی عمر کی مستورات کو قرآن کریم مع ترجمہ پڑھانے کی کوشش کی اور یہ سلسلہ ان کی وفات کے ایک دن قبل تک چلتا رہا۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولوی صاحب نے اپنے متعدد رؤیا وکشوف ڈائری میں تحریر کئے ہیں جن میں سے چند اس مضمون میں شامل ہیں۔ ایک کشف میں آپ نے نیم بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ کو انسان کی شکل میں کھڑا دیکھا۔ آپ اُن سے لپٹ لپٹ کر پیار کررہے ہیں اور پیار کے ساتھ جسم دباتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اللہ میاں واقعی مخلوق پر آپ کے بڑے احسان ہیں آپ بہت ہی مہربان ہیں۔ ہمیں آپ کا بیحد شکر کرنا چاہئے۔

ایک روز میاں بیوی تعلیم یافتہ ہندو قوم سے قادیان آئے اور تحقیق کی غرض سے مہمان خانہ میں ایک دن کے لئے ٹھہر گئے۔ آپ نے ان کو پیغام حق پہنچایا اور کچھ لٹریچر دیا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد تلاوت کرکے آپ لیٹ گئے اور مہمانوں کے پاس جانے میں بےتوجہی کا اظہار کررہے تھے کہ الہام ہوا: ''وصل مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں سیر کرو''۔ چنانچہ فوراً اُٹھ کر گئے اور ان سے محبتِ الٰہی کے موضوع پر باتیں کیں۔ خدا کے فضل سے اُن پر ایسا اچھا اثر ہوا کہ وہ احمدیت میں شامل ہوگئے۔

ایک دوپہر آپ نے خواب دیکھا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اور برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے جسم کو حضور علیہ السلام کے جسم کے ساتھ مل رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ایک بہت بڑا پیالہ شربت کا بھر کر آپ کو دیا۔ آپ نے پیالہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر رقّت بھرے لہجے میں عرض کیا کہ حضور دعا فرماویں کہ یہ پیالہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کا ہو۔ حضورؑ نے فرمایا: آمین۔ پھر آپ نے وہ پیالہ پی لیا تو کچھ بچا ہوا شربت بھی حضورؑ نے آپ کے پیالہ میں ہی ڈال دیا اور وہ بھی آپ نے پی لیا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھٹو اور ضیاء الحق کے بدانجام کے بارہ میں بھی قبل از وقت بذریعہ کشوف اطلاع دی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ الہاماً قادیان کو چھوڑ کر باہر نہ جانے کا بھی ارشاد فرمایا۔ اسی طرح ایک بار تہجد کی نماز کی ادائیگی کا ارشاد فرمایا۔ بارہا پریشانیوں کے دوران تسلّی آمیز الہام ہوئے۔ اور خلافت ثالثہ کے ابتدائی دَور میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مرزا طاہر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے آئے ہیں اور آواز آئی کہ 'قادیان کی واپسی کا تعلق مرزا طاہر احمد کے ساتھ ہے'۔ آپ سمجھ گئے کہ چوتھے خلیفہ حضرت میاں طاہر احمد صاحب ہوں گے اور قادیان کی واپسی کا عظیم نشان ان کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔

محترم بشیر احمد خادم صاحب کی وفات 26/جولائی 2001ء کو ہوئی۔

دو منتخب حکایات

مجلس انصاراللہ ناروے کے رسالہ ''انصاراللہ'' برائے 2011ء میں 'انتخاب' کے زیرعنوان جو تحریریں شامل اشاعت ہیں، اُن میں دو ہدیۂ قارئین ہیں:

نزولِ ملائک

...... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں جس زمانہ میں دہلی کہنہ میں رہتا تھا۔ کوچۂ انبیاء میں ایک سیّد کے گھر ایک پوربی باندی رہتی تھی جو بالکل جاہلہ تھی اور نماز کی بھی پابند نہ تھی۔ چونکہ وہ عمر رسیدہ ہوگئی تھی اور گھر کے تمام صاحبزادوں پر اپنا حق رکھتی تھی اس لئے وہ لوگ اس کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ جب اُس کا آخری وقت ہوا تو وہ ایک آواز پوربی لہجے میں بلند کرتی تھی جس کا مطلب کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر میرے چچا شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ کو بلایا گیا۔ وہ تشریف لے گئے اور معلوم کرلیا کہ اُس کی زبان سے لَاتَخَافِیْ لَاتَحْزَنِیْ (اے عورت! مت خوف کر، مت غمگین ہو) نکل رہا ہے۔ چچا صاحب نے اُس کے تیمارداروں سے فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کہ یہ الفاظ کس وجہ سے کہہ رہی ہے؟ بڑی کوشش کے بعد اُس نے جواب دیا کہ ایک جماعت (فرشتوں کی) آئی ہوئی ہے، اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں۔ پھر آپؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا تُو اِن الفاظ کا مطلب سمجھ رہی ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھے تو بس اتنا محسوس ہورہا ہے کہ یہ جماعت مجھے تسلّی دے رہی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ کس عمل کی وجہ سے یہ تسلّی دی جارہی ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تیرے پاس اَور اعمالِ خیر تو نہیں ہیں، البتہ تُو ایک دن بازار سے گھی لائی تھی۔ گھر آکر تُو نے گھی کو جوش دیا تو اُس میں سے ایک روپیہ نکلا۔ اوّل تُو نے چاہا کہ اس روپے کو چپکے سے اپنے پاس رکھ لے لیکن پھر یہ خیال کرکے کہ حق تعالیٰ دیکھ رہا ہے، تُو نے وہ روپیہ دکاندار کو لَوٹا دیا۔ تیرا یہ عمل اللہ کے یہاں پسند آیا اور اسی وجہ سے یہ بشارت دی جارہی ہے۔

خدا کی تابعداری

...... جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی کا بیان ہے کہ ایک زمانہ میں چار بزرگ ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآباد میں، حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوہ میں، حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پت میں اور حضرت میاں محمد شیر صاحب پیلی بھیت میں۔

مجھے اُس زمانہ میں تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بہت شوق تھا اور مَیں دو برس سے مسلسل ان اعمال کی کوشش کررہا تھا۔ اور جو شخص جو طریقہ تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بتاتا تھا اس پر محنت کرتا تھا۔ سردی کے موسم میں دریا کے پانی کے اندر آدھی رات کو کھڑے ہوکر عمل پڑھنے سے گردوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔ ترکِ حیوانات کے چِلّوں سے جسم مرجھا گیا تھا اور ایک طرح کا جنون اور خبط میرے اندر پیدا ہوگیا تھا۔ یکایک مَیں نے سنا کہ پیلی بھیت میں حضرت میاں محمد شیر صاحب تسخیرِ جنّات و تسخیرِ ہمزاد کے بہت بڑے عامل ہیں۔ چنانچہ مَیں دہلی سے ریل میں سوار ہوکر پیلی بھیت گیا۔ میرے دل میں صرف ہمزاد اور جنات کی تسخیر کا شوق تھا، خداپرستی یا خداجوئی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔

جب مَیں پیلی بھیت کے اسٹیشن پر اترا تو میرے پاس صرف چار پیسے تھے۔ مَیں نے خیال کیا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے اس لئے میں نے ایک آنہ کے امرود خرید لئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے دیکھا مٹی سے بنا ہوا ایک کچا چبوترا ہے جس کے اوپر ایک دروازہ ہے۔ دروازہ کا آدھا کواڑ کھلا ہوا ہے اور چوکھٹ کے پاس ایک چھوٹی سی منڈھیا بچھی ہوئی ہے جس پر سانولے رنگ کے چھوٹے قد کے ایک بزرگ بیٹھے ہیں جن کی سفید لمبی داڑھی، گاڑھے کا لباس اور نیلے گھاڑھے سے ایک چھوٹی سی پگڑی سر پر بندھی ہوئی ہے۔

مَیں نے جاکر سلام کیا اور امرود اُن کے قدموں میں رکھ دئے اور دیگر لوگوں کے ساتھ مٹی کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: کہو میاں دہلی میں خیریت ہے؟ مَیں نے گستاخانہ انداز میں عرض کی کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ مَیں دہلی سے آیا ہوں تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ دہلی میں خیریت ہے یا نہیں۔

یہ سن کر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا ہم تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے نام لینے والوں میں سے ہیں جہاں کے تم رہنے والے ہو اور جن کے تم کہوتے ہو۔ یہ امرود کیوں لائے ہو؟

مَیں نے کہا جن کا نام ابھی آپ نے لیا کہ آپ ان کا نام لینے والے ہیں، اُنہی کی نصیحت ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور فرمایا کہ جب چار ہی پیسے پاس ہوں تو انسان انہیں کیوں خرچ کرے!۔

تھوڑی دیر کے بعد پہاڑ کے کچھ آدمی ایک عورت کو لائے۔ اس عورت کی آنکھیں لال تھیں اور وہ بہک رہی تھی۔ ساتھ والوں نے کہا کہ اس عورت پر آسیب ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا تیل منگاؤ۔ تھوڑی دیر میں تیل آگیا۔ شاہ صاحب نے اس تیل کو نہ اپنے ہاتھ میں لیا اور نہ اس کو دیکھا، نہ اس پر کچھ دَم کیا۔ فرمایا کہ ایک ایک قطرہ تیل کا عورت کے دونوں کانوں میں ڈال دو۔ فوراً تعمیل کی گئی، تیل ڈالتے ہی عورت اچھی ہوگئی، آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور اس کے حواس بھی درست ہوگئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور مجھ سے فرمایا: لوگ کہیں گے کہ یہ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ یکم دسمبر 2011ء میں مکرم عبدالمنان ناہید صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔ لاہور میں ہونے والی دہشتگردی کے پس منظر میں کہی گئی اس غزل میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہاتھ اٹھاؤ نہ ناتوانوں پر
نہ کرو ظلم اپنی جانوں پر
آندھیوں زلزلوں کی زد میں ہیں
آپ بیٹھے ہیں جن مچانوں پر
ہم اگرچہ زمیں پہ بیٹھے ہیں
پر نگاہیں ہیں آسمانوں پر
آپ اتنا تو جانتے ہوں گے
ایک حاکم ہے حکمرانوں پر
قلبِ مومن سے جب دعا نکلے
شور اٹھتا ہے آسمانوں پر
وہ جو راتوں کے تیر ہیں ناہید
بیٹھتے ہیں وہی نشانوں پر

عورت میری کرامت سے اچھی ہوئی حالانکہ اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔مَیں نے تو تیل پر کچھ پڑھا بھی نہیں اور اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔دراصل عورت کے دماغ میں خشکی تھی،تیل ڈالنے سے وہ خشکی جاتی رہی۔

مَیں نے کہا جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ کے بہلانے اور ٹالنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

یہ سن کر شاہ صاحب نے پھر تبسم فرمایا۔اس کے بعد ارشاد کیا: میاں! جب ہم تمہاری عمر میں تھے تو ہمزاد اور جنات تابع کرنے کا بہت شوق تھا۔ہمیں ایک شخص نے تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کا عمل بتایا اور ہم نے مسجد میں جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا کہ اچانک ایک غیبی چیز نے ہم کو مسجد کے بوریئے میں لپیٹ کر کونے میں کھڑا کر دیا۔ہم بہت مشکل سے بوریئے سے باہر نکلے۔بوریئے کو پھر بچھا دیا اور پھر عمل پڑھنا شروع کیا۔اور پھر ہم کو کسی نے بوریئے میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا۔تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔چوتھی دفعہ ایک آدمی ہمارے سامنے آیا اور اُس نے کہا مَیں جنّ ہوں،تُو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا پڑھ رہا ہے؟ ہم نے کہا: جنات اور ہمزاد کو تابع کرنے کا عمل پڑھ رہا ہوں۔اُس نے کہا: ارے دیوانے! تُو خدا کا مسخّر ہو جا اور خدا کا تابعدار بن جا، ساری مخلوق تیری مسخّر اور تابعدار بن جائے گی۔ اور ہم جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں ہم تیرے تابعدار ہو جائیں گے۔بس اس دن سے ہم نے تو جنّات اور ہمزاد کی تسخیر کے عملیات چھوڑ دیئے اور خدا کے دروازے پر آن بیٹھے۔

شاہ صاحب کی یہ بات سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک کانٹا نکل گیا جو دو برس سے میرے خیال میں چبھا ہوا تھا اور اس دن میں نے عہد کیا کہ اب خدا کی تابعداری کے سوا اَور کسی چیز کی تسخیر کا عمل نہیں پڑھوں گا۔

محترم قاضی شریف الدین صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 16 نومبر 2011ء میں مکرم ملک طاہر احمد صاحب کے قلم سے اُن کے خسر مکرم قاضی شریف الدین صاحب کا ذکرِ خیر شامل اشاعت ہے۔

محترم قاضی شریف الدین صاحب مئی 1909ء میں ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔آپ نے 1939ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کے خاندان ’شیخ قانونگو‘ میں آپ سے پہلے صرف آپ کے تایا مکرم ڈاکٹر لعل دین صاحب نے احمدیت قبول کی تھی۔احمدی ہونے کے بعد وہ ہوشیار پور سے قادیان چلے گئے تھے۔

محترم قاضی شریف الدین صاحب اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں کہ مَیں ایک مسلمان گھرانہ میں پیدا ہوا لیکن سوائے چند رسوم کے مجھے اسلام کے بارہ میں کچھ پتہ نہیں تھا۔1925ء میں میٹرک کے بعد ایک دوست کے ساتھ ایک دن کے لئے قادیان دیکھنے بھی گیا۔دو نمازیں حضرت مصلح موعودؓ کی اقتداء میں ادا کیں۔نمازیں نہایت خشوع و خضوع سے ادا ہوئیں جس کا بہت اچھا تاثر لیا۔اس کے بعد 1932ء میں رسالہ ’ریویو آف ریلیجنز‘ کبھی کبھی دیکھنے کا موقع ملا تو حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کا مسئلہ قدرے سمجھ میں آیا۔محکمہ ریلوے میں ملازمت شروع کی تو 1935ء کے زلزلہ سے قبل ہی میری ٹرانسفر کوئٹہ میں ہو چکی تھی۔تب بھی اپنے تایا کے ہاں کبھی کبھی قادیان جاتا تھا۔1938ء میں مجھے قادیان جانے کا جب اتفاق ہوا تو جمعہ کا دن تھا۔ مَیں نے اپنے تایازاد بھائی سے کہا کہ جمعہ کی نماز کے لئے مجھے مسلمانوں کی مسجد میں پہنچا دے۔اُس نے کہا کہ نماز احمدیوں کے ساتھ نہ بھی پڑھوں تو بھی اُن کی مسجد میں خطبہ جمعہ ضرور سُن لوں۔مگر مَیں رضامند نہ ہوا تو وہ مجھے مسجد ارائیاں میں چھوڑ آئے۔ وہاں پر مولوی صاحب نے ہندوستان کی کانگریسی وزارتوں کی تعریف کی لیکن بنگال اور پنجاب کی مسلم لیگی وزارتوں کی ناتعریفی کی۔ مجھے ان خیالات سے دکھ ہوا۔اس کے بعد انہوں نے مسئلہ قربانی کی تشریح فرمائی کیونکہ عیدالاضحیٰ قریب ہی تھی۔ ذبح ہونے والے جانوروں میں گائے کا ذکر مفقود تھا۔ یہ میرے لئے بہت تعجب کا باعث ہوا۔تیسری بات انہوں نے یہ کہی کہ انہوں نے قادیان میں احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے اور تقریر کے دوران حضرت اقدسؑ کا نام غیر شریفانہ طور پر لیا جو مجھے ناگوار گزرا کیونکہ اختلاف چاہے کیسا ہی کیوں نہ ہو،اسلام استہزاء کی اجازت نہیں دیتا۔

نماز سے فراغت کے بعد مَیں بڑے بازار میں کھڑا تھا کہ مسجد اقصیٰ سے نمازی نکلے جو ہم مسلمانوں کی نسبت بہت ہی زیادہ تھے۔مَیں حیران ہوا کہ احمدیت کی تو اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے لیکن یہاں تو احمدیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جب گھر کی طرف چلا تو راستہ میں دکانوں کے بورڈ پڑھتا ہوا آیا۔سب کے ساتھ لفظ احمدی لکھا ہوا پایا۔ حیران تھا کہ مولوی صاحب نے اس قدر سفید جھوٹ کیوں بولا۔گھر پہنچا تو تایا صاحب نے حسب معمول تبلیغ شروع کر دی۔ پہلے تو کبھی کان نہ دھرے تھے لیکن اب مَیں نے وعدہ کیا کہ واپس کوئٹہ جا کر احمدیہ لٹریچر ضرور دیکھوں گا۔

کوئٹہ پہنچ کر حضرت مسیح موعودؑ کی چند کتب کا مطالعہ کیا۔ایک رات ریلوے ٹرین میں لیٹا کتاب ’’حقیقۃ الوحی‘‘ پڑھ رہا تھا کہ بہت شدّت سے احساس ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ میں بالکل سچے ہیں۔مَیں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور دل سے احمدی ہو گیا۔کتب کے مطالعہ کے زمانہ میں میرے دوست سمجھ گئے تھے کہ مَیں احمدیت سے متأثر ہو رہا ہوں۔ وہ مجھے مختلف طریقوں سے روکتے،کبھی ایک مولوی کو بلاتے اور کبھی دوسرے کو اور مخالفوں کی کتب پڑھنے کو مجھے دیتے۔ جوں جوں مَیں ان کی کتب پڑھتا میرا یقین احمدیت پر مزید مستحکم ہوتا جاتا۔ اور اُنہی دنوں مَیں نے اپنی بیوی کو خط لکھ کر اپنے احمدی ہونے کی اطلاع بھی کر دی۔

محترم قاضی شریف الدین صاحب کی شادی کوئٹہ کی ایک بہت معزز فیملی میں ہوئی تھی۔آپ کے خسر شیخ انور علی صاحب سول سروس میں ایک باعزت عہدہ پر فائز تھے اور ڈپٹی کہلاتے تھے۔اُن کی بیٹی (محترم قاضی شریف الدین صاحب کی اہلیہ) محترمہ وزیر بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ مذکورہ خط (جس میں محترم قاضی صاحب نے اپنے احمدی ہونے کی اطلاع دی تھی) ملنے پر ہم سب بہت پریشان ہوئے۔مَیں اپنی امّی اور بھائی کے ساتھ لاہور میں تھی جبکہ والد صاحب کوئٹہ میں تھے۔میرے تایازاد بھائی نے کہنا شروع کر دیا کہ اب تو ان کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔اُس نے میرے والد صاحب کو بھی بہت مخالفانہ خط لکھا جس میں لکھا کہ ان کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔مگر والد صاحب نے اُسے بہت سخت خط لکھا کہ تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم ایسے خط لکھو۔

میرے والد صاحب بہت نیک، دیندار اور نہایت شریف تھے۔ انہوں نے میرے شوہر کو کبھی کچھ نہیں کہا۔ جب مَیں کوئٹہ اپنے گھر آ گئی تو مَیں احمدیت کی بہت ہی مخالف تھی۔ ہر وقت قاضی صاحب سے ناراض رہتی۔مگر وہ مجھے کچھ نہیں کہتے تھے صرف احمدیت کے متعلق اچھی باتیں بتاتے رہتے تھے۔جب صبح قرآن پاک پڑھتے تو مجھے اس کے معنے بتاتے۔احمدی ہونے کے بعد سے پانچ وقت نماز اور تہجّد گھر میں ہی پڑھتے،میرے لئے بہت دعائیں کرتے۔ اس وقت میرے دو بچے چھوٹے تھے۔مَیں بہت کمزور تھی اور پھر ان کی طرف سے بہت غم کرتی تھی۔ رشتے دار اور ملنے والے بھی مخالفت کرتے۔ایک دفعہ میرے ہاں کچھ سہیلیاں آئیں تو مَیں نے ان کی چائے وغیرہ سے خاطر کی لیکن انہوں نے کوئی چیز نہیں کھائی اور مجھے احمدی ہونے کے طعنے دیئے۔جس پر مَیں بہت روئی اور قاضی صاحب کو کہا کہ دیکھا لوگ کتنا بُرا سمجھتے ہیں۔ وہ ہنس کر کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ایک دن آئے گا کہ وہ خود ہی کھالیں گے۔

پھر ہمارے گھر میں اخبار ’الفضل‘ بھی آنا شروع ہو گیا۔آپ اونچی آواز میں اخبار پڑھتے تھے اور مَیں سنتی رہتی۔ آخر ایک دن آپ کا نیک نمونہ اور دعائیں رنگ لائیں اور مَیں نے آپ کو کہہ دیا کہ میری بیعت کا خط بھی لکھ دیں۔ یہ 1940ء کی بات ہے۔(بعدازاں محترم قاضی صاحب کی اہلیہ محترمہ نظام وصیت میں بھی شامل ہوئیں اور اب وہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ خاک ہیں۔)

محترم قاضی صاحب کے بعض عزیزوں نے احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے بھی آپ کو ملوایا لیکن انہوں نے بات چیت کرنے کے بعد آپ کو لاعلاج قرار دے دیا۔ بہرحال دونوں میاں بیوی نہایت استقامت سے احمدیت پر قائم رہے اور کوئی مخالفت یا حقارت ان کو حق سے دُور نہ کر سکی۔احمدیت قبول کرنے کے بعد بھی آپ نے اپنے غیر از جماعت بھائیوں کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے کافی مدد کی۔

’’تاریخ احمدیت‘‘ کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ قیامِ پاکستان کے بعد متواتر تین سال یعنی 1948ء سے 1950ء تک گرمیوں میں رمضان کے دوران مع اہل خانہ کوئٹہ جاتے رہے۔حضورؓ کی رہائش اور دیگر امور کے لئے جن احمدیوں نے خاص طور پر خدمت کی توفیق پائی اُن میں محترم قاضی صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ ریلوے میں ملازمت کی وجہ سے آپ حضورؓ کی کار کو پلیٹ فارم پر ڈبّہ کے بالکل سامنے لانے کی اجازت حاصل کیا کرتے تھے۔

اُس زمانہ میں محترم قاضی صاحب جماعت احمدیہ کوئٹہ کے سیکرٹری مال تھے۔حضورؓ نے اپنے تین خطباتِ جمعہ (فرمودہ 2، 16اور 23/جولائی 1948ء) میں آپ کے کام کی بہت تعریف فرمائی۔ چنانچہ خطبہ جمعہ فرمودہ 2/جولائی 1948ء میں حضورؓ فرماتے ہیں: ’’یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جہاں جماعت کے اور محکموں میں اچھی چستی پائی جاتی ہے وہاں چندہ میں بھی کافی سرگرمی دکھائی گئی ہے۔(گزشتہ) خطبہ کے بعد یہاں کی جماعت کے فنانشل سیکرٹری (قاضی شریف الدین احمد صاحب) مجھے ملے جو فنانشل سیکرٹری میں نے اب تک دیکھے ہیں ان میں سے وہ سب سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ مستعد معلوم ہوئے اور مَیں نے دیکھا کہ وہ صحیح طور پر کام کرنے والے ہیں۔مَیں نے ان پر جرحیں بھی کیں اور بتایا کہ حسابات کو اس طرح بھی پرکھا جاسکتا ہے۔شروع میں وہ رُکے بعد میں اپنی کاپی نکال کر رکھ دی اور بتایا کہ مَیں نے حسابات کو اس طرح بھی پرکھا ہے۔ حسابات میں اگرچہ بہت سی خامیاں اب بھی ہیں مگر پھر بھی انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ہے اور نہ صرف محنت سے کام کیا ہے بلکہ عقل سے بھی کام کیا ہے۔ دنیا میں ہزارہا آدمی ایسے ہوتے ہیں جو محنت کرتے ہیں۔ لاکھوں ایسے ہوتے ہیں جو پوری کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں مگر ان کی سب کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔ ان کی محنت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔مگر ایک اور شخص آتا ہے وہ ایک نیا راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اس کے ذہن کو روشنی مل جاتی ہے اور وہ اس کام کو صحیح طور پر کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اسی طرح یہاں کے فنانشل سیکرٹری نے عقل سے کام لے کر کام کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔مگر پھر بھی ترقی کی ابھی کافی گنجائش ہے۔بعض احباب نے صحیح تشخیص اپنی آمد کی نہیں بتائی۔ بہرحال انہوں نے کوشش کی ہے۔اگر وہ مزید کوشش کریں اور احباب جماعت ان کے ساتھ تعاون کریں تو یقیناً کوئٹہ کا یہ محکمہ اپنے رنگ میں باقی جماعت کے لئے مثال بن جائے گا۔‘‘

محترم قاضی صاحب نے 14 جولائی 1984ء کو کوئٹہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

رولڈ ایمنڈسن

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 18 جون 2011ء میں قطب جنوبی کو دریافت کرنے والے مہم جُو ’’رولڈ ایمنڈسن‘‘ (Roald Amundsen) کے مختصر حالات زندگی شامل اشاعت کئے گئے ہیں۔

ایمنڈسن 16 جولائی 1872ء کو اوسلو کے قریب ایک قصبہ Borge میں پیدا ہوا۔میڈیکل کی تعلیم حاصل کی۔ 1897ء سے اُس نے اپنی مہمّات کا آغاز کیا۔ یکم جون 1903ء کو وہ ایک برف شکن جہاز میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت مشکل سفر پر روانہ ہوا۔ دو سال کے سفر کے بعد اُس نے کنگ ولیم جزیرے کے قریب قطب شمالی (North Pole) کا سراغ لگایا۔6 دسمبر 1905ء کو وہ شمالی امریکہ کے بحر منجمد کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحر اوقیانوس سے بحرالکاہل میں داخل ہوا اور تین سال کے جان لیوا سفر کے بعد الاسکا کے مقام فورٹ ایگبرٹ تک پہنچا۔ دسمبر 1911ء میں وہ ناروے سے 7 آدمیوں اور 115 کتوں کی ٹیم لے کر قطب شمالی کی طرف روانہ ہوا لیکن پھر اپنا رُخ تبدیل کر کے قطب جنوبی کی طرف چل پڑا اور کامیابی سے وہاں پہنچ کر ناروے کا پرچم گاڑ دیا۔ اس کے بعد اُس نے کئی مہمّات کامیابی سے سر کیں اور قطب شمالی کے علاوہ الاسکا کے اُن علاقوں پر بھی پرواز کی جہاں ابھی انسانی قدم پہنچ نہیں پائے تھے۔

1928ء میں جنرل نوبائیل کا جہاز ’’اطالیہ‘‘ قطب جنوبی سے واپسی پر تباہ ہو گیا تو ایمنڈسن نے اُسے تلاش کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں لیکن اس مہم سے وہ کبھی لوٹ کر نہ آیا۔ خیال ہے کہ وہ 18 جون 1928ء کو بحیرہ آرکٹک میں ایک ہوائی حادثے میں ہلاک ہو گیا۔

ایمنڈسن نے اپنی مہم جوئی کی کئی کتب شائع کیں جن میں 1927ء میں لکھی گئی کتاب ’’میری زندگی ایک مہم جو کی زندگی ہے‘‘ بہت مقبول ہوئی۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 3/نومبر 2011ء میں مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

زمینِ عشق پہ جب پیار کی نمو پھیلی
تو دل میں خواب بسانے کی آرزُو پھیلی
شہر میں سب ہی تھے اس کی نظر کے دیوانے
ہر ایک دل میں فقط اس کی جستجو پھیلی
جہاں میں زیست کے سب سلسلے سنورنے لگے
جمالِ یار کی خوشبو جو کُو بہ کُو پھیلی
ہر ایک دور کو جس نے یقیں سے مہکایا
صداقتوں کی وہ آواز چار سُو پھیلی
اس آفتاب سے جس نے بھی روشنی پائی
پھر اُس کی شان ستاروں کے رُوبرو پھیلی

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
August 12, 2016 – August 25, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday August 12, 2016

00:10	Tilawat & Yassarnal Qur'an
00:45	Ijtema Khuddamul Ahmadiyya: Recorded on June 22, 2014.
01:50	Spanish Service & Pushto Service
02:35	Qur'an Sab Se Acha
03:20	Tarjamatul Qur'an Class & Liqa Maal Arab
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Quran & Jalsa Salana UK Inspection
10:00	Live Jalsa Salana UK: Live proceedings of day 1.
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Jalsa Salana UK: Including Live Flag Hoisting ceremony
17:00	Live Jalsa Salana UK: Live proceedings of day 1.
19:30	Repeat Jalsa Salana UK Day 1
21:30	Repeat Friday Sermon
22:30	Repeat Jalsa Salana UK Day 1

Saturday August 13, 2016

04:55	Friday Sermon: Repeat of live Friday sermon delivered on August 12, 2016.
06:00	Tilawat, Al-Tarteel & Friday Sermon
08:00	Live Jalsa Salana UK: Live proceedings of day 2.
11:00	Live Jalsa Salana UK: Including an address delivered by Huzoor from the ladies Jalsa Gah.
12:30	Live Jalsa Salana UK: Live proceedings of day 2.
15:00	Live Jalsa Salana UK: Including an address delivered by Huzoor from the men's Jalsa Gah.
17:30	Live Jalsa Salana UK: Live proceedings of day 2.
19:00	Repeat Jalsa Salana UK Day 2
22:00	Repeat Jalsa Salana UK: Including Huzoor's address rom the Ladies Jalsa Gah.
23:30	Repeat Jalsa Salana UK Day 2

Sunday August 14, 2016

02:00	Repeat Jalsa Salana UK Day 2: Including Huzoor's address from the men's Jalsa Gah.
04:30	Repeat Jalsa Salana UK Day 2
06:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Yassarnal Quran & History Of Jalsa Salana
08:00	Live Jalsa Salana UK: Including Ba'ait Ceremony
17:00	Live Jalsa Salana UK: Including a concluding address delivered by Huzoor.
18:00	Live Jalsa Salana UK: wrap up of Jalsa Salana UK.
19:00	Repeat Jalsa Salana UK Day 3

Monday August 15, 2016

06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25	Al-Tarteel: Lesson no. 48.
07:00	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
08:00	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
09:00	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
11:30	Repeat Of Jalsa Salana UK: Flag Hoisting
13:00	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
15:05	In His Own Words
15:30	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
16:30	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
17:40	Al-Tarteel [R]
18:15	World News
18:30	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
21:00	Repeat Of Jalsa Salana UK: Flag Hoisting
22:30	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1

Tuesday August 16, 2016

00:35	World News
00:55	Tilawat & Dars-e-Hadith
01:25	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
02:25	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
03:25	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
06:00	Tilawat & In His Own Words
06:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2
09:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from the ladies Jalsa Gah.
11:15	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2
13:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from men's Jalsa Gah.
16:15	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2
18:00	World News & In His Own Words
18:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from the ladies Jalsa Gah.

Wednesday August 17, 2016

01:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from men's Jalsa Gah.
06:00	Tilawat & Al-Tarteel
06:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
11:20	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Ba'ait Ceremony.
13:20	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
15:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Including a concluding address delivered by Huzoor.
16:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Proceedings of wrap up. Recorded on August 14, 2016.
18:00	World News
18:20	Memories Of Jalsa Salana Rabwah
18:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
23:25	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Ba'ait Ceremony

Thursday August 18, 2016

01:25	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
03:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Including a concluding address delivered by Huzoor.
04:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
06:00	Tilawat & Darse Majmooa Ishtihirat
06:40	Yassarnal Quran: Lesson no. 39.
06:55	Reception At Maryam Mosque: Recorded on September 26, 2014.
08:00	In His Own Words
08:35	Tarjamatul Qur'an Class & Indonesian Service
11:05	Japanese Service & Rishta Nata Ke Masayil
11:35	Tilawat: Surah An-Nisa, verses 36-47.
11:50	Dars Majmooa Ishteharaat & Yassarnal Qur'an
13:00	Beacon Of Truth
14:05	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
15:10	Annual Sports Rally & Persian Service
16:30	Tarjamatul Qur'an Class & Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:25	Reception At Maryam Mosque & Faith Matters:
20:35	Qur'an Sab Se Acha & Tarjamatul Qur'an Clas
22:30	Rishta Nata Ke Masayil & Beacon Of Truth [R]
23:50	World News

Friday August 19, 2016

00:10	Tilawat & Yassarnal Qur'an: Lesson no. 39.
00:35	Reception At Maryam Mosque: Recorded on September 26, 2014.
01:45	Spanish Service & Pushto Service
02:55	Annual Sports Rally
03:35	Tarjamatul Qur'an Class & Liqa Maal Arab
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Yassarnal Quran
06:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
07:55	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
08:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
11:30	Live Transmission From Baitul Futuh
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Transmission From Baitul Futuh
13:40	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1: Flag hoisting
15:10	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
16:20	Friday Sermon: Recorded on August 12, 2016.
17:30	Yassarnal Qur'an & World News
18:30	Friday Sermon & Dars-e-Hadith [R]
22:35	Seerat-un-Nabi & Deeni-o-Fiqahi Masail

Saturday August 20, 2016

00:00	Tilawat
00:15	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
02:00	Friday Sermon: Recorded on August 19, 2016.
03:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 1
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an Address delivered from ladies Jalsa Gah.
11:15	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2
13:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from men's Jalsa Gah.
16:15	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2
18:00	World News
18:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2 [R]
21:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an Address delivered from ladies Jalsa Gah.
23:25	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2

Sunday August 21, 2016

01:55	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 2: Including an address delivered by Huzoor from men's Jalsa Gah.
06:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:25	Yassarnal Quran: Lesson no. 40.
06:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
11:20	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Ba'ait Ceremony
15:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Including a concluding address delivered by Huzoor.
16:50	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
18:00	World News
18:15	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
18:45	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3
23:15	World News
23:30	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Ba'ait Ceremony

Monday August 22, 2016

04:00	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Including a concluding address delivered by Huzoor.
05:00	Repeat Of Jalsa Salana UK Day 3: Including wrap up of Jalsa.
06:00	Tilawat, Dars-e-Hadith & Al-Tarteel
07:00	Inaugural Address Jalsa Salana UK: Recorded on August 12, 2016.
08:00	International Jama'at News
08:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood & French Service
10:00	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on March 25, 2016.
11:20	Seerat-un-Nabi, Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on October 01, 2010.
14:00	Bangla Shomprochar & Seerat-un-Nabi [R]
15:30	Khilafat-e-Haqqa Islamiya & The Bigger Picture
16:55	In His Own Words, Al-Tarteel & World News
18:20	Inaugural Address Jalsa Salana UK [R]
19:25	Somali Service & Aao Urdu Seekhain
20:25	Rah-e-Huda: Recorded on August 06, 2016.
22:00	Friday Sermon: Recorded on October 01, 2010.
23:00	Seerat-un-Nabi & Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood

Tuesday August 23, 2016

00:00	World News, Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Al-Tarteel & Inaugural Address Jalsa Salana UK
02:25	Kids Time & Friday Sermon
04:00	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
04:20	Khilafat-e-Haqqa Islamiya & Liqa Maal Arab
06:00	Tilawat & Darse Majmooa Ishtihirat:
06:30	Yassarnal Quran & Scandinavian Tour
07:35	Bustan-e-Waqf-e-Nau USA & Safar-e-Hajj
09:00	Question And Answer Session: Recorded on January 12, 1996.
10:00	Indonesian Service & Friday Sermon
12:10	Tilawat,In His Own Words & Yassarnal Quran
13:15	Faith Matters & Bangla Shomprochar
15:20	Spanish Service & Food For Thought [R]
16:50	Safar-e-Hajj & Yassarnal Quran [R]
18:00	World News & Bustan-e-Waqf-e-Nau USA [R]
19:30	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on August 19, 2016.
20:35	The Bigger Picture & Scandinavian Tour
22:00	Faith Matters & Question And Answer Session

Wednesday August 24, 2016

00:00	World News, Tilawat
00:30	Dars Majmooa Ishteharaat & Yassarnal Qur'an
01:10	Safar-e-Haj & Bustan-e-Waqf-e-Nau USA
02:45	Scandinavian Tour, Story Tim & Food For Thought
04:00	Noor-e-Mustafwi & Australian Service
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 140.
06:00	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 49.
07:00	Jalsa Salana UK Day 2: Huzoor's afternoon address
09:30	Hajj Aur Us Kay Masa'il & Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on August 19, 2016.
12:05	Tilawat & Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
12:35	Al-Tarteel [R]
13:05	Friday Sermon: Recorded on August 13, 2010.
14:00	Bangla Shomprochar & Deeni-o-Fiqahi Masail
15:40	Kids Time, Faith Matters & Al-Tarteel
18:00	World News
18:20	Jalsa Salana UK Day 2 & Kids Time [R]
21:30	The Age Of Reform In Muslim India
22:00	Friday Sermon & Intikhab-e-Sukhan

Thursday August 25, 2016

00:00	World News, Tilawat & In His Own Words
01:05	Al-Tarteel & Jalsa Salana UK Day 3
04:20	The Age Of Reform In Muslim India
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 141.
06:05	Tilawat & Darse Majmooa Ishtihirat
06:35	Yassarnal Quran & Ijtema Khuddamul Ahmadiyya
08:10	In His Own Words & Tarjamatul Qur'an Class
10:10	Indonesian Service & Japanese Service
11:35	Importance Of Higher Education
12:00	Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
12:30	Yassarnal Qur'an & Beacon Of Truth
14:05	Friday Sermon & Qur'an Sab Se Acha
15:55	Persian Service & Tarjamatul Qur'an Class
17:30	Yassarnal Qur'an & World News
18:25	Ijtema Khuddamul Ahmadiyya & Faith Matters
20:35	The Holy Ka'bah & Tarjamatul Qur'an Class
22:10	Importance Of Higher Education [R]
23:00	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 23 | Friday 12 & 19 August, 2016 | Issue No. 33-34

اَب خداتعالیٰ کے فضل سے واقفین نَو کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کر لی ہے اور مختلف پیشوں اور شعبوں سے منسلک ہو چکے ہیں۔ بعض ڈاکٹرز ہیں، بعض انجینئرز ہیں، بعض سائنسدان ہیں اور ہمارے پاس بعض بہت قابل لوگ بھی ہیں جو ریسرچ کے میدان میں اپنی تحقیق کے ذریعہ سے نیک نامی کا باعث بن رہے ہیں۔

واقفین نَو میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے کچھ سال قبل جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور اب جامعہ سے فارغ التحصیل ہو کر مبلغین کی حیثیت سے یہاں برطانیہ میں اور بعض دوسرے ممالک میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اور بعض کو جماعتی دفاتر میں بھجوایا گیا ہے جہاں ان کی خدمت کی ضرورت تھی۔ اس طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس تحریک کو یعنی تحریکِ وقفِ نو کو اپنے فضل سے نوازا ہے جس کا آج سے تقریباً 29 برس قبل اجرا کیا گیا تھا۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ بیج جو ایک مدّت پہلے بوئے گئے تھے اَب انتہائی شاندار پھل پیدا کر رہے ہیں۔

مَیں آپ میں سے زیادہ کو تاکید کروں گا کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے درخواست دینے پر غور کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں دنیا بھر میں مبلغین کی اشد ضرورت ہے۔ آپ جامعہ میں اس روح کے ساتھ داخلہ لینے کو مدّنظر رکھیں کہ یہ آپ کے وقف کے عہد کو پورا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ ہمیں دوسرے شعبوں میں بھی واقفین کی ضرورت ہے مثلاً ہمیں آرکیٹیکس کی ضرورت ہے۔ مختلف انجینئرز کی ضرورت ہے مثلاً سِوِل انجینئرز کی۔ ہمیں ایک بڑی تعداد میں اساتذہ کی بھی ضرورت ہے اس لئے آپ میں سے وہ جو درس و تدریس میں دلچسپی رکھتے ہیں انہیں اس سلسلہ میں متعلقہ تربیت لینی چاہئے۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک میں ہمارے ہسپتال بھی ہیں اور ان تمام ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ ہمیں ایسے واقفین کی بھی ضرورت ہے جو میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے شعبوں میں تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ ایم ٹی اے کا کام دن بدن وسعت اختیار کر رہا ہے اور اَب ہم نے ریڈیو اسٹیشن Voice of Islam کا بھی اجراء کیا ہے۔ واقفین نَو کی حیثیت سے آپ کو جماعت کی ضروریات کو مدّنظر رکھنا چاہئے۔ اور اِنہیں ضروریات پر مبنی اپنی تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور پھر اس کے لئے حتی الوسع محنت کرنی چاہئے۔

مَیں اس بات کو بھی آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اپنی دنیاوی تعلیم کو حاصل کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ تحریک وقفِ نَو کے ممبران کی حیثیت سے اَور بہت سی توقعات ہمیں آپ سے وابستہ ہیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک واقفِ نَو کا کردار اسلام کی حقیقی تعلیمات کے عین مطابق ہونا چاہئے۔ آپ کو ہمیشہ اعلیٰ ترین روحانی معیار اور اخلاقی اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔

ہستی باری تعالیٰ سے متعلق ہمارے بنیادی عقیدہ کے بعد سب سے اہم بات جو اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کو سکھائی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر حال میں پنجوقتہ فرض نمازوں یعنی صلوٰۃ کا پابند ہو۔ نوجوان مرد اور لڑکے ہونے کی وجہ سے آپ پر یہ لازم ہے کہ حتی المقدور اپنی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ واقفِ نَو ہونے کی وجہ سے دوسرے احمدیوں کی نسبت آپ سے ہماری تو اَور بھی زیادہ توقعات وابستہ ہیں۔ اس لئے آپ کو نماز کی باقاعدہ ادائیگی کی اہمیت اور اس کے فائدے کا خاص طور پر احساس ہونا چاہئے۔ مومن کی ایک اَور نشانی یہ ہے کہ وہ نامناسب اور غیر اخلاقی چیزوں سے دُور رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمہیں اپنے عہدوں کو پورا کرنا چاہئے اور اپنی امانتوں کا پاس رکھنا چاہئے۔ وقفِ نَو کا ممبر ہونے کی حیثیت سے آپ سب نے اپنی زندگیوں کو دین کی خاطر وقف کرنے کا ایک پختہ عہد کیا ہے۔ اب یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ وقف کے اس عہد کو پورا کریں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک آپ اپنی امانتوں کا پاس رکھنا نہیں سیکھیں گے۔ آپ کی تمام امانتوں میں سے سب سے اہم امانت جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں گے۔

ایک نیکی جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو خواتین یا لڑکیوں کے ساتھ غیر مناسب رنگ میں آزادانہ میل جول نہیں رکھنا چاہئے۔ اور ان کی طرف بلاضرورت نہیں دیکھنا چاہئے۔ ہم اپنی خواتین سے کہتے ہیں کہ وہ پردہ کریں لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں تا کہ ان کے ذہن کی حالت ہر وقت پاک رہے۔

آپ کو بیہودہ فلموں اور ٹی وی پروگراموں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر آپ اِس اسلامی تعلیم پر عمل کریں گے تو آپ کے خیالات پاکیزہ رہیں گے اور آپ اس قابل ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی احسن رنگ میں عبادت کر سکیں اور اس کے دوسرے احکامات بھی ادا کر سکیں۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم تقویٰ اور نیکی میں کمال حاصل کریں۔ اس لئے ایک واقفِ نو کی ایک عظیم ذمہ داری ہے کہ وہ ہر وقت بہتری کے لئے کوشاں رہے اور ہر قسم کی بدیوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے غصہ پر قابو رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اپنے والدین سے محبت کریں، ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں اور ان کی باتیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک مومن کو اس رنگ میں دوسروں کی تضحیک نہیں کرنی چاہئے یا اُن کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے جس سے ان کی دل آزاری ہوتی ہو۔ ایک اور بہت بڑا گناہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ خواہ کیسے بھی حالات ہوں تمام احمدیوں کو جھوٹ سے بچنا چاہئے اور یقیناً ایک واقفِ نو کو تو ایمانداری، سچائی اور دیانتداری کی بہترین مثال قائم کرنی چاہئے۔ اسی طرح ایک اَور اہم بات یہ ہے کہ واقفین نَو بچوں کو اپنی پڑھائی پر اور اپنی تعلیم پر بہت توجہ دینی چاہئے۔ انہیں ہمیشہ بہت محنت کرنی چاہئے اور بہترین نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تمام بچوں اور نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھنی چاہئیں اور یہ اچھی عادت ڈالنی چاہئے۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ سب اپنے مذہب کے بارہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں اور اس کا مطالعہ کرتے چلے جائیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے اِس عہد کے تقاضوں کو زندگی بھر پورا کرتے ہوئے بسر کریں گے۔ میری دعا ہے کہ آپ میں نہ صرف اپنے دین کی خاطر بے لوث خدمت اور لگن کا جذبہ ہمیشہ ساتھ رہے بلکہ آپ کی زندگی کے ہر مرحلہ میں اس میں اضافہ ہوتا رہے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ تحریک وقفِ نو کے تمام ممبران پر ہر لحاظ سے اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ یوکے کے نیشنل وقفِ نو اجتماع 2016ء کے موقع پر واقفین نو لڑکوں سے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زرّیں نصائح پر مشتمل اختتامی خطاب کا اردو مفہوم۔ فرمودہ 28 فروری 2016ء بروز اتوار بمقام طاہر ہال، بیت الفتوح، مورڈن۔

(اردو ترجمہ: فاروق محمود۔ فرخ راحیل)

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج آپ کو برطانیہ کے نیشنل وقفِ نَو اجتماع میں شریک ہونے کی توفیق ملی ہے۔ مجھے امید ہے کہ انتظامیہ نے مختلف عمروں کے واقفین نَو پر مشتمل گروپس کے لئے مفید اور دلچسپ پروگرام تشکیل دیئے ہوں گے۔ ایک وقت تھا جب اکثر واقفین نَو کی عمریں بہت کم تھیں جس کی وجہ سے ایسے اجتماعات کی انتظامیہ سات سے دس سال یا دس سے بارہ سال یا زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کے بچوں کے لئے پروگرام تشکیل دیتی تھی۔ لیکن اَب خدا تعالیٰ کے فضل سے واقفین نَو کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کر لی ہے اور مختلف پیشوں اور شعبوں سے منسلک ہو چکے ہیں۔ بعض ڈاکٹرز ہیں، بعض انجینئرز ہیں، بعض سائنسدان ہیں اور ہمارے پاس بعض بہت قابل لوگ بھی ہیں جو ریسرچ کے میدان میں اپنی تحقیق کے

باقی صفحہ نمبر 33 پر ملاحظہ فرمائیں